رسائل امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب صفہ
فقراء
زیارۃ القبور
شرک کیا
گانا بجانا اور سننا
روزے کی حقی
زیارت بیت المقدس
قضاء مقد
مسائل نیت
فقر و تصوف
البدعۃ فی العبادا

www.KitaboSunnat.com

تالیف:
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

دار الکتب السلفیۃ
DARUL-KUTUB-AL-SALAFIYYAH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

رسائل

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

دار الکتب السلفیۃ
DARUL-KUTUB-AL-SALAFIYYAH
+92 42 373 61 505, +92 372 44 404
+92 333 43 34 804, +92 324 43 36 123
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
dk.salafiyyah@gmail.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

DAR-UL-KUTAB AL-SALAFIYYAH

نام کتاب: رسائل امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

تالیف: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

باہتمام: ھناد شاکر

اشاعت دوم: جولائی 15-2014ء

ناشر: دار الکتب السلفیۃ

+92 42 373 61 505, +92 372 44 404
+92 333 43 34 804, +92 324 43 36 123

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پوسٹ کوڈ:54000

dk.salafiyyah@gmail.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

❀ عرض ناشر ---------- 32

❀ مقدمہ ---------- 33

❀ مؤلف کی سوانح حیات ---------- 35

❀ آپ کا نام اور نسب ---------- 35

(۱)......اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت

❀ اِستِفتَاء ---------- 37

❀ جواب ---------- 40

فصل ۱......کیا اصحابِ صُفّہ بھیک مانگتے تھے؟ ---------- 46

فصل ۲......کیا اصحابِ صُفّہ نے مسلمانوں سے جنگ کی؟ ---------- 51

فصل ۳......کیا اصحابِ صفّہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے؟ ---------- 63

فصل ٤......کیا اصحابِ صُفّہ کو حال آتا تھا؟ ---------- 65

فصل ٥......اصحابِ صُفّہ اور آیت ﴿اِصْبِرْ نَفْسَكَ.... الخ﴾ ---------- 67

فصل ٦......ولیوں کے بارے میں جھوٹی حدیث ---------- 69

فصل ۷......اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ ---------- 70

فصل ۸......فقراء ---------- 78

فصل ۹......اولیاء کے القاب ---------- 81

فصل ۱۰......قطب ابدال وغیرہ ---------- 87

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۱۱......کیا ولی اچانک غائب ہو جاتے ہیں؟ ---------- 92
فصل ۱۲......خاتم الاولیاء ---------- 93
فصل ۱۳......قلندری ---------- 94
فصل ۱۴......نذر، منت ---------- 98
فصل ۱۵......ناچنا، گانا ---------- 104
فصل ۱۶......مشہور مزارات ---------- 109

(۲)......زیارۃ القبور

❀ مقدمہ ---------- 114
❀ استفتاء ---------- 116
❀ جواب ---------- 117
❀ شرک کے متعلق چار احتمالات اور ان کی نفی ---------- 121
❀ غیر اللہ سے مطالبہ کرنے کی تفصیل ---------- 123

زیارت مسنونہ وشرعیہ

❀ قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنے کی تین صورتیں ---------- 129
❀ صاحب قبر (نبی یا ولی) سے سوال کرنے کی دو صورتیں ---------- 134
❀ صورت اول ---------- 134
❀ دوسری صورت ---------- 134

اگر کوئی ناجائز کاموں کی نذر مانے تو اس پر عمل نہ کرے

❀ نوح علیہ السلام کی قوم کے شرک کی اصلیت ---------- 139
❀ کسی صالح آدمی کی زندگی میں اس سے دعا منگوانے اور مرنے کے بعد کی حالت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں فرق ---------- 140
❀ فوت شدہ کا واسطہ دے کر دعا مانگنے کی عدم جواز کی وجہ ---------- 143
❀ شرک کے ساتھ جھوٹ لازم ہے ---------- 144
❀ بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کریں ---------- 147
❀ اللہ سے دعا مانگنے اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کی تاکید ---------- 152
❀ شرک کرنے کی وجہ سے کرشموں کا ظہور ---------- 155
❀ شرک اور دیگر محرمات میں پڑنے کے دو سبب، جہالت اور اتباع ---------- 156
❀ قطب غوث اور ان کے متعلق لوگوں کی مزعومات کی تردید ---------- 163
❀ خضر علیہ السلام زندہ نہیں زمانہ اسلام سے پہلے فوت ہو گئے ---------- 168

شرک کیا ہے؟

فصل ۱......قبور کے پاس دعا کرنا ---------- 178
❀ اقسام قبور ---------- 178
❀ باطل عقیدہ ---------- 178
❀ انبیاء علیہم السلام وصلحاء کی قبریں ---------- 179
فصل ۲......روضہ اطہر کے آداب ---------- 180
❀ آئمہ کا اتفاق ---------- 180
❀ سماع سلام وارسالِ درود ---------- 180
❀ دعا کی ممانعت ---------- 181
❀ سلام کے متعلق اختلاف ---------- 181
❀ روضہ کے پاس کھڑے ہونے کی ممانعت ---------- 181

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ صدرِ اوّل کا دستور العمل ---------- 182
❀ اہل مدینہ کا طرزِ عمل ---------- 182
❀ صلوٰۃ وسلام کا مشروع طریقہ ---------- 183
❀ لفظِ زیارت کی کراہیت اور اس کی حکمت ---------- 183
❀ زیارتِ قبور کا طریقہ ---------- 184
❀ زیارتِ شرعی و بدعی ---------- 185
❀ درسِ بصیرت ---------- 185
❀ نتیجہ بحث ---------- 186
❀ قبروں کے پاس نماز نہ پڑھنے کی حکمت ---------- 187
❀ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ---------- 187
❀ امام مالک اور سلف صالحین رحمہم اللہ ---------- 187
❀ ارشادِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 188
❀ روضۂ اطہر اور دوسری قبریں ---------- 188
فصل ۳......توسّل کا طریقہ ---------- 189
❀ صحابہ کا دستور العمل ---------- 189
❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل ---------- 189
❀ مخلوقات کے نام کا واسطہ ---------- 190
❀ نتیجہ فکر ---------- 190
❀ منصب رسالت کا اقتضاء ---------- 190
❀ صریح ممانعت ---------- 191
❀ حفظِ ما تقدم ---------- 191

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ دورِ حاضر میں زیارتِ قبور ---------- 192

فصل ٤......بُت پرستی ---------- 193

❀ تعظیمِ قبور ---------- 193

❀ شیخ کے توسل سے مراد مانگنا ---------- 193

❀ مصیبت میں شیخ طریقت کو پکارنا ---------- 194

❀ قال اللہ وقال الرسول ---------- 194

❀ رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر سوال کرنا ---------- 196

❀ خلاصۂ کلام ---------- 196

فصل ٥......حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی قبر ---------- 197

❀ عملِ شرک ---------- 197

❀ مشابہت نصاریٰ ---------- 197

فصل ٦......قبر کے واسطہ سے دعا ---------- 198

❀ سلف صالحین کا قول ---------- 198

فصل ٧......دعا کی قبولیت کے اوقات و مقامات ---------- 199

❀ آسمانِ دنیا پر نزولِ باری تعالیٰ ---------- 199

❀ اوقاتِ دُعا ---------- 199

❀ مشاعرِ حج ---------- 200

فصل ٨......واسطہ دے کر دعا مانگنا ---------- 201

❀ کلام مجید اور کعبہ ---------- 201

❀ مخلوقات کی قسم کھانا شرک ہے ---------- 202

❀ اللہ کے مقبول بندوں کی دعا ---------- 202

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

❀ توسل کے مشروع وسائل ---------- 203

❀ مخلوق کا واسطہ دے کر توسل چاہنا ---------- 204

❀ دو مستحسن طریق دعا ---------- 205

❀ توسل بلا اسباب ---------- 205

فصل ۹......انبیاء کی یادگاریں ---------- 207

❀ تشبیہ یہود و نصاریٰ ---------- 207

❀ بدعت کا دروازہ کھولنا ---------- 207

❀ دروغ گوئی کی حد ہوگئی ---------- 208

❀ بیت المقدس کا صخرہ ---------- 208

❀ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صخرہ ---------- 209

❀ سلف صالحین کا طرزِ عمل ---------- 209

فصل ۱۰......مقدس مقامات سے توسل ---------- 211

❀ نیاز چڑھانا ---------- 211

❀ ذاتِ انواط ---------- 211

❀ بیعت الرضوان ---------- 212

فصل ۱۱......اللہ تعالیٰ کی یاد اور مساجد ---------- 213

❀ انبیاء و صلحاء کے مقدس مقامات ---------- 213

❀ شدِ رحال ---------- 213

❀ ایک تاریخی واقعہ ---------- 214

❀ مسجد میں نماز پڑھنا ---------- 215

❀ مشاہد کے لیے سفر کرنا ---------- 215

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ صحابہ اور تابعین کا طرزِ عمل ---------- 216
❀ قبر کو مسجد بنانا ---------- 217
❀ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ---------- 218
❀ خلاصہ کلام ---------- 218
❀ زیارتِ عسقلان ---------- 218
❀ رباط، حرمین کی مجاورت سے افضل ہے ---------- 219
❀ فضیلت رباط کی وجہ ---------- 220
❀ دار السلام اور دار الکفر کی وجہ تسمیہ ---------- 221
❀ کسی جگہ کا محمود و مذموم ہونا ---------- 221
❀ انسان کی فضیلت کا انحصار ---------- 221
فصل ۱۲ ...... استغاثہ بجاہِ فلاں ---------- 223
❀ عیسائیوں کی مشابہت ---------- 223
فصل ۱۳ ...... قبر پر چراغاں یا نذر کرنا ---------- 225
❀ لعنت و معصیت ---------- 225
❀ کفارتِ یمین ---------- 225
❀ صدقہ ابرار ---------- 226
❀ غیر اللہ کا وسیلہ ---------- 227
❀ اسلام کا نچوڑ ---------- 228
❀ خالص اور ٹھیک عمل کی تشریح ---------- 229
❀ رہبانیت ---------- 229
❀ تمام انبیاء کا دین ---------- 230

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳)......گانا بجانا سننا اور قوالی

❀ سماع اور رقص ---------- 232

❀ استفتاء ---------- 232

❀ سماع اور رقص ---------- 232

❀ الجواب ---------- 232

❀ سماع کی قسمیں ---------- 232

❀ مشرکین کا سماع، تالیاں سیٹیاں بجانا ---------- 242

❀ اتباع رسول سے کوئی صوفی مستثنیٰ نہیں ---------- 244

❀ نابالغ لڑکیوں کو گیت کی اجازت ہے ---------- 245

❀ عمداً راگ سننے اور بلا قصد کان میں آواز پڑ جانے کا حکم ---------- 246

❀ راگ سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی ---------- 247

❀ قوالی کا رواج کس دور میں ہوا؟ ---------- 249

❀ امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ ---------- 249

❀ یزید بن ہارون رحمہ اللہ کا فتویٰ ---------- 249

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتویٰ ---------- 249

❀ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ اور شیخ جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ کا فتویٰ ---------- 249

❀ اہل سماع اور کواکب پرستوں میں اتحاد ---------- 250

❀ حاملین قرآن اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام میں اتحاد ---------- 251

❀ قوالوں کے ساتھ شیطان کس طرح کھیلتا ہے؟ ---------- 253

❀ شعبدات کا ظہور قبولیت کی دلیل نہیں ---------- 254

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل ...... [۱] ---------- 256
❀ پہلا قاعدہ ---------- 256
❀ دوسرا قاعدہ ---------- 257
❀ تیسرا قاعدہ ---------- 258
فصل ...... [۲] ---------- 260
❀ چند اولیائے کرام کے ملفوظات ---------- 261
❀ ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ ---------- 261
❀ جنید بغدادی رحمہ اللہ ---------- 261
❀ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ ---------- 261
❀ ابوعثمان نیشاپوری رحمہ اللہ ---------- 262
❀ ابوالفرج بن جوزی رحمہ اللہ ---------- 262
فصل ...... [۳] ---------- 263
❀ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ---------- 263
فصل ...... [۴] ---------- 266
❀ سماع کی حمایت کرنے والوں کے دلائل اور ان کی تردید ---------- 267
❀ آپ نے یہ شعر سن کر شاعر کے حق میں دعا کی ---------- 269
فصل ...... [۵] ---------- 274
فصل ...... [۶] ---------- 277
❀ عقائد و اعمال میں معیارِ صحت ---------- 277
فصل ...... [۷] ---------- 278
فصل ...... [۸] ---------- 283

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ...... ۹ ---------- 284

❀ اللہ سے ہم کلام ہونے کا بعض اہل سماع کا دعویٰ ---------- 285

فصل ...... ۱۰ ---------- 288

روزے کی حقیقت

فصل ۱ ...... کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ ---------- 291

فصل

❀ سوالات اور جوابات ---------- 349

زیارت بیت المقدس شرفہا اللہ

❀ خطبہ ---------- 360

فصل ۱ ...... قبورِ انبیاء علیہم السلام وصلحاء وغیرہ کے سفر کی نذر ماننا ---------- 361

❀ شدرحال ---------- 361

❀ عباداتِ مشروط کے لیے بیت المقدس کا سفر مستحب ہے ---------- 361

❀ دعائے سلیمانی ---------- 361

❀ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل ---------- 361

سفر بیت المقدس کی نذر کا حکم

❀ پہلا قول ---------- 362

❀ دوسرا قول ---------- 362

❀ جمہور کا مسلک ---------- 362

❀ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی نذر ---------- 363

❀ سفر بیت اللہ کی منت ---------- 363

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ مسجد الحرام کی افضلیت ---------- 363
❀ مساجدِ ثلاثہ کی نمازوں کا موازنہ ---------- 363
❀ قبورِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ کے لیے سفر کی نذر ماننا منع ہے ---------- 363
❀ آثارِ انبیاء کو سجدہ کرنا باعث لعنت ہے ---------- 364
❀ قبر نبوی کو حجرہ میں بند رکھنے کی ایک وجہ ---------- 365
❀ وصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 365
❀ صحابہ کا طرزِ عمل ---------- 365
❀ بعض من گھڑت حدیثیں ---------- 365
❀ بے دلیل رخصت ---------- 365
فصل ۲ ...... مسجدِ اقصیٰ کی عباداتِ مشروعہ، قدم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر آثار ---------- 366
❀ مسجد الحرام کی خصوصیات ---------- 366
❀ حجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قبورِ انبیاء علیہم السلام و صلحاء کا طواف ناجائز ہے ---------- 366
❀ طوافِ کعبہ کے علاوہ طواف کی قباحت ---------- 366

صخرۂ بیت المقدس کی طرف نماز کا شرعی حکم

❀ صخرہ کی قربانی ---------- 367
❀ مسجد اقصیٰ کے سامنے مصلّٰی بنانے کی وجہ ---------- 367
❀ فتح بیت المقدس ---------- 368
❀ کعب احبار کا مشورہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ ---------- 368
❀ صخرہ پر تعمیر قبہ کی وجہ ---------- 368
❀ جاہلوں میں بعض جھوٹی باتوں کی شہرت ---------- 369

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۳ ......اہل قبور کے لیے مسنون دعا ---------- 370

فصل ٤ ......دھرم سالوں، گوردواروں اور گرجوں وغیرہ کی زیارت ---------- 371

❀ معابدِ کفار میں نماز کا حکم ---------- 371

❀ قولِ صحیح کی دلیل ---------- 371

فصل ٥ ......روئے زمین پر صرف تین حرم ہیں ---------- 372

❀ حرم سوم میں اختلاف ---------- 372

❀ حرم کا حکم ---------- 372

فصل ٦ ......زیارت بیت المقدس کے مشروع وغیر مشروع اوقات ---------- 373

❀ مشابہتِ کفار ---------- 373

❀ یار لوگوں کی خوش گپیاں ---------- 373

❀ زیارتِ قبر نبوی ﷺ کی روایات ---------- 373

❀ درود شریف ---------- 374

❀ دور و نزدیک سے سلام ---------- 374

❀ درود و سلام پہنچنے کے دلائل ---------- 374

❀ درود شریف کی فضیلت ---------- 375

فصل ۷ ......زیارتِ عسقلان ---------- 376

❀ رباط فی سبیل اللہ کی فضیلت ---------- 376

❀ حیثیت کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی ---------- 376

❀ جنوں کی رہائش ---------- 377

❀ جنوں کا بصورتِ خضر علیہ السلام ظاہر ہونا ---------- 377

❀ وفاتِ خضر علیہ السلام ---------- 377

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ وفات خضر علیہ السلام کے دلائل ---------- 377

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ---------- 378

❀ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رویتِ خضر علیہ السلام مذکور نہیں ---------- 378

❀ شیطانی فریب ---------- 378

❀ شیطانی ولیوں کا ہوا میں اڑنا اور اس کی حقیقت ---------- 379

دوسرا رسالہ......قضاوقدر کے متعلق استفسار ---------- 380

❀ احتجاج بالقدر کے بطلان کی چند وجوہ ---------- 382

❀ پہلی وجہ ---------- 382

❀ نتیجۂ بحث ---------- 382

❀ دوسری وجہ کفار کے معذور ہونے کا الزام ---------- 383

❀ تیسری وجہ ''اجتماعِ ضدین'' ---------- 383

❀ تقدیر کی عدم حجیت ---------- 384

❀ نتیجۂ بحث ---------- 384

❀ چوتھی وجہ خدا کے ظالم ہونے کا لزوم ---------- 384

❀ پانچویں وجہ، تکذیب حدیث، انکار اختیار، اور بے عملی کا لزوم ---------- 384

❀ چھٹی وجہ، علم الٰہی و تقدیر خدائی کے بطلان کا لزوم ---------- 385

❀ اوامر الٰہی کی تعمیل کی عدم ضرورت کا معتقد کافر ہے ---------- 386

فصل ۱......﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ﴾ کی تفسیر ---------- 387

❀ تقدیر، اسباب و مسببات اور اس کی تمثیل ---------- 387

فصل ۲......''معصیت'' اور اس کا غلط و صحیح مفہوم ---------- 388

❀ معصیت کا صحیح مفہوم ---------- 388

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

❀ معصیت کا غلط مفہوم اور تردید ---------- 388

❀ جبریہ کو منوانے کا عجیب طریقہ ---------- 388

فصل ۳ ...... مستطیع وغیر مستطیع کا فرق ---------- 390

❀ مشیت وفعلِ انسانی ---------- 390

❀ افعال العباد کا خالق خدا ہے ---------- 391

فصل ٤ ...... احتجاج بالقدر غیر مفید ہے ---------- 392

❀ تمثیل ---------- 392

❀ حجت جبریہ وحجت مشرکین میں مماثلت ---------- 392

فصل ٥ ...... کلمہ سے داخلہ جنت ---------- 394

❀ وعید وعقاب کی تین شرطیں ---------- 395

پانچ قسم کے لوگ

تیسرا رسالہ ...... اَلنِّيَّةُ فِي الْعِبَادَاتِ ---------- 397

❀ اِستِفتَاءِ متعلقہ ---------- 397

❀ محلِ نیت دل ہے، زبان نہیں ---------- 397

❀ نیت قلبی معتبر ہے ---------- 398

❀ نیت کا لغوی مفہوم ---------- 398

❀ استشہاد بالحدیث ---------- 398

❀ مہاجر ام قیس کا واقعہ ---------- 399

❀ جہری نیت بدعت ہے ---------- 399

❀ سری نیت کے عدمِ وجوب پر ائمہ کا اتفاق ---------- 399

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ زبان سے کسی نماز کا نام لینا کیا ضروری ہے؟ ---------- 399
❀ غسل و وضو اور روزہ میں نیت ---------- 399
❀ مفہوم نیت ---------- 400
❀ نیت، علم و اعتقاد کے تابع ہوتی ہے ---------- 400
❀ غلطی اعتقاد یا واقعہ کی دو صورتیں ---------- 400
❀ مثال دیگر ---------- 401
❀ منشائے غلطی ---------- 401
❀ تلفظ بالنیۃ میں دو قول ---------- 401
❀ پہلا قول ---------- 401
❀ دوسرا قول ---------- 402
❀ قول صحیح ---------- 402
❀ تلبیہ حج سے پہلے کچھ کہنا ناجائز ہے ---------- 402
❀ امام مالک رحمہ اللہ سے بدعت کی تشریح ---------- 404
❀ سنت سے بے توجہی ---------- 404
❀ فرقہ غالیہ کے لیے بددعا ---------- 405
❀ سنت میں میانہ روی بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے ---------- 406
❀ دوسری وجہ ---------- 406
❀ بعض متاخرین کی مخالفتِ سنت ---------- 406
❀ فعل سنت ---------- 406
❀ تکمیل دین و اتمامِ نعمت ---------- 406
❀ جہال کا دین ---------- 407

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ مومنوں کا دین ---------- 407

❀ تنازع اور رجوع الی اللہ والرسول صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 407

❀ جاہل مفتی کی گوشمالی ---------- 408

❀ غالی اماموں کی اقتداء نا جائز ہے ---------- 408

چوتھا رسالہ..... مسائل نیت ---------- 409

❀ الجواب ---------- 409

❀ جہری نیت کے مدعی سے توبہ کرانا ---------- 410

❀ محلِ نیت دل ہے، زبان نہیں ---------- 410

❀ نیت کے لغوی معنی ---------- 410

❀ نیت قلبی و تکلم لسانی کی دو صورتیں ---------- 410

❀ بعض متاخرین کا زعمِ باطل ---------- 410

❀ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تلفظ بالنیہ کا حکم و تعلیم ثابت نہیں ---------- 410

❀ استشہاد بالحدیث ---------- 411

❀ حدیث دیگر ---------- 411

❀ تواتر و اجماع مسلمین ---------- 411

❀ اہل تواتر سے کتمانِ نقل ممتنع ہے ---------- 412

❀ تلفظ بالنیہ میں دو مذہب ---------- 412

❀ پہلا مذہب ---------- 412

❀ دوسرا مذہب ---------- 412

❀ تلفظ بالنیہ کے بدعت ہونے پر استدلال ---------- 412

❀ عیدین میں اذان و اقامت کی بدعت ---------- 413

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

❀ تلفظ بالنیہ عقلاً فاسد ہے ---------- 413
❀ تلفظ سری میں متاخرین کا اختلاف ---------- 414
❀ جہری نیت اور اس کی تکرار ممنوع و غیر مشروع ہے ---------- 414
❀ تعلیم نبوی ﷺ ---------- 414
❀ نماز میں کبھی جہراً ذکر و دعا میں حرج نہیں ---------- 414
❀ بدعت اور اس کی تحسین پر سزا ---------- 415
❀ جاہل مفتی اور اس کی اعانت ---------- 415
❀ کلمۂ قبیحہ اور اس کی سزا ---------- 415
❀ خلاف شریعت اور وعید الٰہی ---------- 415
پانچواں رسالہ......ہجر جمیل، صفح جمیل، صبر جمیل ---------- 419
❀ الجواب ---------- 419
❀ ہجرِ جمیل ---------- 419
❀ صفح جمیل ---------- 419
❀ صبر جمیل ---------- 419

شکوہ الی اللہ صبر جمیل کے منافی نہیں

❀ شکویٰ الی المخلوق اور صبر جمیل میں منافاۃ ---------- 421
❀ وجہ منافات ---------- 421
❀ فعلِ مأمور، ترکِ محظور صبر نہ قضائے مقدور ---------- 422
❀ وصیت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ---------- 423

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدترین قولی واعتقادی لغزشیں اور ان کی چار اقسام

❀ قسم اول ---------- 424

❀ قسم دوم ---------- 426

❀ قسم سوم ---------- 427

❀ قسم چہارم ---------- 427

عوام وصوفیا کے احوال وافعال کی چار قسمیں

❀ قسم اول ---------- 428

❀ قسم دوم وسوم ---------- 430

❀ قسم چہارم ---------- 430

تقسیم بلحاظ تقویٰ وصبر وغیرہ

قسم اول......اہل تقویٰ واہل صبر ---------- 431

قسم دوم......متقی بے صبر ---------- 431

قسم سوم......صابر غیر متقی ---------- 431

قسم چہارم......غیر متقی و بے صبر ---------- 432

تقویٰ ونصرت صلوٰۃ واعمالِ صالحہ اور رحمت کے ساتھ صبر کی مقرونیت کی چار قسمیں اور فوائد

قسم اول......صبر اور تقویٰ ونصرت ---------- 435

قسم دوم......صبر اعمالِ صالحہ ---------- 437

قسم سوم......صبر صلوٰۃ ---------- 437

قسم چہارم......صبر ورحمت ---------- 439

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قسم اول......صابر و بے رحم ---------- 439
قسم دوم......رحم دل بے صبر ---------- 439
قسم سوم......بے صبر و بے رحم ---------- 439
قسم چہارم......صابر و رحم دل ---------- 439
چھٹا رسالہ......فقر و تصوف ---------- 441
❀ استفتاء ---------- 441
❀ اتباعِ کتاب و سنت ---------- 442
❀ وصول إلی اللہ کی شاہراہ ---------- 442
❀ صراطِ مستقیم اور مسلمان کا فرض ---------- 442
❀ علمِ شرعی و عملِ شرعی کی ضرورت ---------- 442
❀ یہود و نصاریٰ کیوں مغضوب و ضالین ہیں؟ ---------- 443
❀ بدعمل عالم اور جاہل صوفی ---------- 443
❀ علماء بگڑ کر یہود اور زاہد بگڑ کر عیسائیت پرست ---------- 443
❀ علم و عبادت میں اہلِ بدعت کی روش ---------- 443
❀ علم شرعی کی ضرورت و اہمیت ---------- 444
❀ گمراہ صوفی اور گمراہ عقیدہ ---------- 444
❀ جاہلانہ تعصب ---------- 444
❀ فقر و غنا کی صحیح تعریف ---------- 445
❀ زُہدِ مشروع و غیر مشروع ---------- 446
❀ صوفی کی وجہ تسمیہ ---------- 446
ساتواں رسالہ......اَلْوَصِیَّةُ الصُّغْرٰی ---------- 447

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ وصیتِ الٰہی ---------- 448

❀ وصیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 448

❀ فضائل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ---------- 448

❀ وصیتِ جامع ---------- 449

❀ وجوہاتِ جامعیت ---------- 449

❀ مغفرت ذنوب کے لیے کون سے اعمال کی ضرورت ہے ---------- 450

❀ ا۔توبہ ---------- 451

❀ ۲۔استغفارِ محض ---------- 451

❀ اعمالِ صالحہ یا کفارات ---------- 451

❀ ا۔کفاراتِ مقدرہ ---------- 451

❀ ۲۔کفّارات مطلقہ ---------- 452

❀ رسوماتِ جاہلیت اور خصائلِ یہود ونصاریٰ ---------- 452

❀ استشہاد بالحدیث ---------- 453

❀ تصدیقِ قرآنی ---------- 453

❀ دینداروں میں یہودیت ونصرانیت ---------- 454

❀ بچاؤ کی تدبیر ---------- 454

❀ دو مفید چیزیں ---------- 454

❀ مہلکات کا علم ---------- 454

❀ اختیارِ مصائب وکفارات ---------- 455

❀ حسن خلق کا خلاصہ ---------- 455

❀ خُلُقِ عظیم کی تفسیر ---------- 456

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ کی دو قسمیں

❀ ا۔ اوامر و نواہی ---------- 456

❀ ۲۔ خشیت الٰہی ---------- 456

❀ اخلاص ---------- 457

❀ ذریعہ حصولِ اخلاص ---------- 458

❀ افضل الاعمال بعد الفرائض ذکرِ الٰہی ہے ---------- 458

❀ تائید بالحدیث ---------- 459

❀ تائید مزید ---------- 459

اذکارِ مسنونہ اور ان کی تین قسمیں

❀ ا۔ اَذْکَارِ رواتب ---------- 460

❀ ۲۔ اَذْکَارِ مقیدہ ---------- 460

❀ ۳۔ اَذْکَارِ مطلقہ ---------- 460

❀ ہر نیک عمل ذکرِ الٰہی میں داخل ہے ---------- 460

❀ افضل الاعمال کی تعیین کے متعلق استخارہِ مسنونہ ---------- 461

بہترین کسب توکل علی اللہ ہے

❀ طلبِ رزق کا پہلا اصول ---------- 461

❀ دوسرا اصول ---------- 463

❀ ایک بزرگ کا قول ---------- 464

❀ تعیینِ کسب اور دو مفید باتیں ---------- 465

❀ علم حدیث و دیگر علومِ شرعیہ ---------- 465

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ علم نبوی ﷺ ہی علم کہلانے کا حقدار ہے ---------- 465

❀ علم کی تین قسمیں ---------- 466

❀ رفعِ اشتباہ کے لیے دعا ---------- 466

❀ ہر علم کی کچھ نہ کچھ واقفیت ضروری ہے ---------- 467

❀ خاتمہ ودعا ---------- 468

آٹھواں رسالہ..... دَرَجَاتُ الْيَقِيْن ---------- 469

❀ علم الیقین ---------- 469

❀ عین الیقین ---------- 469

❀ حق الیقین ---------- 469

❀ مثالِ اول ---------- 469

❀ مثالِ دوم ---------- 470

❀ مثالِ سوم ---------- 470

❀ حلاوت ایمانی کا وجد ذوق اور مدارج ثلاثہ ---------- 471

❀ مثال ---------- 471

❀ دوسرا درجہ ---------- 471

❀ مثالیں ---------- 471

❀ تیسرا درجہ ---------- 472

❀ ایک بزرگ کا مقولہ ---------- 472

❀ مقولہ دیگر ---------- 472

❀ امورِ قیامت اور درجاتِ ثلاثہ ---------- 472

❀ پہلا درجہ ---------- 472

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ دوسرا درجہ ---------- 473

❀ تیسرا درجہ ---------- 473

❀ امورِ دنیا کے درجاتِ ثلاثہ ---------- 473

حلاوتِ ایمانی

❀ ہرقل شاہِ روم کے تاثرات ---------- 474

❀ لذتِ ایمان سے عدم نفرت ---------- 474

❀ شہادتِ قرآنی ---------- 475

❀ استبشار اور اس کی وجہ ---------- 476

❀ لذتِ ظاہری کی مثال ---------- 476

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

❀ محبتِ کاملہ ---------- 476

❀ ہر محبت محبتِ الٰہی کے تابع ہے ---------- 476

❀ شہاداتِ کتاب وسنت ---------- 477

❀ حلاوتِ ایمانی کا منبع ---------- 479

ثمرۂ توحید واخلاص وتوکل ودعا اور درجاتِ ثلاثہ

❀ پہلا درجہ ---------- 479

❀ دوسرا درجہ ---------- 480

❀ تیسرا درجہ ---------- 480

❀ جھوٹی محبت اور اس کا انجام ---------- 480

❀ سچی محبت اور اس کے فوائد وثمرات ---------- 481

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

❀ اِرْشَادُ الْوَرٰی اِلٰی ذَمِّ الْهَوٰی یعنی روضة الْمُحِبِّیْن ---------- 483

❀ تخلیقِ خواہشات کی ضرورت اور فوائد ---------- 483

❀ خواہشات کی مذمت و مدح ---------- 483

❀ شہوات اور اختلافِ مزاج ---------- 484

❀ طبیب وناصح کی مثال ---------- 484

❀ خواہشات اور کتاب سنت ---------- 484

❀ ہویٰ کی وجہ تسمیہ ---------- 485

❀ خواہشات کے کرشے ---------- 485

❀ خواہشِ نفسانی اور جرأت ودین وعقل ---------- 485

❀ خواہش پرستی پر ضد ---------- 485

❀ امام شافعی رحمہ اللہ کی مروت ---------- 486

❀ خواہشات اور حاکمِ عقل وحاکمِ دین ---------- 486

❀ مداومتِ شہوات کا نتیجہ ---------- 486

❀ اسیرِ خواہشات کی مثال ---------- 487

❀ کیا خواہشات سے رہائی ممکن ہے ---------- 487

فصل......خواہشات سے مخلصی کے پچاس طریقے ---------- 488

❀ اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے دشمن وخواہشات کی تذلیل ---------- 488

❀ انسان وحیوان اور ان کا باہمی تفاوت ---------- 490

❀ حیوان سے بدتر ہونے کی دلیل ---------- 490

❀ خواہشات پرستی کے بے شمار نقصانات ---------- 491

❀ خواہشات سے مطلب برآری کے بعد کی حالت ---------- 491

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ غیر کے عیب سے اپنے قصور کی اصلاح ---------- 492

❀ مطالباتِ نفس پر دین و عقلِ سلیم سے مشورہ ---------- 492

❀ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ---------- 492

❀ پرستارِ خواہشات اور انتہائی بزدلی و بد باطنی ---------- 493

❀ خواہشات پرستی کے نقصانات کا فوائد سے موازنہ ---------- 493

❀ شیطان کو انسان پر کب امیدیں لگتی ہیں؟ ---------- 493

❀ خواہشات کی تشریف آوری اور کل چیزوں کا بگاڑ ---------- 494

❀ خواہشات اور شیطان کا چور دروازہ ---------- 494

❀ اتباعِ ہوا و اتباعِ رسول ﷺ ---------- 495

❀ خسیس ترین حیوان ---------- 495

❀ خواہش پرستی اور امامت و اطاعت سے معزولی ---------- 496

❀ خواہش پرست و بت پرست ---------- 497

❀ خواہش پرستی و خطرہِ ایمان ---------- 499

❀ مُنجیات وَ مُہلِکات ---------- 499

❀ ترکِ خواہشات سے توانائی ---------- 500

❀ حقیقی پہلوان کون ہوتا ہے؟ ---------- 500

❀ بامروّت و بے مروّت ---------- 501

❀ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور مروت کی تعریف ---------- 501

❀ عقل اور خواہشات کا دنگل ---------- 501

❀ خواہشات اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ---------- 501

❀ قرینین ---------- 501

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ ارشد وافتح کی عدم تمیز اور مقولہ عارف ---------- 501
❀ مرضِ خواہشات اور اس کی دوا ---------- 502
❀ مریضِ خواہشات اور مقولہ عارف ---------- 502
❀ بشر حافی کا مقولہ ---------- 502
❀ جہادِ اکبر ---------- 502
❀ جہادِ اکبر اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 502
❀ جہادِ نفس اور امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 502
❀ پرہیز و بد پرہیزی ---------- 503
❀ عبدالملک اور غیرت مند جنگلی کا مکالمہ ---------- 503
❀ خواہش پرستی اور ابوابِ توفیق و ابوابِ ذلت ---------- 503
❀ مقولہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ---------- 503
❀ سرچشمہ ہائے کفر ---------- 504
❀ ایک شخص کو عورت کا جواب ---------- 504
❀ خائنِ خدا کے سب کام برباد ---------- 504
❀ خلیفہ معتصم کا مقولہ ---------- 504
❀ مقولہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 505
❀ قبر و قیامت میں تنگی و کشادگی کے اسباب ---------- 505
❀ خواہشات پر صبر کا بہتر معاوضہ ---------- 505
❀ صحبتِ اولیا سے وحشت ---------- 506
❀ بدمستیِ شہوات سے قیامت کو بے ہوشی ---------- 506
❀ خواہش پرستی اور عزائم کی کمزوری ---------- 506

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

❀ زیادہ صحیح العزائم کون ہے ---------- 506

❀ سلیمان بن حبیب کا مغالبہ خواہشات اور ''بدر'' نامی کنیز کا واقعہ ---------- 507

❀ سوارِ خواہشات کی مثال ---------- 508

❀ جنت و دوزخ کی سواریاں ---------- 508

❀ اشرف العلماء کون ہے؟ ---------- 508

❀ خواہشات و مقولہ عطاء رحمہ اللہ ---------- 508

❀ خواہشات کا بت ---------- 508

❀ بتِ مجسم و بتِ خیال ---------- 509

❀ امراضِ قلبی و بدنی کا اصل سبب ---------- 510

❀ خواہش پرستی حسد و عداوت اور شرارت کا منبع ہے ---------- 510

❀ غلبہِ شہوات کی خرابیاں ---------- 510

❀ غلبہِ خواہشات سے عقل روپوش ہو جاتی ہے ---------- 511

❀ خواہشات و عقل کی جنگ ---------- 511

❀ اعضاء و جوارح کے بادشاہ دل کی آزمائش ---------- 511

❀ سب سے بڑا دشمن شیطان اور خواہش ---------- 512

❀ انسان کی ابتدا و انتہا اور انجام ---------- 512

❀ ترجیحِ خواہشات پر عقل کے نتائج ---------- 513

❀ شباب میں ترکِ خواہشات کا نتیجہ حسنہ ---------- 513

❀ ضبط و دانشمندی ---------- 513

❀ خواہشات اور غلامی و آزادی ---------- 513

❀ عَبْدُ الشَّهَوَات ---------- 514

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

- ❀ تارکِ خواہشات کا مقام و مرتبہ اور انجام ---------- 514
- ❀ ترکِ شہوات اور یوسف علیہ السلام ---------- 515
- ❀ ترکِ خواہشات اور ایک خواب ---------- 515
- ❀ ترکِ خواہشات قبولیت کا سبب ---------- 515
- ❀ ترکِ خواہشات کے ثمرات و برکات ---------- 516
- ❀ عرشِ الٰہی کے سایہ میں ---------- 516
- ❀ خواہشات پرست اور میدانِ محشر کی سختیاں ---------- 517

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اصحابِ صُفّہ کا شمار ملت اسلامیہ کے ان محسنوں اور فدائیوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے زندگی کی تمام نعمتیں وطن، اہل وعیال، مال و دولت اور عیش وعشرت کو تعلیمِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لیے وقف، اللہ کے لیے نذر، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دیا تھا۔ ان کا وطن اسلام تھا، حسب ونسب اسلام تھا، زندگی اسلام کے لیے تھی اور خاتمہ بالخیر اسلام اور رضائے الٰہی پر ہوا، رضی اللہ عنہم۔

مسجدِ نبوی میں ان کا مسکن صُفّہ اب بھی موجود ہے جو اسلامی دنیا کی پہلی دینی وعلمی درسگاہ تھی، لوگ اسے عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے اور ملت کے ان محسنوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

لیکن افسوس! یہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ان عالی مرتبت اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی حالات پر پردہ ڈالا گیا اور ان کے ساتھ مختلف قسم کے اوہام وخرافات کو منسوب کر کے ان اولوالعزم مجاہدوں اور قناعت پسند غیور و دردمند محسنوں کو محض تارک الدنیا فقیر اور حال وقال میں مست چلّہ کش صوفی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور انہیں آج کل کے خانقاہی پیشہ ور صوفیوں کی طرح قیاس کیا جاتا ہے، اور موجودہ قبوری تصوف کو ان کا علمبردار بتایا جاتا ہے، اور ان مؤحد نفوس قدسیہ کو قطب، ابدال، غوث، قلندر، خاتم الاولیاء وغیرہ جیسے جھوٹے القاب عطا کیے جاتے ہیں۔

انہی جھوٹی روایات اور من گھڑت حکایات کی وجہ سے مسلمانوں میں اہلِ کتاب کی رہبانیت، بت پرستوں کا سنیاس اور مجوسیوں کی درویشیت اور باطنیوں کے بے بنیاد اوہام و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خرافات رائج ہو گئے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، وہ بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد وافکار پر اللہ کی ننگی تلوار بن کر چمکے اور شرک و بدعات کے ان قلعوں کو قرآن و حدیث، سیرتِ صحابہ وآثارِ سلف کے مضبوط ہتھیاروں سے زیر وزبر کر ڈالا۔

ان کے ان لاجواب مدلل رسالوں سے شرک و بدعات کے بازار سرد پڑ گئے، لاکھوں افراد بدعقیدگی کی دلدل سے نکل کر توحید وسنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

زیر نظر رسالہ میں امام مصوف نے غیر اسلامی تصوف کا بخیہ تار تار کر ڈالا ہے۔

اصحابِ صفہ کی آڑ لے کر جس خانہ زاد تصوف کو رواج عام دینے کی کوشش کی گئی ہے شیخ الاسلام نے اپنے خداداد مخصوص محکم طرزِ استدلال سے اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں، یہ رسالہ اس سے پہلے بھی چھپ کر مقبولِ عام وخاص ہو چکا ہے، امید ہے کہ یہ اشاعتی خدمت عند اللہ وعند الناس قبول ہو گی اور یہ رسالہ عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے نسخہ کیمیا ثابت ہو گا۔

والسلام

مختار احمد ندوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مؤلف کی سوانح حیات

آپ کا نام اور نسب یہ ہے:

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبدالسلام بن عبد الله بن الخضر بن محمد ابن تیمیه النمیری الحرانی الدمشقی .

تیمیہ آپ کے جد اعلیٰ محمد کی والدہ محترمہ تھیں یہ واعظ تھیں، راوی تھیں، یہ معزز گھرانہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔

دجلہ و فرات کے درمیان جزیرہ کے اہم شہر حران میں ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے جب تاتاریوں کا غلبہ ہوا تو ان کے والد محترم پورے خاندان کے ساتھ دمشق چلے آئے۔ دمشق کے نامور اہل علم سے آپ نے کسب فیض کیا جو اس وقت علم و دین کا مرکز تھا۔

آپ زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کے امام تھے تو دوسری طرف شجاعت و بسالت اور شہسواری کے نامور مجاہد تھے، جس طرح آپ نے اپنی زبان و قلم سے امت کے عقائد کی مدافعت کی اسی طرح تلوار سے ملک کی حفاظت بھی کی۔

دمشق پر جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو دفاع کا مقدس فریضہ انجام دیا اور دمشق کے جنوب میں شوحب کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ اللہ نے اس جنگ میں تاتاریوں کو شکست فاش دی۔ جس سے شام و فلسطین اور مصر و حجاز تاتاریوں کی خون آشامیوں سے بچ گئے۔ امت کے ان دشمنوں کے خلاف مسلسل جنگ کرنے اور علم جہاد بلند کیے رہنے کا آپ نے حکام سے مطالبہ کیا، جنہوں نے ان بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بس اسی پر حکام کی کینہ توزی، علماء اور ہم عصر لوگوں کا حسد، منافقین اور فاجرین کی سیہ کاری رنگ لائی اور آپ کو تعذیب و ایذا دہی، قید و بند اور جلا وطنی کے ہر مرحلہ سے گزارا گیا لیکن نہ آپ کے قدموں میں تزلزل آیا نہ آپ جھکے۔ آپ کے اس وقت کے جملے زبان زد خاص و عام تھے:

''میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ میری جنت میرے سینے میں ہے اور کہیں بھی جاؤں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ قید میرے لیے خلوت ہے قتل میرے لیے شہادت ہے اور شہر بدر میرے لیے سیاحت ہے۔''

تند دبار جیل گئے۔ جیل میں کہا کرتے تھے:

''محبوس تو وہ ہے جس کا قلب اس کے رب سے روک دیا جائے اور قیدی تو در حقیقت اسے کہیں گے جسے اس کی خواہشات نے قید کر لیا ہو۔''

آپ کی تین سو سے زائد تالیفات ہیں جو مختلف علوم پر مشتمل ہیں۔ چند تالیفات تو کئی ضخیم جلدوں میں ہیں۔

آپ کی وفات قلعہ دمشق کی جیل میں ہوئی۔ ۷۲۸ھ کی ذی القعدہ کی ۲۲ تاریخ تھی۔ پ پر اللہ کی رحمت سایہ فگن ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصحاب صفہ
اور
تصوف کی حقیقت

اس رسالے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صفہ اور اصحاب صفہ پر روشنی ڈالی ہے، نیز عوام الناس میں پائی جانے والی اس غلط فہمی کہ صوفیا کا تعلق اصحاب صفہ سے ہے، کو رفع کیا ہے۔

رجال الغیب غوث، قطب، ابدال وغیرہ اصطلاحات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور اولیاء اللہ کا صحیح مفہوم واضح کیا ہے۔

مزید برآں آپ نے غیر اسلامی تصوف کی خوب خوب خبر لی ہے اور اپنے مستحکم طرز استدلال سے اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِستِفتَاء

اس مسئلہ میں، علمائے دین کیا فرماتے ہیں، کہ اصحابِ صفہ کی تعداد کتنی تھی؟ مکہ میں تھے یا مدینہ میں؟ کس مقام پر رہتے تھے؟ سب ہمیشہ اپنی جگہ پر ہی رہتے تھے، اور بجز حوائج ضروریہ کے کسی اور کام کے لیے نہ نکلتے تھے، یا ان میں سے بعض صفہ میں بیٹھتے تھے، اور بعض تلاشِ معاش میں نکلا کرتے تھے؟ ان کی بسر کیونکر ہوتی تھی؟ آیا محنت ومشقت کرتے تھے یا جھولی لے کر بھیک مانگتے پھرتے تھے؟

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ اصحابِ صفہ نے مشرکین کی طرف سے مومنین سے جنگ کی؟ اور یہ کہ وہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بقیہ عشرۂ مبشرہ اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں؟ کیا اس زمانہ میں لوگ اصحابِ صفہ سے متنفر مانتے تھے؟ کیا اصحابِ صفہ نے کبھی دف یا دیگر آلاتِ موسیقی پر وجد کیا؟ کیا ان کا کوئی خاص حاوی (گویا یا قوال) تھا، جس کی آواز پر وہ تالیاں بجا بجا کر حرکت کرتے اور ناچتے تھے؟

اس آیت کے بارے میں کیا رائے ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ (الکھف: ۲۸)

''ان لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی مرضی چاہتے ہیں''

آیا عام یا صرف اصحابِ صفہ کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

کیا یہ حدیث صحیح ہے، جو عوام کی زبانوں پر ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((مَا مِنْ جَمَاعَةٍ يَجْتَمِعُوْنَ اَلَّا فِيْهِمْ وَلِيٌّ اللّٰهِ لَا النَّاسُ تَعْرِفُهُ وَلَا الْوَلِيُّ يَعْرِفُ اَنَّهُ وَلِيٌّ .))؟

کیا اولیاء اللہ کی حالت اہلِ علم سے پوشیدہ رہتی ہے؟ ولی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

ان فقراء سے کون لوگ مراد ہیں جو اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ فقراء کون ہیں جن سے سلوک کرنے کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا ہے؟ آیا وہی لوگ ہیں جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں، اپنی روزی نہیں رکھتے یا کوئی اور؟

ابدال کے بارے میں حدیث مروی ہے، کیا وہ صحیح ہے؟ کیا ابدال صرف شام میں ہوں گے یا ہر اس جگہ جہاں کتاب وسنت کے مطابق شعائرِ اسلام قائم ہوں، عام اس سے کہ شام ہو یا کوئی اور ملک؟

کیا یہ صحیح ہے، کہ ولی مجلس میں بیٹھے بیٹھے نظروں سے اچانک غائب اور اپنے جسم کے ساتھ شام وغیرہ کسی ملک میں پہنچ جاتا ہے؟

ان اسماء والقاب کی بابت علماء کی کیا رائے ہے، جو نیک اور صالح لوگوں کو دیے جاتے ہیں؟ مثلاً کہتے ہیں فلاں ''غوث الاغوات'' ہے، ''قطب الاقطاب'' ہے، ''قطبِ عالم'' ہے، ''قطبِ کبیر'' ہے، ''خاتم الاولیاء'' ہے؟

نیز اس قلندریہ فرقہ کے متعلق کیا فتوی ہے جو داڑھیاں منڈاتا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس گروہ میں شمار ہوتا ہے؟ اس کا یہ اعتقاد کیسا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سرکردہ اور شیخ قلندر کو انگور کھلائے اور اس سے عجمی زبان میں گفتگو کی؟ کیا اللہ پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے لیے جائز ہے کہ بازاروں اور دیہاتوں میں چلاتا پھرے کہ ''کس کے پاس فلاں شیخ یا قبر کی نذر اور منت ہے؟'' اس کام میں مدد کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، جو کہتا ہے کہ ''سیدہ نفیسہ [1] مرادوں کا دروازہ اور

[1] اہل بیت سے ہیں اور مصر میں مدفون ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مخلوق و خالق کے مابین واسطہ ہیں، مصر کی محافظ ہیں؟

اور تالیاں سننے کے لیے اٹھتے ہیں تو ''رجال الغیب'' (غیب کے آدمی) حاضر ہوتے ہیں اور دیواریں شق ہو جاتی ہیں، ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور مشائخ کے ساتھ یا خود ان پر رقص کرتے ہیں، اور بعض تو یہاں تک اعتقاد رکھتے ہیں، کہ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے اور ان کے ناچ میں شریک ہو جاتے ہیں؟ رجال الغیب کے کیا معنی ہیں؟

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کیسا ہے، کہ ہم تاتاریوں کے روحانی محافظ ہیں؟

کیا تاتاریوں کے بھی محافظ ہوتے ہیں؟ اگر ہوتے ہیں تو کیا امتِ مسلمہ کے محافظوں کی طرف کفار کے محافظ بھی باطنی احوال اور قدرت و غلبہ رکھتے ہیں؟

یہ مزارات جو امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، حقیقی ہیں یا فرضی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ نے جواب دیا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''صفہ'' کہ جس کی طرف اصحابِ صفہ منسوب ہیں، مسجد نبوی کے شمالی سرے پر واقع تھا، اس میں وہ غریب مسلمان پناہ لیتے تھے جن کے پاس نہ اہل وعیال تھے اور نہ کوئی جائے پناہ تھی۔ تفصیل یہ ہے کہ جب مدینہ کے قبائل اوس اور خزرج کے بہت سے سردار ایمان لا کر منیٰ میں بیعۃ العقبہ کر چکے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط جائے پناہ بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو ہجرت کا حکم دیا چنانچہ مکہ اور دوسری جگہوں سے مسلمان جوق در جوق مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے اور وہاں ان کی ایک بڑی جمعیت فراہم ہو گئی، اس وقت مدینہ میں مومنین سابقین دو قسم کے تھے، ایک مہاجرین جو اپنے مقامات سے ہجرت کر کے آئے تھے اور دوسرے انصار جو خود مدینہ کے اصلی باشندے تھے۔

بدوی اعراب وغیرہ میں جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان کا حکم دوسرا ہے۔ نیز کچھ مسلمان ایسے تھے جنہیں ان کا فر سرداروں نے قید و بند میں ڈال کر ہجرت سے روک دیا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے جو مغلوب ہو کر طاقت ور کفار کے ساتھ رہتے تھے، یہ تمام قسمیں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا حکم اور ان کے اشباہ و نظائر تا قیامت باقی و نافذ ہیں۔

فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾(انفال : ۷۲ تا ۷۴)

”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد دی وہ باہم دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ بھی نہیں، یہاں تک کہ ہجرت کریں، اور اگر دین کے معاملے میں تم سے مدد کے خواہاں ہوں تو تم پر ان کی مدد لازم ہے، بجز ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کے اور تمہارے مابین عہد ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا وہ باہم دوست ہیں۔ مسلمانو! اگر یہ کام نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔“

اور یہ آخری آیت مومنین سابقین کے متعلق ہے، پھر ان لوگوں کا ذکر ہے جو قیامت تک ان کے پیچھے آنے والے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾(انفال : ۷۵)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

''اور جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ تم میں سے ہیں، اور قرابت دار کتاب اللہ میں باہم نزدیک تر ہیں، اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾(التوبہ : ١٠٠)

''مہاجرین و انصار میں سابقون الاولون (یعنی پہلے پہل ایمان لانے والے) اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (نساء : ٩٧ تا ٩٩)

''جن لوگوں کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں، فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کی جگہ جہنم ہے بجز ناتواں مردوں اور عورتوں کے جو نہ کوئی حیلہ رکھتے ہیں نہ راستہ۔ ایسے لوگوں کو شاید اللہ معاف کر دے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہجرت کرنے والے مسلمان دو قسم کے تھے بعض اہل وعیال کے ساتھ آتے تھے اور بعض تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے۔ انصار انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے بیعت اسی بات پر کی تھی کہ مسلمانوں کو پناہ دیں گے اور ہر طرح کی ہمدردی کریں گے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مہاجر آتا اور اس کی مہمانی پر باہم انصار میں جھگڑا ہو جاتا، ہر کوئی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا، آخر قرعہ کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔ نبی ﷺ نے مہاجرین وانصار میں اتحاد و مواخات قائم کر دی۔ [الرحیق المختوم، زاد المعاد لابن القیم]

مہاجرین کی تعداد بتدریج بڑھتی رہی کیونکہ اسلام برابر پھیل رہا تھا اور مخلوق دین الٰہی کی حلقہ بگوش ہوتی چلی جاتی تھی۔ نبی ﷺ کفار سے بھی بذات خود جہاد کرتے اور کبھی مسلمانوں کی فوجیں بھیجتے تھے، اس سے بھی اسلام کو ترقی ہوئی۔ بہت سے لوگ صدقِ دل سے ایمان لاتے تھے اور بہتیرے اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے مرعوب ہو کر ظاہراً مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس طرح مدینہ میں مہاجرین کی کثرت ہوتی جاتی تھی جن میں امیر، غریب، صاحبِ عیال اور بے عیال سبھی قسم کے لوگ ہوتے تھے۔

اس صورتِ حال کا نتیجہ تھا کہ بعض کو رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور وہ مجبوراً اس صفہ میں پناہ لیتے تھے جو مسجد میں واقع تھا۔ تمام اہلِ صفہ ہمیشہ اکٹھے نہیں رہتے تھے بعض شادی بیاہ کر کے الگ ہو جاتے اور گھر گرہستی بنا لیتے تھے اور بعض زمانہ کی مساعدت کا بدستور انتظار کیا کرتے تھے۔ تمام اہلِ صفہ بیک وقت نہیں آئے تھے، بتدریج آئے تھے اور وقتاً فوقتاً کم زیادہ ہوتے رہتے تھے چنانچہ کبھی دس یا اس بھی کم ہوتے اور کبھی بیس، تیس، چالیس، ساٹھ، ستر تک پہنچ جاتے۔

اصحابِ صفہ (یعنی جنہوں نے مختلف زمانوں میں صفہ میں پناہ لی) کی مجموعی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ''چار سو تھے'' اور بعض اس سے کم بتاتے ہیں۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی (متوفی ۴۱۲ھ) نے اپنی کتاب ''اہلِ صفہ'' میں ان کے اسماء و حالات جمع

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کیے ہیں۔ شیخ نساک کو صوفیہ کے حالات، ان کی معتمد علیہ روایات اور ان کے ماثور اقوال جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔

چنانچہ انہوں نے بزرگانِ سلف خصوصاً ان تمام لوگوں کے حالات جمع کر دیے ہیں جن کے متعلق انہیں معلوم ہوا کہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ انہوں نے ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی ہے جس میں بکثرت قیمتی فوائد ملتے ہیں۔ وہ خود بھی ایک دیندار اور صالح آدمی تھے۔ انہوں نے جو آثار روایت کیے ہیں ان میں بڑا حصہ صحیح ہے لیکن کبھی ضعیف بلکہ موضوع آثار و احادیث بھی یہ جانتے ہوئے کہ وہ غلط ہیں، روایت کر جاتے ہیں۔ بعض حفاظِ حدیث نے ان کے سماع میں کلام (1) کیا ہے۔ اسی سبب سے امام بیہقی رحمہ اللہ جب ان سے روایت کرتے تھے تو کہتے تھے:

((حدثنا ابو عبد الرحمن من اصل سماعه .))

لیکن ان جیسے صالحین کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ قصداً کذب بیانی کی ہوگی بلکہ ہوتا یہ تھا کہ حفظ و مہارت کی کمی کے باعث روایت میں غلطی کر جاتے تھے۔ تمام ناسک و عابد علم میں ہم پلہ نہ تھے۔ بعض حدیث کے حافظ و ماہر تھے جیسے ثابت البنانی، فضیل بن عیاض وغیرہ اور بعض اس درجہ کے نہ تھے اور کمزوری کی وجہ سے روایت میں کبھی غلطی کر جاتے تھے جیسے مالک بن دینار، فرقد سنجی وغیرہ۔ ابو عبدالرحمٰن کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ متکلمین صوفیہ کے جو اقوال و آثار روایت کیے ہیں، ان میں ایک بڑا حصہ

---

(1) حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی تضعیف کی ہے، ابن قطان کا قول ہے کہ وہ صوفیوں کے لیے حدیثیں بنایا کرتے تھے۔ ناظرین متعجب ہوں گے کہ ایسے جلیل القدر لوگ جان بوجھ کر کیوں حدیثیں بناتے تھے؟ دراصل ان کا موقف یہ تھا کہ اگر نیکی کی ترغیب اور بدی کی ترہیب کے لیے ایک جھوٹی حدیث سے کام نکلتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ مقصود ہدایت ہے خواہ صحیح حدیث سے حاصل ہو یا ضعیف اور موضوع سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب میں بے شمار جھوٹی حدیثیں موجود اور واعظوں اور صوفیوں کی زبانوں پر رائج ہیں۔ لیکن اہل حق اس قسم کے جھوٹ کو بھی اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ مقصد کے لیے کیوں نہ ہو، ناجائز بتاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم و ہدایت کا ہے اور ایک حصہ غلط اور باطل ہے۔ یہی حال خود ان کے اپنے اجتہادات کا ہے، بعض قطعاً باطل ہیں اور بعض درست ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ وغیرہ سے حقائقِ تفسیر میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اشارات کی قسم سے جو حصہ روایت کیا ہے اس میں بعض عمدہ امثال اور اچھے استدلال ہیں اور بعض بالکل لغو و باطل ہیں۔ غرضیکہ شیخ ابو عبدالرحمٰن نے اصحابِ صفہ، زُہادِ سلف اور طبقاتِ صوفیہ کے سلسلہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اس سے جہاں بہت سے فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں، وہاں اس کی باطل روایتوں سے احتیاط و اجتناب بھی ضروری ہے۔ یہی حال تمام فقہاء، زہاد، متکلمین وغیرہ کی روایات و آراء کا ہے۔

طالب حق کو چاہیے کہ ان میں سے وہ چیزیں چن لے جن میں علم و ہدایت و حق ہے کہ جسے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ چیزیں چھوڑ دے جن کی بنیاد فاسد یا مشکوک آراء پر ہے کہ جن کی ان کے ہاں بڑی کثرت [1] ہے۔ لیکن وہ بزرگ جنہیں امت میں لسان صدق کا مرتبہ ملا ہے اور جن کی مدح و ثنا تمام زبانوں پر ہے تو وہ ائمہ ہدیٰ اور مصابیح دجی ہیں۔ ان کی غلطیاں ان کے حق وصواب کے مقابلہ میں کم ہیں اور جتنی بھی ہیں عموماً اجتہاد کی راہ سے ہیں کہ ان کے عذر مقبول ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو علم و عدل کی صراط مستقیم پر گامزن ہیں، ظلم و جہل سے، اتباع ظن سے اور ہوا و نفس کی پیروی سے کوسوں دور ہیں۔

---

[1] ممکن ہے کہا جائے ہم عوام ایسی کتابوں میں حق و باطل کی شناخت کیونکر کریں؟ عذر معقول ہے، لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ اس قسم کی کتابوں ہی سے پرہیز کریں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول میں پوری ہدایت موجود ہے۔ قرآن نے تمام کتابوں سے مستغنی کر دیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱):

کیا اصحابِ صُفّہ بھیک مانگتے تھے؟

اصحابِ صفہ اور دوسرے غریب مسلمانوں کی بابت وہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف صاف دے دیا ہے کہ مستحقِ صدقہ اور مستحقِ فے کون لوگ ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرة: ۲۷۱ تا ۲۷۳)

”اگر تم اپنی خیرات ظاہر کرو تو اچھا ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور یہ دور کرے گا تم سے تمہاری برائیاں۔ اور جو کچھ مال تم خرچ کرو تمہارے اپنے لیے ہے اور نہ خرچ کرو مگر رضائے الٰہی کے واسطے اور جو کچھ مال خرچ کرو گے تمہیں پورا مل جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا۔ خیرات ان فقیروں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں چلنے کی وجہ سے بند کیے گئے ہیں، زمین پر چل پھر نہیں سکتے، انہیں بے سوالی کی وجہ سے جاہل مالدار خیال کرتا ہے۔ تم انہیں ان کے چہرے سے پہچان لو گے وہ لوگوں سے اصرار کر کے نہیں مانگتے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحشر: ۸)

"(مال فے) ان فقرائے مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھربار سے نکال دیے گئے ہیں اللہ کا فضل و رضا مندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔"

اصحابِ صفہ اور دوسرے غریب مسلمان اگر حالات مساعد پاتے تو ضرور کسبِ معیشت کرتے تھے اور اس سے اس چیز میں کوئی خلل نہ پڑتا تھا جو اللہ کی نظر میں کسب سے زیادہ محبوب ہے لیکن اگر اللہ کی راہ میں چلنے کی وجہ سے معیشت کے تمام دروازے بند پاتے اور باوجود کوشش کے مجبور ہو جاتے تو پھر وہ کرتے تھے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قربت حاصل ہو۔

اصحابِ صُفہ اسلام کے مہمان تھے۔ نبی ﷺ کے گھر میں جو کچھ میسر ہوتا انہیں بھیج دیا جاتا کیوں کہ وہ اکثر اوقات غریب ہوتے تھے اور اتنا نہ رکھتے تھے کہ اپنی روزی پیدا کر سکیں۔ رہا لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا تو اس بارے میں ان کا طریقہ وہی تھا، جس پر رسول ﷺ نے صحابہ کی تربیت کی تھی یعنی مستغنی کے لیے سوال حرام قرار دے دیا تھا، الا یہ کہ اپنا حق مانگتے مثلاً حاکم سے سوال کرے کہ اللہ کے مال میں سے میرا حق دلاؤ۔ رہا محتاج تو اگر کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ صالحین اور مالداروں سے سوال کرے، بشرطیکہ احتیاج واقعی ہو۔ اس باب میں سنت یہ تھی کہ آپ نے اپنے خواص اصحاب رضی اللہ عنہم کو سوال کرنے سے بالکل منع کر دیا تھا حتیٰ کہ ان میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے درہ گر جاتا تو کسی سے نہ کہتا تھا "اٹھا دو" اس سلسلہ میں بکثرت احادیث و آثار و اقوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علماء موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ فتویٰ متحمل نہیں مثلاً آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((مَا اَتَاكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ سَائِلٍ لَهُ وَلَا مُشْرِفٌ فَخُذْهُ وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ)) (صحیحین وغیرہ)

”جو مال تمہارے پاس اس طرح آئے کہ نہ تم نے اسے مانگا نہ اس کے لیے للچائے تو لے لو اور جو اس طرح نہ ہو اس کا خیال نہ کرو۔“

اور فرمایا:

((مَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِيهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.)) (صحیحین)

”جو استغنا چاہتا ہے اللہ اسے مستغنی کرے گا، جو سوال سے بچنا چاہتا ہے اللہ اسے بچائے گا، جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ اسے صبر دے گا۔ صبر سے بڑا عطیہ کسی کو نہیں ملا۔“

اور فرمایا:

((وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ مَسْأَلَتُهُ خُلُوْشًا (أَوْ خُمُوْشًا أَوْ كُلُوْشًا) فِيْ وَجْهِهِ.)) [1]

”جس نے لوگوں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس ضرورت بھر کا ہے تو اس کا یہ سوال (قیامت کے دن) اس کے چہرے پر خراش بن کر ظاہر ہوگا۔“

اور فرمایا:

((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَذْهَبَ فَيَحْتَطِبَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَمْ مَنَعُوهُ.))

[1] احمد اور اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ اس میں ”غنی“ کی تعریف کی گئی ہے کہ پچاس درہم پاس ہوں۔ گو موجودہ زمانہ میں یہ رقم مستغنی نہیں کر سکتی کیونکہ ضروریات بہت ہیں اور گراں ہیں، تاہم اس وقت بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کتنی رقم ہونے کی صورت میں انسان دوسروں سے مستغنی ہو سکتا ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

”اگر اپنی رسی لے کر جاؤ اور لکڑی چن لاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگو، دیں یا نہ دیں۔“

رہی یہ بات کہ کس قدر مانگنا جائز ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کے قصہ میں بتا دیا ہے کہ دونوں ایک آبادی میں پہنچے اور ”کھانا“ مانگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزید تشریح فرما دی ہے کہ:

((لَا تَحِلُّ الْمَسْئَلَةُ اِلَّا لِذِی اَلَمٍ مُّوْجِعٍ اَوْ عَزَمٍ مُّفْظِعٍ اَوْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ .)) (زاد مسلم)

”سوال صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جسے کوئی سخت بیماری ہو یا جس پر بھاری قرض ہو یا فاقہ کشی میں مبتلا ہو۔“

اور جیسا کہ قبیصہ بن مخارق الہلالی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((یَا قَبِیْصَةُ لَا تَحِلُّ الْمَسْئَلَةُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَسَاَلَ حَتّٰی یَجِدَ سَدَادًا مِنْ عَیْشٍ ثُمَّ یُمْسِكُ وَرَجُلٌ یَحْمِلُ حَمَالَةً فَیَسْاَلُ حَتّٰی یَجِدَ حَمَالَتَهٗ ثُمَّ یُمْسِكُ وَمَا سِوٰی ذَالِكَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ فَاِنَّمَا هُوَ سُحْتٌ اَكَلَهٗ سُحْتاً .)) (مسلم)

”اے قبیصہ! سوال صرف تین شخصوں کے لیے جائز ہے: جس کے مال کو کسی آفت نے نازل ہو کر تباہ کر ڈالا اور اس نے سوال کیا یہاں تک کہ روزی مل گئی پھر رک گیا، اور وہ شخص جس پر بار ہے پس اس نے سوال کیا یہاں تک کہ بار اتر گیا پھر رک گیا۔ اس کے علاوہ جو سوال ہے حرام ہے اور سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔“

رہی بھیک اور دریوزہ گری تو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور نہ اہلِ صفہ میں اور نہ سلف میں کسی اور کا یہ پیشہ تھا کہ زنبیل یا جھولی لے کر در بدر بھیک مانگے، اس پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دوسرے راستہ سے رزق پیدا نہ کرے۔ اسی طرح کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو زائد مال رکھتا ہو اور زکوۃ ادا نہ کرتا ہو یا اپنا مال اللہ کی راہ میں اور مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہو۔ اللہ کی راہ میں بخل، ادائے حقوق میں تساہل، حدود اللہ سے تجاوز، یہ ظالموں کی صفات ہیں، صحابہ ان سے بالکل پاک تھے، ان کی تو وہ شان ہے کہ خود رب العزت نے قرآن میں تعریف کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل (۲):

کیا اصحابِ صُفّہ نے مسلمانوں سے جنگ کی؟

جو شخص یہ کہے کہ صحابہ، عام اس سے کہ اصحابِ صفہ ہوں یا کوئی اور، تابعین یا تبع تابعین میں سے کسی شخص نے بھی کفار کی حمایت کی اور ان کی طرف ہو کر رسول اللہ ﷺ یا آپ کے اصحاب سے جنگ کی یا اسے جائز سمجھا یا خود یہ خیال کرتا ہو کہ اس طرح کی جنگ جائز ہے تو وہ شخص کج رو ہے، گمراہ ہے، بلکہ کافر ہے۔ اس سے توبہ کرانا واجب ہے، اگر انکار کرے تو اس کا قتل ضروری ہے۔

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء: ۱۱۵)

"ہدایت جان لینے کے بعد جو کوئی رسولؐ سے مخالفت کرے اور مسلمانوں کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اسے ادھر متوجہ کریں گے جدھر متوجہ ہوا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔"

اصحابِ صفہ اور ان کے امثال "قراء" کے جن کے قاتلوں پر نبی ﷺ نے قنوت میں بددعا کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعظم ترین ایمان والے رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے والے اللہ اور اس کے حبیب کی نصرت میں مر مٹنے والے لوگ تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحشر: ۵۹)

"(مالِ فے) ان فقرائے مہاجرین کے لیے جو اپنے گھربار سے نکال دیے گئے ہیں، اللہ کا فضل و رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾

(فتح: ۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں، کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، انہیں رکوع و سجود کرنے والا پاتے ہیں ان کی علامت سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر ہے ان کی یہی صفت تورات و انجیل میں ہے مثل کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر قوی کی پھر موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر قائم ہو گئی اچھی لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو تاکہ ان کے (مسلمانوں کے) ذریعہ کفار کو غصہ دلائے۔"

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ (المائدہ: ۵۴)

"اے وہ جو ایمان لائے تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسی قوم لائے گا جس سے اسے محبت ہو گی اور جو اس سے محبت کریں گے، مومنین پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد غزوات میں شرکت کی جن میں سے نو میں لڑائی ہوئی مثلاً بدر، احد، خندق، حنین۔ بدر میں اللہ نے مسلمانوں کو باوجود کمزور ہونے کے فتح یاب کیا، احد میں مغلوب ہوئے۔ حنین میں پہلے شکست کھائی پھر لوٹے تو مظفر ومنصور لوٹے۔ خندق میں محصور ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر کسی بڑی جنگ کے دشمنوں کو پراگندہ کیا، تمام جنگوں میں مومنین جن میں اصحاب صفہ اور دوسرے صحابہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔ انہوں نے ایمان کے بعد کفر و کفار کی طرف سے کبھی بھی جنگ نہیں کی۔ اس کے خلاف سمجھنا اور کہنا سخت گمراہی ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے والے مومن، منافق ہیں۔ منافقوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان میں زہد و عبادت بھی پائی جاتی ہے مگر ساتھ ہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ ایمان و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اولیاء میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو رسول ؐ کی پیروی سے بے نیاز ہیں جس طرح خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے بے نیاز تھے۔ ان میں ایسے منافق بھی ہیں جو اپنے شیخ یا عالم یا بادشاہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر علی الاطلاق یا بعض وجوہ سے فضیلت دیتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت کافر ہیں اور اتمام حجت کے بعد ان کا قتل واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان کے لیے مبعوث کیا، عام اس سے کہ جن ہوں یا انس، زاہد ہوں یا بادشاہ، غرض کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مستغنی نہیں۔ رہا موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا مغالطہ تو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے رسول تھے اس لیے خضر علیہ السلام پر ان کی اتباع واجب نہ تھی، چنانچہ انہوں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((اِنِّی عَلٰی عِلْمٍ مِنَ اللّٰهِ عَلَّمَنِیْهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهٗ عَلٰی عِلْمٍ مِنَ اللّٰهِ عَلَّمَکَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ .)) (بخاری)

''مجھے اللہ کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے اور تم اسے نہیں جانتے (اسی طرح) تمہیں اللہ کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے تمہیں سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا۔''

لیکن حضرت محمد ﷺ کی حیثیت یہ نہ تھی، آپ ﷺ کسی خاص گروہ یا قوم کی رہبری کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لیے آفتابِ ہدایت بنا کر بھیجے گئے تھے چنانچہ فرمایا:

((وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً .)) (مسلم)

''نبی خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام آدمیوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں (وہ اللہ) جسے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت حاصل ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ (سبا: ۲۸)

''ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔''

دوسری قسم کے منافق وہ ہیں جو کہتے ہیں اللہ کو تمام مخلوق رب مانتی ہے، دینِ الٰہی موافقتِ قدر کے سوا اور کچھ نہیں، بت پرستی و خدا پرستی، شرک و خلوصِ عبادت، رجوع الیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ماسویٰ اللہ اور حنیفیت انبیاء و صحف سماویہ پر ایمان اور ان سے کفر و اعراض سب برابر ہیں۔ یہ منافق ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح پر کاربند رہے اور ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا اور زمین کو فساد سے بھر دیا یکساں سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک متقین و فجار اور مسلمین و مجرمین ایک ہیں۔ وہ ایمان و تقویٰ اور عمل صالح و حسنات کو بمنزلہ کفر و عصیان کے قرار دیتے ہیں۔ اہلِ جنت کو مثل اہل جہنم کے اور اولیاء اللہ کو مثل اعداء اللہ کے سمجھتے ہیں۔ پھر اسے کبھی رضا بالقدر قرار دیتے ہیں اور کبھی توحید و حقیقت بتاتے ہیں، ان کی گمراہی کی بنیاد اس بڑی گمراہی پر ہے کہ خدا کے ہاں جو چیز مطلوب ہے وہ توحید ربوبیت ''حقیقت کونیہ'' ہے جس کے تسلیم کر لینے کے بعد سب ہم درجہ ہو جاتے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ یہ گمراہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت خبر دی گئی ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ﴾ (الحج: ۱۱)

''بعض لوگ ایسے ہیں جو کنارے پر سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اگر اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے تو مطمئن ہوتے ہیں، اگر امتحان میں پڑتے ہیں تو الٹے پھر جاتے ہیں۔ ان کی دنیا و آخرت دونوں ضائع ہوئے۔''

اور ان کے غلاۃ تو اس میں یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ کفار کے قتال کو قتال اللہ قرار دیتے ہیں اور کفار و فجار اور بتوں کو خود ذات الٰہی میں سے بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے وجود میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ''جو کچھ ہے وہی وہ ہے۔'' یعنی جتنی بھی مصنوعات ہیں سب صانع ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں:

﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ﴾

''اگر اللہ چاہتا نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے بزرگ اور نہ کسی چیز سے محروم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتے۔" (الانعام: ۱۴۸)

اور کہتے ہیں:

﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ﴾ (یٰس: ۴۷)

"کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا ضرور کھلاتا۔"

وغیرہ اقوال وافعال جو یہود ونصاریٰ بلکہ مشرکین ومجوس اور جملہ کفار کے اقوال وافعال سے بھی بدتر ہیں بلکہ وہ فرعون و دجال وغیرہ کے اقوال وافعال کی جنس سے ہیں جو رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کا انکار کرتے ہیں یا کہتے ہیں "ہم ہی اللہ ہیں یا اللہ ہم میں حلول کیے ہوئے ہے۔"

یہ لوگ کتنا ہی ادعائے اسلام کریں۔ اسلام کی اصل الاصول یعنی شہادت "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے منکر ہیں کیونکہ جو توحید مطلوب وواجب ہے یہی ہے کہ صرف خدائے واحد کی پرستش کی جائے اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے نہ اس کی الوہیت میں نہ اس کی ربوبیت میں۔ رہی محض توحیدِ ربوبیت یعنی یہ اقرار کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے تو مشرکین بھی اس کے قائل تھے لیکن باوجود توحید ربوبیت پر ہونے کے مشرک قرار دیے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾

"ان میں سے اکثر شرک کرتے ہوئے ہی اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔"

قرآن میں ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (لقمان: ۲۵)

"اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیے؟ کہہ دیں گے، اللہ نے! لیکن اس پر بھی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○﴾ (المؤمنون: ٨٤-٨٩)

”اگر ان سے پوچھو کس نے آسمان زمین پیدا کیے؟ کہہ دیں گے اللہ نے۔ پوچھو زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے...... کہہ دیں گے اللہ کا...... پوچھو ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ کہہ دیں گے اللہ...... پوچھو کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دی جاتی؟...... کہہ دیں گے اللہ...... کہیے پس کہاں تم بہکے جاتے ہو۔“

پس کفار و مشرکین بھی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی آسمانوں، زمینوں اور تمام کائنات کا خالق ہے۔ کفار میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے اللہ کی ذات و صفات و افعال میں کسی دوسرے کو اس کا بالکل مساوی شریک گردانا ہو۔ چنانچہ آتش پرست مجوس، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننے والے نصاریٰ، ستاروں اور فرشتوں کے پرستار صابی، انبیاء و صالحین کی پوجا کرنے والے جاہل، بتوں اور قبروں پر جھکنے والے غافل کوئی بھی نہیں جو غیر اللہ کو بہمہ وجوہ اللہ کا ہم پلہ و شریک مانتا ہو بلکہ باوجود اپنے کفر و شرک کی مختلف شکلوں کے سب کے سب رب العزت کا اقرار کرتے اور اس کی ذات وصفات و افعال میں کسی کو بالکل اس کا مثیل نہیں مانتے لیکن اس پر بھی اللہ کی شریعت میں کافر و مشرک بتائے گئے ہیں کیونکہ اگر ربوبیت میں نہیں تو الوہیت میں شرک کرتے ہیں اور اس کے ساتھ غیروں کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ انہیں شریک یا شفیع سمجھتے ہیں۔ یعنی وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا خدائے حی و قیوم کے علاوہ ایک اور رب بھی ہے۔ جو اللہ ہی کی مخلوق ہے اور اسی کی ربوبیت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سے فیض یاب ہوتا ہے۔

لیکن رَبُّ السمٰوت والارض کو یہ شرک بھی منظور نہیں، اس کی مشیت وحکم یہی ہے کہ میری عبادت میں اور میری ربوبیت میں کسی کو شریک نہ بناؤ بلکہ تنہا میری ہی بے میل پرستش کرو۔ چنانچہ اپنے تمام نبیوں اور اپنی تمام کتابوں کے ذریعہ اس نے یہی پیغام اور حکم بھیجا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو۔ فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

''تم سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا کہ جس کو وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔''

اور فرمایا:

﴿وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ (الزخرف: ۴۵)

''اپنے پہلے رسولوں سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے ہیں کہ جن کی عبادت کی جائے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ﴾ (النحل: ۳۶)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو پس ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی چھا گئی۔''

اور فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَآأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾

(المومنون: ۵۱، ۵۲)

''اے رسولو! طیبات کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے عمل سے واقف ہوں اور تمہاری ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ ہی سے ڈرو۔''

یہ (یعنی توحید) اسلام کی پہلی اصل تھی، اس کے بعد ہی دوسری اصل ہے اور وہ تصدیقِ رسالت و اطاعتِ رسول ﷺ ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمام انبیاء مثلاً نوح و ہود و صالح علیہم السلام سب نے آ کر یہی دعوت دی ہے:

﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ﴾ (نوح: ۳)

''اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

پس جس کا یہ عقیدہ نہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام جہانوں کے لیے ہادی بنائے گئے ہیں۔ تمام مخلوق پر آپ ﷺ کی اتباع و پیروی واجب کر دی گئی ہے۔ حلال وہی ہے جو آپ ﷺ نے حلال کیا۔ حرام وہی ہے جسے آپ ﷺ نے حرام بتایا۔ دین الٰہی وہی ہے جس کی آپ ﷺ نے تبلیغ کی تو ایسا شخص کافر ہے اور ان منافقین و کفار کے زمرہ میں شامل ہے جو آپ کے دین و شریعت و اطاعت سے سرکشی کو (اگرچہ کسی حیثیت سے ہو) جائز رکھتے اور دین اللہ کی تخریب میں کفار و فجار کی اعانت و نصرت روا جانتے ہیں۔

جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اصحابِ صفہ نے رسول اللہ ﷺ سے قتال کیا یا کہا کہ ہم تو اللہ کے ساتھ ہیں اور جو کوئی اللہ کے ساتھ ہے ہم بھی اسی کے ساتھ ہیں تو وہ سراسر مفتری کذاب ہے۔ ان گمراہوں کی مراد امر الٰہی اور حقیقت دینیہ کو چھوڑ کر وہی ''حقیقت کونیہ'' ہے جس کی طرف ہم ابھی اشارہ کر چکے ہیں۔ اہل تصوف و فقر میں اس طرح کے استدلال کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کفار و فجار سے ساز باز رکھتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں، اپنی روح و

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قلب وتوجہ سے ان کی حفاظت کرتے ہیں، شریعتِ محمدیہ سے خروج اپنے لیے بالکل مباح سمجھتے ہیں اور پھر یہ اعتقاد و دعویٰ بھی رکھتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ ہیں! حالانکہ وہ از سرتاپا ضلالت وگمراہی کا مجسمہ ہیں، اگرچہ کتنے ہی زہد وعبادت کی نمائش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو مومن کا اور کافر کو کافر کا ولی و مددگار بنا دیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارقین اسلام سے مقاتلہ کا حکم دیا ہے حالانکہ ان کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ خود ہی فرمادیا:

((يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاتَهُ مَعَ صَلاتِهِمْ وَصِيَامَهُ وَقِرَاءَتَهُ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ .)) (ترمذی و نسائی)

''تم اپنی نماز ان کی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ ان کے روزے کے سامنے اور اپنی تلاوت ان کے تلاوت کے سامنے حقیر جانو گے۔''

لیکن ان کی حقیقت کیا تھی؟

((يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ .)) (بخاری ومسلم)

''قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا، اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر چلہ سے نکل جاتا ہے۔''

اس لیے حکم دیا:

((أَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا عِنْدَ اللهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ .))

(بخاری ومسلم)

''جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو کیونکہ ان کے قتل میں قاتل کے لیے اللہ کے ہاں قیامت کے دن ثواب ہے اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو انہیں قوم عاد کی طرح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قتل کروں گا۔"

چنانچہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس فرمانِ نبوی کی تعمیل کی۔ جب یہ گروہ ظاہر ہوا، شریعتِ محمدی، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت امتِ مرحومہ سے باہر ہو گیا تو امیر المومنین نے تلوار اٹھائی اور مقاتلہ کیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شریعت میں ان لوگوں کا کیا حکم ہوگا جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ مومنین کفار کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار چلاتے تھے؟

اسی طرح ان کذابوں کی یہ روایت بھی سراسر افترا ہے کہ اصحابِ صفہ کو سب معلوم ہو گیا تھا جو اللہ نے اپنے رسول سے معراج کی رات فرمایا تھا۔ حالانکہ بقول ان کے اللہ نے تاکید کر دی تھی کہ اسے کسی پر ظاہر نہ کریں۔ مگر جب صبح ہوئی تو اصحابِ صفہ میں اس کا چرچا پایا، اس پر آپ بہت کبیدہ ہوئے مگر اللہ نے فرمایا: ہاں میں نے تجھے اس کے اظہار کی ممانعت کی تھی لیکن خود میں نے جو تیرا خالق و معبود ہوں، اسے اصحابِ صفہ پر کھول دیا اور یہ اس طرح کی تمام روایتیں سراسر کذب و افترا بلکہ کفر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس سفید جھوٹ سے بڑھ کر بھی کوئی جھوٹ ہوگا کہ معراج کے قصہ میں یہ فرضی واقعہ اصحابِ صفہ سے منسوب کر دیا گیا؟ معراج مکہ میں ہوئی تھی جہاں صفہ اور اصحابِ صفہ کا وجود بھی نہ تھا۔ معراج مکہ میں ہونا مسلم ہے۔ خود قرآن میں ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

"پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا کہ جس کے گرد ہم نے برکت دی ہے۔"

یہی حال ان گمراہوں کی اس جھوٹی روایت کا ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَدَّثُ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَكُنْتُ كَالزَّنْجِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بَیْنَہُمَا .)) (موضوعات)

"نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ باتیں کرتے تھے اور میں ان کے مابین زنگی کی طرح ہوتا تھا۔"

حالانکہ یہ بھی ایک صریح کذب بیانی ہے۔ پھر لطف یہ کہ ایک طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد افضل خلق تھے اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور یار غار کی گفتگو بالکل نہ سمجھ سکتے تھے بلکہ ایک ان پڑھ زنگی کی طرح بیٹھے ادھر ادھر دیکھا کرتے تھے اور دوسری طرف خود اپنے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود غیر موجود ہونے کے انہوں نے وہ گفتگو سنی اور خوب سمجھ لی پھر ان دجالوں میں سے ہر دجال اپنی ضلالت وکفریات کو علم الاسرار وحقائق قرار دیتا اور اپنی ہوا وہوس کے مطابق ان کی تفسیر وتشریح کرتا ہے حالانکہ ان کفریات سے ان کی اصلی غرض یا تو الحاد ہے تا تعطیلِ شریعت۔

یہی حال ان کفریہ دعووں کا بھی ہے جو نصیریہ، اسماعیلیہ، قرامطہ، باطنیہ اور حاکمیہ وغیرہ گمراہ فرقے کرتے تھے۔ وہ دین اسلام کے صریح خلاف ہیں اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن طالب رضی اللہ عنہ یا جعفر صادق رحمہ اللہ ائمہ اہلِ بیت کی طرف منسوب کرنا صریح بہتان ہے۔

ائمہ اہل بیت اور دوسرے اولیاء اللہ پر اس قدر افترا پردازی کی جرأت ان دشمنانِ دین وشریعت کو اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بیت کو چونکہ رسول مقبول ﷺ سے قرابتِ نسبی اور اولیاء اللہ صالحین کو قرابتِ اتصال واتباع حاصل ہے اور اس لیے وہ امت محمدیہ میں عام طور پر مقبول ومحترم ہیں لہٰذا اپنی گمراہی وضلالت کو خوشنما ومقبول بنانے کے لیے انہوں نے ہر چیز کو ان لوگوں سے منسوب کر دیا اور بہتوں نے ان کے معاملہ میں اس قدر غلو کیا کہ انہیں معبود بنا دیا اور ان سے منسوب گمراہیوں کو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماع سلف صالحین بلکہ خود اہل بیت واولیاء اللہ کے حقیقی اجماع پر ترجیح دے دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۳):

کیا اصحابِ صفّہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے؟

رہا اصحابِ صفہ کو عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ پر فضیلت دینا تو یہ سخت غلطی و گمراہی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ خود امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً مروی ہے اور جیسا کہ کتاب و سنت اور اجماع سلف صالحین وائمہ علم سنت سے ثابت ہے۔ صاحبین کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کا درجہ ہے پھر بقیہ اہل شوریٰ طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، ان کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح امین ہذہ الامہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم کا درجہ ہے۔ یہی لوگ عشرہ مبشرہ ہیں اور ان کے حق میں جنت کی شہادت و بشارت موجود ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف فرمادیا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ (الحدید: ۱۰)

”تم میں سے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ زیادہ بڑے درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی کی اور ہر ایک سے اللہ نے بہتری کا وعدہ کیا ہے۔“

اس آیت میں اللہ نے ان مومنین سابقین کو جنہوں نے فتح حدیبیہ سے پہلے جان و مال سے جہاد کی طرف پیش قدمی کی، ان مومنین پر فضیلت دی ہے جو ان کے بعد آئے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

(الفتح: ۱۸)

''البتہ اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

''مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون اور جنہوں نے ان کی نیکی کے ساتھ اتباع کی۔''

اصحابِ بدر کی فضیلت اس قدر ثابت ہے کہ سب سے ممتاز ہو گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فضیلت دی ہے۔ ان میں اہل صفہ اور باقی دوسرے صحابہ داخل ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں کوئی بھی صفہ میں نہ تھا بجز سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ صفہ رہے تھے۔ رہے اکابر مہاجرین و انصار مثلاً خلفائے راشدین، سعد بن معاذ، (اسید) بن حضیر، عباد بن بشر، ابو ایوب انصاری، معاذ بن جبل، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم وغیرہ تو ان میں سے کوئی بھی صفہ میں نہ تھا۔ اصحابِ صفہ عموماً فقراء مہاجرین میں سے تھے۔ انصار اپنے وطن میں تھے اور اپنی کفالت خود کرتے تھے۔ اس وقت کوئی بھی اصحابِ صفہ یا کسی دوسرے انسان سے کوئی نذر یا منت نہ مانتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۴):

کیا اصحابِ صُفّہ کو حال آتا تھا؟

رہا سیٹیوں، تالیوں اور ربانی قصائد سننے کے لیے جمع ہونا، عام اس سے کہ سرور کے ساتھ یا بغیر سرور کے تو یہ فعل نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا، نہ اہلِ صفہ نے نہ سلف صالحین کی کسی اور جماعت نے بلکہ تابعین، تبع تابعین بلکہ قرونِ ثلاثہ جو بموجب حدیث نبوی ﷺ

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) (بخاری و مسلم)

''بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث کیا گیا پھر وہ جو ان کے بعد ہے پھر وہ جو ان کے بعد ہے۔''

خیر القرون میں کسی نے بھی نہیں کیا، صدرِ اول میں کوئی شخص بھی اس قسم کے سماع کے لیے جمع نہ ہوتا تھا۔ نہ حجاز میں، نہ شام میں، نہ یمن میں، نہ عراق میں، نہ مصر میں، نہ خراسان میں، نہ مغرب اقصیٰ میں۔ البتہ ایک سماع ضرور ایسا تھا جس کے لیے ان کا اجتماع ہوا کرتا تھا اور وہ قرآن کا سماع تھا نہ کہ تالیوں باجوں اور ہاؤ ھو کا سماع۔ چنانچہ جب صحابہ (اصحابِ صفہ ہوں یا دوسرے) یکجا ہوتے تو ایک سے کہتے قرآن پڑھو۔ وہ تلاوت شروع کرتا اور باقی سب سنتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کا اصحابِ صفہ کی طرف سے گزر ہوا۔ ان میں ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ قرآن سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے ''يَا اَبَا مُوسىٰ ذَكِّرْنَا رَبَّنَا (''ابوموسیٰ ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ'') چنانچہ وہ قراءت کرتے تھے اور سب سنتے تھے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہ کہنا صریح کذب و بہتان ہے کہ اصحاب صفہ کے لیے کوئی خاص حاد (گویا) تھا جو اصلاح قلوب کے لیے ربانی قصائد گاتا تھا یا یہ کہ ایک مرتبہ انہیں بعض اشعار پر وجد آ گیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے یا یہ کہ ان کی مجلس میں یہ شعر گائے گئے۔

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ

''عشق کے افعی نے مجھے ڈسا ہے۔''

فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِيْ

''نہ کوئی اس کا طبیب ہے نہ جھاڑنے والا۔''

إِلَّا طَبِيْبُ الَّذِيْ شَغَفْتُ بِهٖ

''بجز اس طبیب کے جس سے مجھے شغف ہے۔''

فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِيْ وَتِرْيَاقِيْ

''صرف اس کے پاس میرا منتر اور تریاق ہے۔''

یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا:

((اِنَّ الْفُقَرَآءَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ))

''فقراء جنت میں اغنیا سے آدھے دن پہلے داخل ہوں گے''

تو اس پر شعر کہے گئے اور انہیں وجد آ گیا۔ یہ تمام روایتیں محض کذب وافترا ہیں۔ تمام اہل علم و ایمان ان کے کذب و بطلان پر متفق ہیں۔ نزاع کرنے والا محض جاہل یا گمراہ ہے اگر کسی کتاب میں اس قسم کی کوئی بات مذکور ہے تو بھی جھوٹ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۵):

اصحابِ صُفّہ اور آیت

﴿اِصۡبِرۡ نَفۡسَكَ الخ﴾

رہی آیت:

﴿وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ﴾ (الکھف: ۲۸)

''ان لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس سے اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔''

کہ جس کی بابت سوال کیا گیا تو وہ عام ہے اور ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اس وصف میں داخل ہیں چنانچہ فجر و عصر کی باجماعت نمازیں پڑھنے والے بھی اس کے تحت ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے رب کو صبح و شام پکارتے اور اس کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں، اس میں اصحابِ صفہ کی کوئی قید نہیں۔ یہ وصف رکھنے والے تمام مسلمان اس کے مصداق ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ اللہ کے ان صالح بندوں کا ساتھ نہ چھوڑیں جو اپنے مالک سے لو لگائے ہوئے ہیں اور آخرت کی جستجو میں بے قرار ہیں۔ پھر فرمایا: کیا ان کا ساتھ چھوڑنے سے تم دنیاوی زندگی اور اس کی عیش و عشرت چاہتے ہو؟

﴿تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا﴾ (الکھف: ۲۸)

ظاہر ہے کہ اس میں خاص طور پر اصحابِ صفہ کا کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے نام کی تصریح نہیں مگر اتری انہی کے حق میں ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ کہف میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے جو مکی سورت ہے اور معلوم ہے کہ مکہ میں اصحابِ صفہ نہ تھے۔ یہی مفہوم سورہ انعام کی اس آیت کا ہے:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانعام: ٥٢)

''اور ان لوگوں کو نہ ہانک دے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے اس کی رضا چاہتے ہیں ان کے حساب میں کچھ بھی تجھ پر نہیں ہے اور نہ تیرے حساب میں سے کچھ ان پر ہے ورنہ اگر تو انہیں ہانک دے تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔''

ان دونوں آیتوں کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب متکبر سردارانِ قریش نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ کمزور اور غریب مسلمانوں کو اگر آپ علیحدہ کر دیں تو ہم پاس آئیں مگر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور حکم دیا ہے کہ باوجود غربت و کمزوری ان مومنین صادقین کا ساتھ نہ چھوڑیں جو رضائے الٰہی کے بھوکے پیاسے ہیں اور اہل ریاست و دولت کی طرف نہ جھکیں جو غریبوں اور کمزوروں کو ذلیل سمجھ کر دور کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کی نظر میں امیر و غریب اور زبردست و زیردست سب برابر ہیں۔ وہاں کوئی اپنی طاقت و مال کے زور سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ اپنی بیچارگی و مسکینی کی وجہ سے گر سکتا ہے۔ بلکہ جو چیز اس دربار میں مقبول و مطلوب ہے وہ ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے۔ پس حکم دیا کہ ان مومنین صادقین کو بدستور ساتھ رکھو اور مغروروں اور غافلوں کی کچھ بھی پروا نہ کرو۔ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے پہلے کا ہے جب نہ اصحابِ صفہ تھے اور نہ خود صفہ کا وجود تھا۔ لیکن چونکہ آیت عام ہے اس لیے اصحابِ صفہ اور جملہ مسلمان اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل (٦):

ولیوں کے بارے میں جھوٹی حدیث

رہی حدیث:

((مَا مِنْ جَمَاعَةٍ يَجْتَمِعُوْنَ اِلَّا فِيْهِمْ وَلِيُّ اللّٰهِ .))

''ہر وہ جماعت جو اکٹھی ہوتی ہے اس میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔''

بعضوں نے اس حدیث میں اتنا اور اضافہ کر دیا ہے:

((لَا هُمْ يَدْرُوْنَ بِهٖ وَلَا هُوَ يَدْرِيْ بِنَفْسِهٖ .))

''نہ لوگ اسے جانتے ہیں اور نہ وہ خود اپنے تئیں جانتا ہے۔''

یہ پوری حدیث موضوع ہے، کذب ہے اور معتبر کتب اسلام میں کہیں موجود نہیں۔ اس کا بطلان محتاجِ دلیل نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے جمع ہونے والی جماعت کافر ہو فاسق ہو اور اسی حالت پر مرے، ظاہر ہے ولی اللہ نہ کافر ہو سکتا ہے نہ فاسق ہو سکتا ہے نہ سوا ایمان کے کسی دوسری حالت پر مر سکتا ہے۔

(موضوعاتِ ملا علی قاری رحمہ اللہ)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل (۷):

اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟

اولیاء اللہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ جیسا کہ اللہ نے کتاب میں صاف فرما دیا ہے کہ ان کی دو قسمیں ہیں:

مُقْتَصِدُوْنَ اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ وَ مُقَرَّبُوْنَ السَّابِقُوْنَ

''ولی اللہ'' عدو اللہ کی ضد ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (یونس: ٦٢، ٦٣)

''اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾

(المائدہ: ٥٥، ٥٦)

اور فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (الممتحنۃ: ١)

''میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ''

﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(الکھف : ۵۰)

"کیا تم اسے (شیطان) اور اس نسل کو مجھے چھوڑ کر (دوست) ٹھہراتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔"

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے کسی میرے ولی سے عداوت کی اس نے خود مجھ سے علانیہ جنگ چھیڑ دی۔ کسی کام میں مجھے اتنا پس و پیش نہیں ہوتا جتنا اپنے اس مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے جسے موت ناپسند ہے۔ کیوں کہ میں اسے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کے لیے ضروری ہے۔ سب سے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کر سکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ مجھی سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے حملہ کرتا ہے، مجھی سے چلتا ہے "ولی" ولی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب و نزدیکی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح "عدو" "عدوٌ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں بعد و دوری پس اللہ کا ولی وہی ہے جو محبوبات و مرضیات میں اس کی موافقت واطاعت کے ذریعہ اس سے قرب و نزدیکی حاصل کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گروہ ذکر کیے ہیں: مُقْتَصِدُوْنَ أَصْحَابُ الْيَمِيْنِ "یعنی جو لوگ واجبات کے ذریعہ اس کی قربت حاصل کرتے ہیں اور "سابقون المقربون" اور یہ وہ خوش نصیب ہیں جو واجبات کے بعد نوافل [1] بھی پورے

---

[1] نوافل و واجبات و فرائض سے مقصود صرف "نمازیں" نہیں بلکہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں عام اس سے کہ عبادات ہوں یا حقوق العباد وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور اس طرح سبقت وقربت کی لازوال دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ سورۂ فاطر، واقعہ، دہر اور مطففین میں ان جماعتوں کا ذکر موجود ہے اور اللہ نے خبر دی ہے کہ جس شراب سے مقرب ہمیشہ سیراب ہوا کریں گے اس سے اصحابِ یمین کی شراب مزوج کی جائے گی۔

ولی مطلق وہ ہے جو زندگی کے آخری لمحہ تک ایمان وتقویٰ وصلاح پر مضبوطی سے قائم رہا اور اسی پر اس جہاں سے رخصت ہوا۔ لیکن وہ شخص جو ایمان وتقویٰ رکھتا ہے مگر علمِ الٰہی میں محقق ہے کہ آخر تک ثابت قدم نہ رہے گا تو کیا ایمان وتقویٰ کی حالت میں وہ اللہ کا ولی قرار دیا جائے گا یا کہا جائے گا کہ وہ کبھی بھی ولی نہ تھا کیونکہ اللہ کو اس کا خاتمہ معلوم تھا؟ اس مسئلہ میں علماء کا ویسا ہی اختلاف ہے جیسے کہ اس ایمان کی صحت میں جس کے بعد کفر ہو بعض ایسے ایمان کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان اعمال پر قیاس کرتے ہیں جو کامل ہونے کے بعد باطل ہو جاتے ہیں اور بعض اسے سرے سے باطل قرار دیتے ہیں اور اسے روزہ اور نماز پر قیاس کرتے ہیں جو غروب سے یا سلام سے پہلے فاسد ہو جائے۔ اس مسئلہ میں فقہا و متکلمین صوفیہ کے دو قول مروی ہیں۔ اہلِ سنت و حدیث اور اصحابِ احمد میں بھی نزاع ہے اصحابِ مالک رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ اسے شرط بتاتے ہیں۔ یہی رائے متکلمین شیعہ میں سے ایک بڑی جماعت کی بھی ہے اس نزاع پر اس مسئلہ کی بھی بنیاد رکھتے ہیں کہ آیا ولی اللہ کبھی عدو اللہ اور عدو اللہ کبھی ولی اللہ ہو جاتا ہے اور آیا جس سے اللہ نے ایک مرتبہ محبت کی اور راضی ہوا کیا اس سے کبھی ناخوش بھی ہو جاتا ہے؟ اسی طرح جس سے اللہ ناراض ہوا کیا پھر کبھی اس سے محبت بھی کرتا ہے؟ اس بارے میں بھی علماء کے وہی دو قول موجود ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔

لیکن تحقیق یہ ہے کہ دونوں قولوں کو جمع کر دیا جائے کیونکہ علمِ الٰہی قدیم ازلی ہے اور اس میں جو کچھ ہے عام اس سے کہ محبت و رضا مندی ہو یا بغض و ناراضی، ہرگز بدلنے والا نہیں پس جس کے متعلق اللہ کے علم میں ہے کہ موت کے وقت ایمان وتقویٰ سے متصف ہوگا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے اس کی محبت وولایت ورضامندی ازل وابد میں متعلق ہو گئی اسی طرح جس کے متعلق اللہ کا علم ہے کہ موت کے وقت کافر ہو گا، اس سے اس کی نفرت وعداوت وناراضی ازل وابد میں متعلق ہو گئی لیکن بایں ہمہ اللہ اس کا سابق کفر وفسق ناپسند کرتا ہے اور اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ خود اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ ان افعال سے نفرت کرتا ہے اور ان سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز ایمان وتقویٰ کی قسم سے ان افعال ہی کی ہدایت کرتا ہے جو اس شخص نے بعد کو اختیار کیے اور ظاہر ہے جس بات کا وہ حکم دیتا ہے اس سے محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام امت متفق ہے کہ اگر مومن مرتد ہو جائے تو اس کے سابق ایمان کو نماز، روزہ، حج وغیرہ عبادات کی طرح فاسد قرار نہیں دیا جائے گا جو کمال سے پہلے باطل ہو جاتی ہیں بلکہ ایسی صورت میں وہی حکم لگایا جائے گا جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے کہ:

﴿وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ (المائدہ: ٥)

''جو کفر کرے گا اس کا عمل ضائع جائے گا۔''

اور فرمایا:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اگر تو شرک کرے گا تو تیرا عمل ضرور ضائع جائے گا۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الانعام: ٨٨)

''اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کے عمل ضائع جاتے۔''

ورنہ اگر ایمان اول فاسد قرار دیا جائے تو واجب ہو گا کہ اس کے تمام سابق اعمال بھی غیر معتبر ہو جائیں۔ تمام نکاح فاسد، تمام ذبیحے حرام اور تمام عبادتیں باطل قرار دی جائیں حتیٰ کہ اس نے کسی کی طرف سے حج کیا ہے تو حج باطل اور اگر نماز میں امام رہا ہے تو مقتدیوں کی تمام نمازیں باطل، ان کا اعادہ ضروری اور اگر شہادت دی یا فیصلہ کیا ہے تو یہ شہادت اور فیصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں فاسد۔ اسی طرح کہنا پڑے گا کہ وہ کافر جس کا ایمان لانا اللہ کے علم میں محقق ہے اور اس وجہ سے حالتِ کفر میں بھی اس کا محبوب و ولی ہے جب ایمان لے آئے تو اس کے زمانہ کفر کے تمام اعمال عدم محض قرار دے دیے جائیں۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے قطعی خلاف ہیں۔

پس جو کہتا ہے کہ ولی اللہ وہی ہے جو موت کے وقت ایمان وتقویٰ سے متصف ہے تو اس کا علم خود ولی اور دوسروں کے لیے بہت مشکل ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ ہر متقی مومن ولی اللہ ہو سکتا ہے تو اس کا علم خود ولی اور دوسروں کے لیے نسبتاً آسان ہے لیکن یہ علم بھی بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ بنا بریں اس بات میں کسی فیصلہ وحکم کی جرأت درست نہیں البتہ جس کی ولایت ونجات نص سے ثابت ہے۔ مثلاً عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ تو عامہ اہل سنت اس کی ولایت ونجات کی شہادت دیتے ہیں۔ رہے وہ بزرگ جنہیں امت میں لسان صدق کا مرتبہ حاصل ہے اور تمام مسلمان ان کی مدح وثنا پر متفق ہیں تو ان کی ولایت کی شہادت کے متعلق اہل سنت میں اختلاف ہے لیکن اولیٰ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولایت تسلیم کی جائے۔ یہ حکم عام حالات کا ہے لیکن خواصِ امت کبھی اللہ کے بخشے ہوئے کشف کے ذریعہ بعض لوگوں کا انجام معلوم کر سکتے ہیں کہ فلاں ولی ہے یا نہیں۔ مگر کشف کا معاملہ ایسا نہیں ہے جس کی عام تصدیق واجب ہو کیونکہ بسا اوقات اس میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ صاحب کشف سمجھتا ہے کہ کشف ہو گیا حالانکہ حقیقت میں وہ محض ایک ظن ہوتا ہے اور حق سے کوسوں دور اور یہ کچھ بھی عجیب نہیں۔ اصحاب مکاشفات ومخاطبات بھی کبھی اسی طرح وہم اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں جس طرح اہلِ علم واستدلال کو اجتہاد میں ٹھوکر لگتی ہے اسی لیے سب لوگوں پر عام اس سے کہ اصحاب کشف ہوں یا اصحابِ نظر، واجب ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں، اپنے مواجید ومشاہدات وآراء ومعقولات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھیں اور اس سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی ذات پر بھروسہ نہ کر لیں چنانچہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المحدثین المخاطبین الملہمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خود بارہا ایسے حالات و واقعات پیش آ جاتے تھے جنہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صدیق و تبع و تابع (جو محدث سے افضل درجہ ہے) کے سامنے رکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر ولی کتاب و سنت کے اتباع سے مستغنی نہ ہو سکتے تھے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؟

بنا بریں تمام نوع انسانی پر رسول کی اتباع و اطاعت تمام ظاہری و باطنی امور میں واجب کر دی گئی اور اگر ایسا ہوتا کہ کسی کے پاس اللہ کی طرف سے ایسی خبریں آیا کرتیں جنہیں کتاب و سنت پر پرکھنے کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ بلاشبہ اپنے دین و طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی ہوتا۔ لیکن صورت واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ گمراہ اور منافق ہی اس قسم کا خیال کر سکتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی ہے جو خضر علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی حالانکہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (الحج: ٥٢)

”تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول اور نبی بھیجے جب انہوں نے آرزو کی، شیطان نے ان کی آرزو میں القا کر دیا، پس اللہ شیطان کے القا کو دور کر دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیتا ہے۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

اس آیت کے بموجب اللہ نے صرف اپنے نبیوں اور رسولوں کے لیے ذمہ لیا ہے کہ انہیں شیطان کے القا سے محفوظ رکھے گا لیکن محدث یا ولی کے لیے تو اس کا ذمہ نہیں لیا۔ بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ بعض صحابہ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے: ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ "وَلَا مُحَدَّثٍ" اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ﴾
لیکن اس قراءت میں بھی (واللہ اعلم) احتمال ہے کہ نسخ القاء شیطان محدث شامل نہ ہو کیونکہ نسخ کی یہ صورت صرف انبیاء و مرسلین کے لیے مخصوص ہے، اس لیے کہ تنہا وہی معصوم ہیں اور وہ بھی صرف تبلیغ شریعت میں کہ جس میں شیطان کا القا ہونا درست نہیں۔ باقی رہے اور لوگ تو کسی کا بھی معصوم ہونا ضروری نہیں اگر چہ وہ اولیاء اللہ متقین ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اولیاء اللہ ہونے کے لیے یہ شرط نہیں کہ کسی بات میں بھی قابلِ معافی غلطی نہ کریں بلکہ علی الاطلاق ترکِ صغائر بھی ان کے لیے شرط نہیں بلکہ ترکِ کبائر حتیٰ کہ وہ کفر بھی جس کے بعد توبہ ہو شرط نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝ لَہُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا وَیَجۡزِیَہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝﴾ (الزمر: ۳۳ تا ۳۵)

"جو سچائی کو لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں ان کے رب کے ہاں ان کے لیے وہ سب ہے جو وہ چاہیں گے یہ نیک کرداروں کا بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بدتر عمل کو دور کر دے اور انہیں ان کے سب سے اچھے عمل کا بدلہ دے۔"

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک طرف "متقی" قرار دیا ہے اور متقی ہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ گناہ کرتے ہیں اور ﴿لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا﴾ وہ ان کے بدترین اعمال بھی معاف کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ میں تمام اہل علم و ایمان متفق ہیں اور اگر کچھ خلاف ہے تو غالی روافض اور امثال روافض کا ہے جو مشائخ میں حد درجہ غلو کرتے ہیں۔ چنانچہ روافض کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اثنا عشر غلطی اور گناہ سے معصوم ہیں بلکہ انہوں نے اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب کی ایک اصل قرار دیا ہے۔ اسی طرح مشائخ میں غلو کرنے والے کبھی کہتے ہیں ولی محفوظ ہے اور نبی معصوم، صرف لفظ کا اختلاف ہے ورنہ معنی ایک ہے۔ پھر ان میں سے بعض زبان سے یہ نہیں کہتے مگر عملاً طریقہ وہی رکھتے ہیں جو اس عقیدہ والوں کا ہے کہ شیخ یا ولی نہ غلطی کرسکتا ہے نہ گناہ بلکہ کبھی یہ دونوں گروہ غلو کرتے اپنے اپنے امام یا شیخ کو نبی کے درجہ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں حتیٰ کہ اس میں الوہیت کی صفات بھی داخل کرنے سے نہیں ڈرتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام گمراہیاں جاہلیت کی گمراہیاں ہیں اور نصرانیت کی گمراہیوں کی ہمسری کرتی ہیں، نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور احبار و رہبان میں جو غلو کیا ہے، اللہ نے سے قرآن میں سخت مذموم قرار دے کر ہمارے لیے عبرت بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا ہے:

((لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.))

''مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس مجھے کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۸):

فقراء

رہے ''فقراء'' جن کا ذکر کتاب اللہ میں وارد ہے تو ان کی دو قسمیں ہیں: مستحقین صدقات اور مستحقینِ فے۔ مستحقینِ صدقات کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (بقرة : ۲۷۱)

''اگر تم خیرات ظاہر کرو اچھی ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دے دو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور یہ دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾ (التوبة : ٦٠)

''خیراتیں فقراء و مساکین کے لیے ہیں''

قرآن میں جہاں جہاں صرف ''فقراء'' یا صرف ''مسکین'' کا لفظ آتا ہے جیسے آیت ﴿اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ﴾ (المائدہ : ۸۹) تو دونوں لفظوں سے ایک ہی قسم کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ مگر جب دونوں ایک ساتھ ذکر کیے ہیں تو ان سے مقصود الگ الگ لوگ ہوتے ہیں لیکن بہر حال دونوں سے غرض ایک ہی ہے یعنی وہ محتاج جو نہ اپنی روزی رکھتے ہیں نہ کمانے کی قدرت۔ جس مسلمان کی بھی یہ حالت ہو وہ مسلمانوں کے جملہ صدقات کا مستحق ہے۔ فقہا میں اس مسائل کے بعض فروع میں اختلاف ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ان کے برخلاف ''اغنیاء'' ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ کبھی ان لوگوں پر بھی واجب ہو جاتی ہے جن کے لیے خود زکوٰۃ لینا جائز ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ دونوں گروہوں کے پاس کبھی ان کے ضروری مصارف کے بعد کچھ بچ رہتا ہے۔

ان کے متعلق قرآن میں ہے:

﴿يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرة: ٢١٩)

''وہ پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ کہو زائد از ضرورت مال۔''

اور کبھی نہیں بچتا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے صرف قوت لا یموت اور کفایتِ عیش دیا ہے، اس طرح ایک طرف یہ لوگ ''غنی'' ہیں کیونکہ دوسروں سے مستغنی ہیں اور دوسری طرف ''فقیر'' ہیں کیونکہ اتنا نہیں رکھتے کہ صدقہ دے سکیں اور یہ جو کہا گیا کہ فقراء اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے تو اس لیے کہ ان کے پاس زائد مال نہیں کہ جس کی آمدنی و خرچ کا حساب کتاب دینا ہو۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کے پاس کفاف سے زیادہ نہیں، ان فقیروں میں سے ہو سکتا ہے جو مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ علی الاطلاق فقراء اغنیاء سے افضل ہیں کیونکہ مالدار اپنا مال رضائے الٰہی میں صرف کرتے ہیں تو جنت میں داخل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ ان فقراء سے جو پیش قدمی کر کے پہلے پہنچ گئے اعلیٰ درجہ حاصل کر لیں۔ بلکہ یہ یقینی ہے کیونکہ دولت مند صدیقین، سابقین فقراء سے (جو ان سے کم رتبہ ہیں) بلا نزاع سبقت لے جائیں۔ اسی لیے تو فقراء نے جب دیکھا کہ اغنیاء عباداتِ بدنیہ میں ان کے برابر ہو گئے اور عباداتِ مالیہ میں ان سے بازی لے گئے تو کہا:

((ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ .)) (بخاری)

''مالدار تمام ثواب لے گئے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس پر جواب ملا:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (الجمعة : ۲۱)

"یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔"

یہ ہے مراد کتاب وسنت میں "فقیر" اور "فقراء" سے، نہ وہ جو گمراہ بیان کرتے ہیں۔ پھر تمام فقراء کا جنتی ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ مالداروں کی طرح روحانیت میں ان کے بھی درجے ہیں، بعض سابقین ہیں، بعض مقتصدین اور بعض ظالمین لانفسھم فریقین مومن تصدیق بھی ہیں اور منافق زندیق بھی اس لیے کسی جماعت پر کوئی عام حکم لگانا روانہیں۔

متاخرین کے عرف میں صوفی کی طرح فقیر بھی سالک الی اللہ کا نام ہے، پھر ان میں بعض لفظ صوفی کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض فقیر کو کیونکہ ان کے نزدیک صوفی وہ ہے جس نے تمام تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور ظاہر میں واجبات کے علاوہ اپنے تئیں کسی چیز سے مقید نہیں رکھا۔ لیکن یہ لفظی اختلافات ہیں اور تحقیق یہ کہ دونوں لفظوں سے وہی معنی مراد ہیں جو "محمود" "صدیق" "ولی" یا "صالح" وغیرہ الفاظ کے ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اور وہی حکم رکھتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر دیا ہے۔

رہے وہ مباحات جنہیں فضیلت سمجھا جاتا ہے اور جن کی حقیقت میں کوئی خاص فضیلت نہیں یا وہ امور جن سے دنیا میں قدر و منزلت بڑھتی ہے تو ان سے امتیاز حاصل کرنا یا انہیں دوسروں کی امداد کرنا کوئی بڑی چیز نہیں، کیونکہ شریعت میں یہ عام اور معمولی بات ہے الا یہ کہ مباح کو مستحب قرار دے لیا جائے تو اس کا حکم دوسرا ہے لیکن وہ امور جو شریعت میں مکروہ ہیں مثلاً بدعت و فجور تو ان سے آلودہ ہونا ہر حالت میں ناجائز اور ان سے دوسروں کو روکنا واجب ہے جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۹):

اولیاء کے القاب

رہے وہ اسماء والقاب جو اکثر نساک وعوام کی زبانوں پر حاوی ہیں مثلاً ''غوث'' (جس کے متعلق دعویٰ ہے کہ مکہ میں ہوگا) چار ''اوتاد'' ...... سات قطب ...... چالیس ''ابدال'' تین سو ''نجباء'' ...... تو یہ اسماء نہ کتاب اللہ میں وارد ہیں اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور نہ اسناد صحیح سے، نہ ضعیف محتمل سے البتہ ''ابدال'' کے متعلق حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ فِيهِمْ (يَعْنِي أَهْلَ الشَّامِ) اَلْأَبْدَالُ أَرْبَعِينَ رَجُلاً كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَهُ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلاً.))

''ان میں (شامیوں میں) ابدال ہیں جب بھی ان میں کوئی مرتا ہے اللہ اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے۔''

پھر یہ اسماء اس ترتیب کے ساتھ کلام سلف میں موجود نہیں اور نہ اس ترتیب و معنی سے ان مشائخ کے کلام میں وارد ہیں جنہیں امت میں قبول عام حاصل ہے وہ اپنی موجودہ صورت میں صرف مشائخ متوسطین کے ہاں ملتے ہیں۔ یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جو اکثر متاخرین پر مشتبہ ہو گئے ہیں کیونکہ ان میں حق و باطل بری طرح مل جل گئے ہیں، ان میں ایک حصہ حق کا ہے جس کا قبول کرنا ضروری ہے اور ایک باطل کا ہے جسے رد کر دینا چاہیے مگر اکثر لوگ افراط و تفریط میں پڑ گئے ہیں، چنانچہ ایک گروہ نے باطل حصہ دیکھ کر پوری بات کی تکذیب کر دی اور دوسرے گروہ نے حق دیکھ کر پورے طور پر تصدیق کر دی، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ حق کی تصدیق اور باطل کی تکذیب کی جاتی۔ یہ حالت بھی اس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیشین گوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ امت اگلی امتوں کے نقش قدم پر چلے گی۔ اہلِ کتاب کی اگلی امتوں نے بھی اسی طرح حق کو باطل سے ملا دیا تھا اور یہی وہ تحریف وتبدل ہے جو ان کے دین میں واقع ہوئی اور اسی وجہ سے پرانے دین بدلتے رہے۔ کبھی تبدیل و ترمیم کے ذریعہ اور کبھی ابطال ونسخ کے ذریعہ۔

لیکن یہ دین کبھی منسوخ ہونے والا نہیں، البتہ اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اس کے اندر تحریف وتبدیل وکذب وکتمان کے ذریعہ حق کو باطل سے ملا دیں گے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ بھی پیدا کرتا رہے گا جو رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کا فرض ادا کر کے خلق پر حجت قائم کریں گے، دین کو اہلِ غلو کی تحریف، باطل پرستوں کے افتراء اور جاہلوں کی تاویل سے پاک کریں گے۔

﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ (الانفال: ۸)

پس یہ اسماء والقاب اس تعداد وترتیب درجات کے ساتھ ہر زمانہ میں حق نہیں بلکہ ان کا عموم واطلاق صاف طور پر باطل ہے کیونکہ مومن کبھی کم ہوں گے اور کبھی زیادہ، ان میں بھی "سابقون المقربون" کی تعداد کم ہوگی اور کبھی بڑھ جائے گی۔ پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوں گے، کیونکہ مومنین ومتقین اولیاء اور ان میں سے جنہیں سابقون المقربون کا درجہ ملا ہے ان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی مقام پر رہیں اور اپنی جگہ سے نہ ہلیں اور عملاً یہ واقع بھی ہو چکا ہے چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ جب مبعوث ہوئے تو مکہ میں صرف چند ہی آدمی ایمان لائے جو شروع میں سات سے بھی کم تھے، پھر چالیس سے کم تھے، پھر ستر سے کم تھے پھر تین سو سے کم تھے۔ پس معلوم ہوا کہ مومنین اولین کی تعداد اتنی بھی نہ تھی جتنی یہ لوگ ان اسماء والقاب کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں کفار ومشرکین کا شمار نہیں ہوسکتا۔

مکہ کی زندگی کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کو ہجرت کی، کون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدینہ؟ وہ جو دارِ ہجرت و سنت و نصرت تھا، مستقرِ نبوت تھا، وہیں خلفائے راشدین: ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی بیعت منعقد ہوگئی (گو حضرت علی بعد میں باہر چلے گئے) پس بقول ان کے "غوث" مکہ ہی میں کیونکر ہوسکتا ہے، جب کہ یہ خلفائے راشدین مدینہ میں تھے، اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے اور مکہ میں کوئی شخص بھی ان سے بلند رتبہ نہ تھا۔

پھر اسلام دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پھیلا اور مومنین صادقین اولیاء اللہ المتقین بلکہ صدیقین السابقین المقربین ہر زمانہ میں موجود تھے، نہ صرف تین سو، نہ صرف تین ہزار بلکہ اتنے جن کا شمار بجز خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔ جب خیر القرون ختم ہوگئیں تو قرون خالیہ میں بھی اولیاء اللہ المتقین بلکہ سابقین بکثرت موجود رہے جن کی تعداد کو صرف تین سو میں محدود کرنے والا دانستہ یا نادانستہ ان پر ظلم کرتا ہے۔

"غوث" اور "غیاث" کا مستحق بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا، وہی قادر و قوی "غیاث الْمُسْتَغِیْثِیْنَ" ہے۔ وہی "غَوْثُ الْمَنْکُوْبِیْنَ" ہے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اسے چھوڑ کر کسی ماسوا سے استغاثہ کرے، نہ مقرب فرشتہ سے، نہ نبی مرسل سے، نہ ولی سے۔

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ زمین والوں کی دعائیں مرادیں منتیں پہلے تین سے نجباء کے پاس پہنچتی ہیں اور وہ انہیں ستر کے سامنے لے جاتے ہیں اور یہ ستر چالیس ابدال کے سامنے اور ابدال سات قطب کے سامنے اور قطب چار اوتار کے سامنے اور وہ غوث کے سامنے تو ایسا شخص جھوٹا ہے، گمراہ ہے، مشرک ہے۔ مشرکوں کی حالت اللہ نے یہ بیان کی ہے:

﴿وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ﴾

(بنی اسرائیل : ٦٧)

"جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جسے پکارتے ہو گم ہو جاتا ہے۔"

اور فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ (النمل: ٦٢)

''لاچار کی دعا کون سنتا ہے جو وہ اسے پکارتا ہے۔''

پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ مومن اپنی حاجتیں اتنے واسطوں سے اس علام الغیوب تک پہنچائیں؟ حالانکہ وہ فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ (البقرۃ: ١٨٦)

''جب تجھ سے میرے بندے میری بابت سوال کریں تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، پس چاہیے کہ میرے حق کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ بھلائی پائیں۔''

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لیے دعا کرتے ہوئے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ وَ مَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾ (ابراهیم: ٣٨، ٣٩)

''اے ہمارے رب! تو جانتا ہے اسے جو ہم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں، اللہ سے زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، تمام ستائش ہے اس اللہ کے لیے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق بخشے، میرا رب دعا سننے والا ہے۔''

اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو چلا چلا کر تنبیہ کرتے دیکھ کر فرمایا:

((اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَاِنَّمَا تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِكُمْ مِنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ .))

''قابو میں رہو، تم کسی بہرے اور غیر موجود کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ سمیع و قریب کو پکارتے ہو، جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔''

یہ بات واضح ہے اور تمام مسلمانوں نے پوری طرح جان لیا ہے، کہ ان کی اور ان کے مشائخ کی حاجتیں براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتی ہیں اور یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے اور اس کے مابین ظاہر میں یا باطن میں کوئی واسطہ یا حاجب قرار دے، کیونکہ اللہ مخلوق کی مشابہت سے برتر و اعلیٰ و منزہ ہے، وہ معاذ اللہ جباروں اور بادشاہوں کی طرح نہیں کہ اپنے در پر حاجب اور مخبر کھڑے کرے، اس کا در ہمیشہ کھلا ہے اور اس کی نظریں دلوں کی گہرائیوں تک دیکھ رہی ہیں۔

اور یہ اعتقاد روافض کے اعتقاد کی قسم سے ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو تمام مکلفین پر حجت ہو اور جس کے بغیر ایمان کامل نہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام ایک بچہ ہے اور چار سو چالیس سال پہلے ایک غار میں جا کر ایسا غائب ہوا کہ اب اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا۔ جو لوگ اولیاء اللہ میں یہ مراتب قائم کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ ایک حد تک روافض سے مشابہ ہیں بلکہ یہ ترتیب و تعداد بعض وجوہ سے اسماعیلیہ و نصیریہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی ترتیب و تعداد سے مشابہ ہے جو انہوں نے ''سابق ثانی، ناطق، اساس، جسد'' وغیرہ کی اصطلاحوں میں قرار دی ہے کہ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

رہے ''اوتاد'' تو بعض صوفیہ کے ہاں یہ لفظ ملتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں فلاں اوتاد میں سے ہے، اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے ذریعہ مخلوق کے دلوں میں دین و ایمان اسی طرح مضبوط کرتا ہے جس طرح اس نے زمین اوتاد (میخ مراد پہاڑ) کے ذریعہ مضبوط کر دی ہے، مگر اس میں بھی کسی خاص عدد یا جماعت کی تخصیص نہیں بلکہ ہر اس شخص پر اس کا اطلاق ہو سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کی یہ صفت ہو۔ پس ہر وہ انسان جس کے ذریعہ مخلوق میں علم و ایمان کی مضبوطی ہوتی ہے بہ منزلہ اوتاد (عظیمه و جبالِ راسخه) کے ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کا حکم دوسرا ہے لیکن اوتاد کو چار یا اسی طرح کے کسی عدد سے محدود کرنا درست نہیں۔ دراصل لوگوں نے منجموں کی تقلید میں انہیں چار قرار دیا ہے۔ منجم یہی کہتے ہیں کہ زمین کے چار اوتاد (میخ) ہیں جو اسے پلٹنے سے روکے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۰):

قطب اور ابدال وغیرہ

رہا لفظ ''قطب'' تو وہ بھی صوفیہ کے کلام میں ملتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں قطب ہے، مگر اس میں بھی کسی خاص تعداد کی قید نہیں، ہر وہ شخص جس پر دین کا یا دنیا کا معاملہ ظاہر میں یا باطن میں موقوف ہو اس معاملہ کا قطب ہے۔ عام اس سے کہ وہ معاملہ اس کے اپنے گھر کا ہو یا گاؤں کا، شہر کا ہو یا اس کے دین یا یا دنیا کا، ظاہر میں ہو یا باطن میں۔ ظاہر ہے اس بارے میں بھی سات یا کم زیادہ کی کوئی قید نہیں، کیونکہ ممکن ہے کسی زمانہ میں دو یا تین شخص اللہ کے نزدیک مساوی درجہ کے ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں صرف ایک ہی یا چار ہی شخص ایسے پائے جائیں جو دنیا بھر سے افضل ہوں لیکن قطبوں میں وہی شخص محمود ہے جو صلاحِ دین کا قطب ہو نہ کہ صرف دنیا کا۔ صوفیہ کے عرف میں قطب کے یہی معنی ہیں۔

اس طرح لفظ ''بدل'' و ''ابدال'' بھی بہت سے صوفیہ کے کلام میں آیا ہے۔

رہی حدیث مرفوع:

((اِنَّ فِیْهِمُ الْاَبْدَالُ اَرْبَعِیْنَ رَجُلاً كُلَّمَا مَاتَ مِنْهُمْ رَجُلٌ أَبْدَلَهُ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلاً .))

تو اغلب یہ ہے کہ کلام نبوی ﷺ سے نہیں کیونکہ حجاز و یمن میں ایمان اس وقت سے تھا جب شام و عراق فتح بھی نہیں ہوئے تھے اور سراسر بلاد کفر و شرک تھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس نبوی پیش گوئی نے واقع ہو کر اس قسم کی تمام باتوں کا فیصلہ کر دیا کہ:

((تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلٰى خَيْرِ فِرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ)) (نسائی)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"مسلمانوں کے سب سے اچھے گروہ پر ایک مارق ❶ جماعت خروج کرے گی جسے وہ قتل کرے گا جو طرفین میں زیادہ حق پر ہوگا۔"

اہل شام نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔ امیر المومنین اور آپ کے ساتھی اولیٰ بالحق تھے اور اس طرح اہلِ شام سے افضل تھے پھر اس جنگ میں شرکت کرنے والے صحابہ میں حضرت علی کے ساتھی صحابہ مثل عمار و سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم وغیرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے صحابہ مثل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، اگرچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ جنہوں نے جنگ سے پرہیز کیا طرفین کے صحابہ سے افضل تھے۔ بنا بریں کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ابدال جو افضل خلق ہیں سب کے سب شام میں ہوں اور کہیں نہ پائے جائیں یہ قطعاً باطل ہے، بلاشبہ شام اور اہل شام کے لیے بھی فضائل آئے ہیں جو اپنی جگہ پر ثابت ہیں مگر اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک حد اور درجہ مقرر کر دیا ہے جس سے تجاوز کرنا خلافِ دانش ہے، گفتگو ہمیشہ علم اور انصاف کے ساتھ ہونی چاہیے نہ کہ اٹکل اور ناانصافی سے، کیونکہ دین میں جو کوئی بغیر علم کے گفتگو کرتا ہے اللہ کے اس قول میں داخل ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل : ۳۷)

"اس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔"

اور:

﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ : ۱۶۹)

"اور اسے اللہ پر تھوپ دو جو تم نہیں جانتے۔"

اور جو عدل و انصاف چھوڑ کر گفتگو کرتا ہے اللہ کے اس قول سے باہر ہے کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾

(النساء : ۱۳۵)

---

❶ خارجی، دین سے خارج ہونے والی جماعت۔ بیان اللسان ص ۶۷۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''ایمان والو! عدل کو خوب قائم کرنے والے اور اللہ کے گواہ بنو۔''

اور:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا﴾ (الانعام: ۱۵۲)

''جب کہو تو انصاف کرو۔''

اور

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید: ۲۵)

''ہم نے اپنے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف سے رہیں۔''

جن لوگوں کے یہاں ابدال کی اصطلاح رائج ہے اس سے انہوں نے چند معانی مراد لیے ہیں۔ ''ابدال'' بدل کی جمع ہے اور ان کی اصطلاح میں ابدال کو ابدال اس لیے کہتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے کے لیے بدل دیتا ہے۔ یا اس لیے کہ ابدال نے اپنے اخلاق و اعمال و عقائد کی برائیاں حسنات سے بدل دی ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے یہ صفت چالیس یا کم زیادہ سے مخصوص نہیں اور نہ کسی ایک سرزمین کے باشندوں میں محدود ہو سکتی ہے۔ اسی قسم کے معانی ''نجبا'' کی اصطلاح میں بھی مراد لیے جاتے ہیں۔

ان اصطلاحوں کو علی الاطلاق نہ تسلیم کرنا چاہیے نہ بالکل رد کر دینا چاہیے کیونکہ ان کے معانی میں بعض معنی درست ہیں اور بعض غلط اور کتاب و سنت و اجماع سے باطل ہیں مثلاً بعضوں نے غوث کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ کے اس واسطہ سے انسانوں کی روزی و تنگی اور تکلیف و مصیبت میں مدد و نصرت کرتا ہے حالانکہ یہ خیال اسلام کے خلاف اور نصاریٰ کے عقیدہ کے مشابہ ہے جو وہ اس باب کے متعلق رکھتے ہیں کہ جس کا کہیں کوئی پتہ نہیں یا امام منتظر کے عقیدہ کی طرح ہے جو اب سے چار سو چالیس سال پہلے غار میں جا کر غائب ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ مخلوق کو صرف چالیس ابدال کے ذریعہ روزی اور مدد ملتی ہے، وہ صریح وہموں میں پڑا ہے۔ روزی اور کامیابی کا مدار اسباب پر ہے جن میں سب سے قوی سبب مومن مسلمانوں کی دعا، نماز اور اخلاص ہے اور یہ چالیس یا کم زیادہ میں محدود نہیں جیسا کہ مشہور حدیث میں مروی ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

((اَلرَّجُلُ یَکُوْنُ حَامِیَةَ الْقَوْمِ أَیُسْهَمُ لَهٗ مِثْلَ مَا یُسْهِمُ لِضَعْفَتِهِمْ؟ فَقَالَ یَا سَعْدُ وَهَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ بِدُعَائِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ.))

"وہ شخص جو جنگ کی صفوں میں ہے، اسے بھی اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا کمزوروں اور لاچاروں کو؟ فرمایا اے سعد! تمہیں جو کچھ فتح اور رزق ملتا ہے وہ تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے ملتا ہے ان کی دعا نماز اور اخلاص کی وجہ سے۔"

اور کبھی روزی و فتح مندی کے دوسرے اسباب ہوتے ہیں، چنانچہ کفار و فجار کو بھی کبھی دولت و نصرت ملتی ہے اور مسلمانوں پر کبھی قحط و وبا نازل ہوتی ہے۔ اللہ انہیں دشمنوں سے ڈراتا بھی ہے تاکہ اس کی طرف رجوع کریں، گناہوں سے توبہ کریں اور وہ ذات پاک ایک طرف ان کے گناہ معاف کر دے اور دوسری طرف مصائب و آلام دور کر کے شادکام کر دے پھر کبھی وہ کفار کو ڈھیل دیتا ہے، ان پر بارش برساتا ہے، ان کے مال و اولاد میں ترقی دیتا ہے ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (اعراف: ۱۸۲) تاکہ یا تو دنیا ہی میں سختی سے پکڑے جائیں اور یا آخرت میں دوہرے عذاب میں گرفتار ہوں۔ یاد رکھنا چاہیے ہر خوشی نعمت نہیں ہے اور نہ ہر سختی عقوبت ہے۔ فرمایا:

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ○ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○﴾ (الفجر: ۱۵-۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کا رب اسے آزماتا ہے پس اسے عزت ونعمت دیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے اور جب اس پر امتحان کی راہ سے رزق تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا!“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۱):

کیا ولی اچانک غائب ہو جاتے ہیں؟

انبیاء واولیاء ومرسلین میں کوئی ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ لوگوں کی نظروں سے غائب رہتا ہو بلکہ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق گمراہ کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں، یا یہ کہ محمد بن حنفیہ رضوی پہاڑ میں ہیں، یا یہ کہ محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ سامرا کے غار میں ہیں، یا یہ کہ حاکم بامر اللہ فاطمی المقطم پہاڑ میں ہے، یا یہ کہ ابدال رجال الغیب کوہِ لبنان میں چھپے بیٹھے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کے تمام اقوال محض کذب و بہتان ہیں۔ بلاشبہ کبھی کبھی کسی شخص کے حق میں خرقِ عادت ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی نظر سے دشمن کے ڈر یا کسی اور وجہ سے مخفی بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن علی الاطلاق دعویٰ کرنا کہ یہ لوگ عمر بھر غائب رہتے ہیں قطعاً باطل ہے۔ ہاں اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ اپنے قلبی و باطنی نور، باطنی ہدایت اور انوار واسرار و امانت ومعرفتِ الٰہی میں محویت کی وجہ سے ولی دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا والوں سے غائب رہتا ہے، یا یہ کہ اس کی صلاح و ولایت کور بصروں سے مخفی رہتی ہے تو یہ درست اور امر واقع ہے۔ اللہ اور اس کے اولیاء کے مابین بہت سے اسرار ایسے ہوتے ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۲):

خاتم الاولیاء

لفظ غوث کا علی الاطلاق بطلان ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ''غوثِ عرب'' ''غوثِ عجم''، ''غوثِ مکہ'' اور ''ساتواں قطب'' سب داخل ہیں۔ اسی طرح لفظ خاتم الاولیاء بھی ایک بے معنی اور باطل لفظ ہے۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ لفظ استعمال کیا وہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ہے۔ ایک خاص گروہ نے یہ لقب اختیار کر لیا ہے اور اس کا ہر فرد خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، مثلاً ابنِ حمویہ اور ابن عربی وغیرہ۔ یہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے (معاذ اللہ) کہ بعض اعتبارات سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔ اور یہ تمام کفریہ دعویٰ محض اس لالچ میں ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مسندِ ریاست مل جائے۔

حالانکہ یہ لوگ سخت غلطی اور گمراہی پر ہیں، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل اس لیے کہا گیا کہ نصوص و دلائل ثبوت میں موجود ہیں، برخلاف اولیاء کے جنہیں یہ بات حاصل نہیں۔ اس امت میں سب سے افضل وہ اولیاء ہیں جو مہاجرین و انصار میں سابقون الاولون ہیں اور اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کے زمانوں میں سب سے افضل وہ زمانہ ہے جس میں اس کے نبی کی بعثت ہوئی پھر وہ زمانے ہیں جو بعد میں آتے گئے۔ رہا ''خاتم الاولیاء'' تو اگر واقعی اس کی کوئی حقیقت ہے تو وہ آخری مومن متقی ہے جو اس دنیا میں باقی رہ جائے لیکن وہ نہ تو خیر الاولیاء ہوگا اور نہ افضل الاولیاء کیونکہ خیر الاولیاء و افضل الاولیاء ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ (انبیاء کے بعد) جن سے افضل پر کبھی سورج نہ طلوع ہوا، نہ غروب ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۴):

قلندری

رہے یہ داڑھی منڈے قلندری تو جاہل و گمراہ ہیں، ضلالت و جہالت کے مجسمے ہیں، ان میں سے اکثر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کافر ہیں نماز و روزہ کو واجب نہیں جانتے، جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے، دین حق کو نہیں مانتے بلکہ ان میں سے بہتیرے یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں، وہ نہ اہلِ ملت ہیں نہ اہلِ سنت۔ ممکن ہے ان میں کوئی مسلمان بھی ہو لیکن بہر حال یا مبتدع و گمراہ ہے یا فاسق و فاجر ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ ''قلندر'' عہد نبوی میں موجود تھا مفتری و کذاب ہے۔

اس فرقہ کی اصلیت یہ بیان کی گئی ہے کہ شروع میں وہ ایرانی نساک کی ایک جماعت تھی جو ادائے فرائض و واجبات اور اجتنابِ محرمات کے بعد راحتِ قلب کی جستجو و عمل میں رہتی تھی (ابو حفص سہروردی نے اسے ''عوارف'' میں بیان کیا ہے) مگر بعد میں اس نے واجبات ترک کر دیے اور ملامتیہ فرقہ کی طرح ظاہر میں محرمات کا ارتکاب کیا کہ اپنی نیکیاں چھپاتا اور ظاہری حالت ایسی رکھتا ہے کہ اس کی موجودگی میں اس کے صلاح و تقویٰ کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا کیونکہ ایسی حالت رکھنے والا اپنی نیک نیتی کی بنا پر موجود ہے۔ اس کے بعد حالت اور بدتر ہوگئی اور اس فرقہ کے لوگ سراسر مکروہات میں پڑ گئے پھر معاملہ اور آگے بڑھا، ان کی ایک جماعت فواحش و منکرات و محرمات میں غرق ہوگئی فرائض و واجبات ترک کر دیے اور یہ خیال کر بیٹھی کہ اس طرح ملامتیہ فرقہ میں داخل ہوگئی۔ واقعی یہ لوگ اپنے صرف اس خیال میں بالکل سچے ہیں کیونکہ ''ملامتیہ'' بن کر وہ دنیا و آخرت میں اللہ کی طرف سے ملامت و خواری کے مستحق و مورد ہو گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان سب پر تعزیر و تنبیہ واجب ہے اور انہیں اس ملعون شعار سے روکنا ضروری ہے۔

صرف انہیں نہیں بلکہ ہر اس شخص کو جو بدعت و فجور کا ارتکاب کرے یا لوگوں کی اعانت کرے۔ اس قسم کے تمام نام نہاد ناسک، فقیہ، عابد، فقیر، زاہد متکلم، فلسفی اور ان کے معین و مددگار بادشاہ، امراء، کتاب، محاسب، اطباء، اہلِ دیوان، عوام سب کے سب ہدایتِ الٰہی اور دینِ حق سے خارج ہیں کہ جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو باطنا و ظاہرا مبعوث کیا۔ یہی حکم ان لوگوں کا ہے جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیخِ طریقت رزق دیتا ہے، امداد و اعانت کرتا ہے، ہدایت بخشتا، مشکلات میں دستگیری کرتا ہے یا جو شیخ کی عبادت کرتے ہیں، اس سے دعا مانگتے ہیں، اسے سجدہ کرتے ہیں یا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر علی الاطلاق یا کسی جہت سے بھی فضیلت دیتے ہیں یا یقین کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے شیخ رسول کے اتباع سے مستغنی ہیں، سو یہ تمام کے تمام کفار ہیں اگر اپنے مسلک کا اظہار کریں اور اگر چھپائیں تو منافق ہیں۔

اس زمانہ میں ان لوگوں کی کثرت و شوکت ان کے اہلِ حق ہونے کی دلیل نہیں۔ کیونکہ ان کا یہ تمام عروج محض اس وجہ سے ہے کہ اکثر ممالک میں دعاۃِ علم و ہدایت کی قلت ہے اور آثارِ نبوت و رسالت میں فتور آ گیا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ ہیں کہ جن کے دامنِ آثار رسالت اور میراث نبوت سے خالی ہیں کہ جو ہدایت کی شناخت کا ذریعہ ہے اور بہتیرے ایسے بھی ہیں کہ جن کے کان اب تک حق کی صداؤں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ لیکن اہل ایمان کو مایوس نہ ہونا چاہیے فترۃ کے ایسے زمانوں میں انسانوں کو اس کے قلیل ایمان پر ثواب ملتا ہے اور ارحم الراحمین اس شخص کے لیے جس پر حجت قائم نہیں ہوئی وہ باتیں معاف کر دیتا ہے جو ان لوگوں کو معاف نہیں ہو سکتیں جن پر حجت قائم ہو چکی ہے جیسا کہ حدیث مشہور میں ہے کہ فرمایا:

((یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَعْرِفُوْنَ فِیْهِ صَلٰوةً وَلَا صِیَامًا وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً اِلَّا الشَّیْخَ الْکَبِیْرَ وَالْعَجُوْزَ الْکَبِیْرَ یَقُوْلُوْنَ اَدْرَکْنَا اٰبَائَنَا وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ .)) (موضوعات کبیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ نہ نماز جانیں گے نہ روزہ، نہ حج نہ عمرہ بجز بوڑھوں اور بوڑھیوں کے جو کہیں گے ہم نے اپنے بزرگوں کو لا الہ الا اللہ کہتے سنا ہے۔“

اس پر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ”وَمَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ لا الہ الا اللہ سے انہیں کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا: تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ، تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ، تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ، ”انہیں دوزخ سے بچائے گا دوزخ سے بچائے گا، دوزخ سے بچائے گا۔“

اصل اس باب میں یہ ہے کہ ہر وہ قول جو کتاب یا سنت یا اجماع امت سے کفر ثابت ہے اس پر دلیلِ شرعی کی وجہ سے کفر کا حکم لگایا جائے گا اور یہ اس لیے کہ ایمان صرف ان احکام سے ماخوذ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہم کو پہنچے ہیں۔ اور جن میں لوگوں کے لیے اپنے ظنون واوہام کی بنا پر خیال آرائیاں جائز نہیں ہیں مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیے کہ کفریہ قول کے قائل پر کافر ہونے کا حکم نہ لگایا جائے گا یہاں تک کہ اس کے حق میں کفر کی شرطیں ثابت اور موانع دور ہو جائیں مثلاً اگر کوئی تازہ نومسلم صحرا کا رہنے والا بدو کہہ دے کہ شراب یا سود حلال ہے یا اللہ اور رسول کا کلام سن کر انکار کر بیٹھے کہ یہ قرآن یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ سلف میں بعض لوگ کسی کسی بات کا انکار کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اس کی صحت معلوم ہو جائے اور جیسا کہ بعض صحابہ کبھی کسی مسئلہ میں شک کرنے لگتے تھے، یہاں تک کہ اس کی صحت معلوم ہو جائے (مثلاً رویت الٰہی وغیرہ مسائل) یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے۔ یا جیسا کہ ایک شخص کی حکایت مروی ہے کہ اس نے کہا کہ جب میں مروں تو مجھے پیسنا اور میری خاک سمندر میں چھڑک کر بہا دینا تاکہ میں اللہ کی نظر سے گم ہو جاؤں وغیرہ اقوال تو گو وہ کفر ہیں مگر ان کا قائل کافر نہیں یہاں تک کہ حجتِ رسالت قائم ہو جائے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: ١٦٥)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

’’تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔‘‘

اور جیسا کہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خطا و نسیان کو اس کے حق میں معاف کر دیا ہے۔ اس استفسار کے اصولی مسائل پر ہم دوسری کتابوں میں مفصل بحث کر چکے ہیں، یہ جواب اس سے زیادہ تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۴):

نذر، منت

رہا قبور یا اہلِ قبور یا پرستارانِ قبور کو نذر پیش کرنا عام اس سے کہ انبیاء کی قبریں ہوں یا اولیاء وصالحین کی تو وہ نذر حرام، یا باطل اور بتوں کی نذر سے مشابہ ہے، عام اس سے کہ تیل کی ہو یا موم بتیوں کی یا کسی اور چیز کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ .)) ❶

"قبروں پر جانے والیوں اور ان کو مسجدیں قرار دینے اور چراغ جلانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

اور فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرِ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .)) ❷

"یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت کی کہ انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔"

اس حدیث میں اہل کتاب کے اس عمل سے ڈرایا گیا ہے اور فرمایا:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ آلا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ))

"تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، دیکھو قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کیے دیتا ہوں۔"

❶ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی والحاکم من حدیث ابن عباس بلفظ زائرات.

❷ رواہ البخاری و المسلم وغیرہ عن عائشۃ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ بَعْدِیْ.)) ❶

(رواہ مالك فی موطأ)

''خدایا میری قبر کو بت نہ بنا کہ میرے بعد پوجی جائے۔''

تمام ائمہ دین متفق ہیں کہ قبروں پر مساجد کا بنانا، پردوں کا لٹکانا، ان سے منتیں ماننا، ان کے نزدیک سونا چاندی رکھنا ناجائز ہے۔ اور اس قسم کے مال کا حکم یہ ہے کہ اسے لے کر مسلمانوں کے قومی کاموں میں صرف کر دیا جائے اگر اس کا کوئی معین مستحق نہ ہو پھر اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ وہ تمام مسجدیں ڈھادی جائیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں، عام اس سے کہ کسی کی قبر کیوں نہ ہو کیونکہ یہ اسباب بت پرستی میں سے ایک بہت بڑا سبب ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳)

''انہوں نے کہا کہ نہ ود کو نہ سواع کو نہ یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا، اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔''

علمائے سلف میں ایک جماعت کا خیال ہے کہ ود، سواع و یغوث وغیرہ صالح لوگوں کے نام ہیں، جب یہ مر گئے تو لوگوں نے ان کی قبریں بنائیں، ان کی تعظیم کی۔ ہوتے ہوتے عبادت کرنے لگے۔ نیز ائمہ کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ یُّطِیْعَ فَلْیُطِعْہُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصَی اللّٰہَ فَلَا یَعْصِیْہِ)) (بخاری و احمد و السنن الاربعة)

''جس نے اللہ کی اطاعت کے لیے منت مانی، اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کے لیے مانی ہرگز نافرمانی نہ کرے۔''

---

❶ صحیح مسلم عن عائشہ، نیز حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمان وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس پر کفارۂ یمین ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:
((لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَکَفَّارَتُهُ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ))

(احمد و اصحاب سنن عن عائشة)

''معصیت میں نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔''

لیکن بعض ایسی نذر ماننے والے پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ٹھہراتے اور صرف توبہ و استغفار کو کافی سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جتنی نذر مانی ہو اسی قدر جائز و مشروع کاموں میں صرف کر دیا جائے مثلاً اگر روشنی کی نذر ہے تو اس کا تیل مساجد کی روشنی میں صرف کر دے، اگر نقد کی نذر ہے تو اسے غریب مسلمان خواہ پیر یا پیر کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ حکم عام ہے کسی قبر کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں نہ سیدہ نفیسہ کی قبر کی طرف اور نہ نفیسہ سے بڑوں کی قبر کی طرف عام اس سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں مثلاً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ جن کی قبریں بصرہ میں ہیں، یا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ جو عراق میں دفن ہیں یا اہلِ بیت ہوں مثلاً وہ قبریں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان امام حسین رضی اللہ عنہ، موسیٰ کاظم، جعفر صادق وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، یا صالحین ہوں مثلاً معروف کرخی، احمد بن حنبل وغیرہ کی قبریں۔

اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قبروں سے نذر ماننے سے کسی قسم کا بھی کوئی نفع یا ثواب حاصل ہوتا ہے تو گمراہ اور جاہل ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منت سے منع کیا ہے اور فرمایا:

((اِنَّهُ لَا یَأْتِیْ بِخَیْرٍ وَّاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ))

''اور اس سے کچھ بھی نہیں ہوتا، صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((اِنَّمَا یُلْقِی ابْنَ اٰدَمَ اِلَی الْقَدْرِ))

''ابن آدم تقدیر کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب اطاعت کی نذر کا یہ حال ہے تو معصیت کی نذر کا کیا حال ہوگا؟ پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منت ماننا، خدا سے مرادیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے یا اس سے مصائب دور ہوتے ہیں، رزق کھلتا ہے، جان و مال و ملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ کافر بلکہ مشرک ہے اور اس کا قتل شرعاً واجب ہے۔ یہی حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں کے علاوہ دوسروں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ وہ کیسے ہی بڑے مانے جاتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○﴾ (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷)

''کہہ دے پکارو انہیں جن کو اللہ کے علاوہ تم خیال کیے بیٹھے ہو۔ وہ نہ تم سے برائی دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف اپنے میں سے قریب تر کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔''

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾

(سبا: ۲۲، ۲۳)

''کہہ دے ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا خیال کر بیٹھے ہو، وہ نہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک ہیں، نہ ان کی کچھ شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی ان کا پشت پناہ ہے اس کے ہاں شفاعت فائدہ نہیں دیتی، الا یہ کہ جس کے لیے اجازت دے۔''

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس پر کفارۂ یمین ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

((لَا نَذَرَ فِی مَعْصِیَةٍ وَکَفَّارَتُهُ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ))

(احمد و اصحاب سنن عن عائشة)

''معصیت میں نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔''

لیکن بعض ایسی نذر ماننے والے پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ٹھہراتے اور صرف توبہ و استغفار کو کافی سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جتنی نذر مانی ہو اسی قدر جائز و مشروع کاموں میں صرف کر دیا جائے مثلاً اگر روشنی کی نذر ہے تو اس کا تیل مساجد کی روشنی میں صرف کر دے، اگر نقد کی نذر ہے تو اسے غریب مسلمان خواہ پیر یا پیر کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ حکم عام ہے کسی قبر کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں نہ سیدہ نفیسہ کی قبر کی طرف اور نہ نفیسہ سے بڑوں کی قبر کی طرف عام اس سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں مثلاً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ جن کی قبریں بصرہ میں ہیں، یا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ جو عراق میں دفن ہیں یا اہلِ بیت ہوں مثلاً وہ قبریں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان امام حسین رضی اللہ عنہ، موسیٰ کاظم، جعفر صادق وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، یا صالحین ہوں مثلاً معروف کرخی، احمد بن حنبل وغیرہ کی قبریں۔

اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قبروں سے نذر ماننے سے کسی قسم کا بھی کوئی نفع یا ثواب حاصل ہوتا ہے تو گمراہ اور جاہل ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منت سے منع کیا ہے اور فرمایا:

((اِنَّهُ لَا یَأْتِیْ بِخَیْرٍ وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ))

''اور اس سے کچھ بھی نہیں ہوتا، صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((اِنَّمَا یُلْقِی ابْنَ اٰدَمَ اِلَی الْقَدْرِ))

''ابن آدم تقدیر کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب اطاعت کی نذر کا یہ حال ہے تو معصیت کی نذر کا کیا حال ہوگا؟ پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منت ماننا، خدا سے مرادیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے یا اس سے مصائب دور ہوتے ہیں، رزق کھلتا ہے، جان و مال و ملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ کافر بلکہ مشرک ہے اور اس کا قتل شرعاً واجب ہے۔ یہی حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں کے علاوہ دوسروں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ وہ کیسے ہی بڑے مانے جاتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ٥٦، ٥٧)

”کہہ دے پکارو انہیں جن کو اللہ کے علاوہ تم خیال کیے بیٹھے ہو۔ وہ نہ تم سے برائی دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف اپنے میں سے قریب تر کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾

(سبا: ٢٢، ٢٣)

”کہہ دے ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا خیال کر بیٹھے ہو، وہ نہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک ہیں، نہ ان کی کچھ شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی ان کا پشت پناہ ہے اس کے ہاں شفاعت فائدہ نہیں دیتی، الا یہ کہ جس کے لیے اجازت دے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۵):

ناچنا، گانا

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ سیٹی اور تالی پسند کرتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ انبیاء و ملائکہ نہیں بلکہ ابلیس اور اس کی ذریات یہ چیز پسند کرتے ہیں، اسے سننے آتے ہیں، ان گمراہوں پر اترتے اور ان میں اپنی خبیث روح پھونکتے ہیں جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مرفوع میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ یَا ربِّ اجْعَلْ لِّی بَیْتًا قَالَ بَیْتُكَ الْحَمَّامُ قَالَ اجْعَلْ لِّیْ قُرْاٰنًا قَالَ قُرْاٰنُكَ الشِّعْرُ ، قَالَ اجْعَلْ لِّیْ مُؤَذِّنًا قَالَ مُؤَذِّنُكَ الْمِزْمَارُ)) (طبرانی)

"شیطان نے کہا اے رب میرے لیے گھر مقرر کر دے، فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔ کہا میرے لیے قرآن مقرر کر دے۔ فرمایا: تیرا قرآن شعر ہے۔ کہا میرے لیے مؤذن مقرر کر دے۔ فرمایا: تیرا مؤذن باجا ہے۔"

نیز اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ (بنی اسرائیل: ٦٤) سلف کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر میں کہا کہ شیطان کی آواز گانا ہے، یہ درست ہے اور اس میں گانے کے علاوہ وہ تمام آوازیں بھی داخل ہیں جو لوگوں کو سبیل اللہ سے ہٹانے کے لیے بلند کی جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا نُهِیْتُ عَنْ صَوْتَیْنِ أَحْمَقَیْنِ فَاجِرَیْنِ صَوْتُ لَهْوٍ وَّ لَعِبٍ وَّ مَزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ وَصَوْتُ لَطْمِ خُدُوْدٍ وَشَقِّ جُیُوْبٍ وَّدُعَاءٍ بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ ذَاتَ الْمُكَاءِ وَالتَّصْدِیَةِ)) (نسائی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"مجھے دو احمقانہ فاجر آوازوں سے منع کیا گیا ہے: لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز سے اور منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور تالیوں اور سیٹیوں والی جاہلیت کی پکار (عبادت) کی آواز سے۔"

شیطان ان گمراہوں پر کچھ اس طرح چھا جاتا ہے کہ وہ گانا سنتے مست ہو جاتے ہیں اور ناچنے کودنے لگتے ہیں۔

ان معاملات میں اسرار و حقائق [1] ہیں جنہیں اہلِ بصائر ایمانیہ و مشاہد ایقانیہ ہی مشاہد کر سکتے ہیں۔ لیکن شریعت کی راہ بالکل روشن اور صاف ہے۔ جس کسی نے اس کی اتباع کی اور بدعت کی بھول بھلیوں سے اجتناب کیا، ہدایت یاب اور دنیا و آخرت کی فلاح سے شادکام ہو گیا۔ اگرچہ وہ اسرار و حقائق کے ادراک سے بالکل محروم ہی کیوں نہ رہ گیا ہو۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکہ کی راہ پر رہنما کے پیچھے جاتا ہے، راستہ میں ہر جگہ کھانا پانی پاتا ہے اگرچہ نہیں جانتا کہ یہ سامان وہاں کیونکر مہیا ہوا پھر منزلِ مقصود پر پہنچتا اور حج کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ برخلاف اس کے وہ ہے جو رہبر لیے بغیر نکل کھڑا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راستہ بھول جاتا ہے، پھر یا تو وہ ہلاک جاتا ہے یا ایک مدت تک شقاوت و بدبختی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھانے کے بعد راستہ پر آ جاتا ہے، رہنمائے حق رسول اللہ ﷺ ہیں، جنہیں اللہ نے دنیا بھر کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، انہوں نے اس کے حکم سے حق کی دعوت دی، صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی، اور گمراہی کی راہوں پر پڑنے سے روک دیا، جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں، نجات پاتے ہیں اور جو خودسری سے اعراض کرتے ہیں ہلاک ہوتے ہیں۔

رہے یہ گانے بجانے والے نام نہاد صوفی تو ان پر شیطان کے پھیرے کی علامتیں ہمیشہ ظاہر ہو جاتی ہیں، چنانچہ ان کے منہ سے کف اڑتا ہے، درشت آوازیں نکلتی ہیں، خوفناک چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ آوازوں کا اختلاف ان شیطانی مقاصد کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے

[1] یعنی شیطان کے غلبہ واستیلاء کے ہر کس وناکس نہیں سمجھ سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جوان کے اندر نشو ونما پاتے اور برانگیختہ ہوتے رہتے ہیں چنانچہ کبھی نفسانی خواہشات کے ہجوم کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے، کبھی مظلوموں پر غضب وعدوان کا زور ہوتا ہے۔ غرض کہ وہ تمام شیطانی اثرات موجود ہوتے ہیں جو شراب خور متوالوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں کیونکہ مطرب آواز کا نشہ کبھی مطرب شراب کی طرح اثر دکھاتا اور ذکر الٰہی اور نماز سے روکتا ہے، دلوں سے تلاوتِ قرآن دور کر دیتا ہے، اس کے معانی کے فہم اور اس کی اتباع سے باز رکھتا ہے اور اس طرح ان گمراہوں کو ان لوگوں کے زمرہ میں داخل کر دیتا ہے جس کی نسبت فرمایا گیا کہ لہو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ سبیل اللہ سے گمراہ کریں۔ پھر وہ خود ان میں بغض وعداوت کی تخم ریزی کرتا ہے اور وہ اپنے شیطانی فاسد احوال کر ڈالتا ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے شیطانی احوال کے ذریعہ قتل کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان پر حد یا دیت واجب ہے کیونکہ وہ ظالم ہیں اور صرف اسی صورت میں خوش ہوتے ہیں کہ محرمات اور اپنے شیطانی مقاصد کی تنفیذ کا موقع پائیں جیسا کہ ظالم بادشاہ ظلم کر کے خوش ہوتے ہیں۔

یہی حال کفار ومبتدعین وظالمین کے خضراء کا ہے۔ ممکن ہے ان میں کبھی زہد وعبادت پائی جائے جس طرح مشرکین واہلِ کتاب میں دیکھی جاتی ہے اور جس طرح خوارج مارقین میں تھی جن کی بابت فرمایا گیا ہے:

((یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِیَامَهٗ وَقِرَاءَ تَهٗ مَعَ قِرَاءَ تِهِمْ یَقْرِءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ اَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِیْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.)) (نسائی، ترمذی)

''تم اپنی نماز ان کی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ ان کے روزے کے سامنے اور اپنی تلاوت ان کی تلاوت کے سامنے حقیر جانو گے، قرآن پڑھیں گے مگر ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح چلہ سے تیر، جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو کیونکہ ان کے قتل میں اللہ کے ہاں قاتل کے لیے قیامت کے دن ثواب ہے۔"

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظواہر کے ساتھ ان میں احوالِ باطنہ بھی پائے جاتے ہیں، لیکن ان میں ظواہر و بواطن کی وجہ سے انہیں اولیاء اللہ سمجھ لینا غلط ہے کیونکہ ولی صرف وہی ہو سکتا ہے جو ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (یونس: ٦٣) "جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے" کے زمرہ میں ہو، اگرچہ ظاہر و باطن میں اسے قدرت و تمکن نہ بھی حاصل ہو کیوں کہ ولایت کے لیے قدرت و تمکن لازم نہیں۔ ولی اللہ کبھی صاحبِ قوت و شوکت ہوتا ہے اور کبھی ضعیف و کمزور، یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آ کر اس کے ضعف کو قوت سے بدل دے۔ اسی طرح عدو اللہ کبھی کمزور ہوتا ہے اور کبھی زبردست، یہاں تک کہ اللہ کا دستِ انتقام دراز ہو اور اس کے پرنخوت سر پر ذلت کی خاک پڑ جائے، پس تاتاریوں کے باطنی خضراء اسی جنس سے ہیں جس جنس سے ان کے ظاہری خضراء ہیں۔ رہا غلبہ تو وہ ہمیشہ دلیلِ حق نہیں، خدا کبھی مومنوں پر کفار کو غالب کرتا ہے اور کبھی مومن کافروں پر فتح یاب ہوتے ہیں جیسا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمنوں سے حال تھا۔ لیکن نتیجہ میں کامیابی بہرحال متقین ہی کے لیے ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمادیا ہے:

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (المومن: ٥١)

"ہم اپنے رسولوں پر اور مومنین کو دنیاوی زندگی میں اور حاضر ہونے کے دن مدد دیں گے۔"

اگر مسلمان کمزور ہوں اور کافر زبردست تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کمزوری و پستی مسلمانوں کے کفران و عصیان کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا﴾ (آل عمران : ۱۵۵)

''جنگ کے دن تم میں سے جنھوں نے پیٹھ پھیر دی انہیں شیطان نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ڈگمگایا۔''

اور فرمایا:

﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ﴾ (آل عمران : ۱٦۵)

''اور کیا جب تمہیں مصیبت پہنچی، تم نے بھی یقیناً دوگنی مصیبت پہنچائی۔ تم نے کہا یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ کہہ دے یہ تمہاری اپنی طرف سے آئی۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝﴾ (الحج : ۴۰ ـ ۴۱)

''اور البتہ اللہ مدد کرتا ہے اس کی جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ قوی و غالب ہے وہ جنہیں ہم زمین میں مضبوط کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں۔''

فصل (۱٦):

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مشہور مزارات

رہے یہ مشہور مقابر و مزارات تو ان میں سے بعض قطعاً فرضی ہیں مثلاً دمشق میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور اویس قرنی کی قبر، لبنان میں حضرت نوح علیہ السلام کی قبر، مصر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر، غرض کہ شام و عراق اور مصر اور دیگر ممالکِ اسلامیہ میں بے شمار قبریں ایسی ہیں جو محض فرضی ہیں۔ اسی بنا پر بہت سے علماء جن میں عبدالعزیز کنانی بھی ہیں۔ اس کا ثبوت ملتا ہے مگر بڑی جستجو و کاوش کے بعد مسلمانوں کی اپنی قبروں سے یہ بے اعتنائی ذرا بھی تعجب انگیز نہیں کیونکہ ان کی حفاظت، معرفت اور ان پر قبوں اور مسجد کی تعمیر شریعتِ اسلام میں مقبول نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے جو آج کل مبتدع ان قبروں کے باب میں کرتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ یَقُوْلُ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .))

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے سنا: تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، میں تمہیں اس سے منع کیے دیتا ہوں۔''

اور فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ .)) (بخاری)

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔''

ائمہ اسلام متفق ہیں کہ ان عمارتوں کا قبروں پر بنانا، انہیں مسجد قرار دینا، ان کے نزدیک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنا، ان پر اعتکاف کرنا، ان سے استغاثہ کرنا، ان کے سامنے تہلیل و تکبیر بلند کرنا وغیرہ سب کام غیر مشروع ہیں، قبرستانوں میں نماز مکروہ ہے اور بہتوں کے نزدیک تو ایسی نماز باطل ہے کیونکہ اس سے صریح ممانعت موجود ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کی جائے، عام اس سے کہ نبی ﷺ کی ہو، صحابی کی ہو، کسی آدمی کی ہو، تو سلام کیا جائے اور صاحبِ قبر کے لیے دعا مانگی جائے، یہ دعا بمنزلہ نماز جنازہ کے ہے جیسا کہ خود اللہ نے ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ منافقین کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

(التوبة: ٨٤)

''جو ان میں سے مرجائے کبھی اس پر نماز نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔''

اس آیت سے جہاں منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، وہاں مسلمانوں کے حق میں ان دونوں باتوں کا کرنا بھی مشروع ثابت ہوتا ہے، سنن میں ہے کہ جب کوئی صحابی فوت ہوتا تو نبی ﷺ اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے:

((سَلُوْا لَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ .)) (بخاری)

''اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔''

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب قبروں پر جاؤ تو کہو:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمُ الْمُسْتَاْخِرِيْنَ نَسْئَالُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ .))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اے مومنوں کے گھر بسنے والو! تم پر سلام، ہم ان شاء اللہ تم سے مل جانے والے ہیں، اللہ ہمارے اور تمہارے آگے جانے والوں اور پیچھے جانے والوں پر رحم کرے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا، ہمیں ان کے بعد امتحان میں نہ ڈالنا۔ ہماری اور ان کی مغفرت کر۔''

دین الٰہی یہی ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے گھر کی تعظیم و تکریم کی جائے اور وہ گھر مسجدیں ہیں جن میں جماعت اور بے جماعت نمازیں، اعتکاف، تمام بدنی و قلبی عبادتیں، قراءت قرآن، ذکر الٰہی اور اللہ سے ہر طرح کی دعائیں مشروع کی گئی ہیں، فرمایا:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

''مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾ (اعراف: ۲۹)

''کہہ دے میرے رب نے حکم دیا ہے عدل کرنے اور یہ کہ ہر مسجد میں پوری طرح متوجہ ہو اللہ کی طرف اور اسی کو پکارو دین کو اسی کے لیے بے میل کر کے۔''

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (اعراف: ۳۱)

''اے بنی آدم ہر مسجد (عبادات) میں اپنی زینت کرو۔''

﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىِٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ﴾ (التوبة: ۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے، نماز قائم کی، زکوٰۃ دی، اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈرے، امید ہے وہ ہدایت پانے والے ہوں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (النور: ۳۶ تا ۳۸)

”ان گھروں میں کہ اجازت دی ہے اللہ نے ان کے بلند کرنے کی اور ان میں ذکر کیا جاتا ہے اس کے نام کا، ان میں ایسے لوگ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں جنہیں نہ تجارت نہ فروخت ذکرِ الٰہی سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل کرتی ہے۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گے تاکہ ان کے بہترین اعمال کے حساب سے بدلہ دے اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ کر دے، اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔“

یہ ہے مسلمانوں کا دین جو اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتے۔ رہا قبروں کا بت بنا کر پوجنا تو یہ مشرکوں کا دین ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول سید المرسلین ﷺ نے منع کیا ہے۔ اللہ تمام مسلمانوں کو ایمان و ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دے۔

والحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہٖ و صحبہ وسلم تسلیما کثیرا طیباً مبارکاً کما هو.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

زیارۃ القبور

اس رسالے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زیارت قبور کے آداب اور قبروں کی زیارت کی اصل غرض و غایت نیز قبروں پر ہونے والے شرک، نیز صاحب قبر (نبی ہو یا ولی) کی قبر پر جا کر سوال کرنا اور اس سے استغاثہ کرنا وغیرہ کا بطلان قرآن و سنت کے محکم ودلائل سے واضح کیا ہے۔ نیز زیارت مسنونہ وغیر مسنونہ کا فرق واضح کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

استفتاء

امام الانام، مجدد اعظم، حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ سے مسائل ذیل کے متعلق استفتاء کیا گیا:

۱۔ بعض لوگ مزارات پر جا کر اپنے مال مویشی، گھوڑے اونٹ وغیرہ کے ازالۂ مرض کے لیے استعانت کرتے ہیں اور اہل قبور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں: یا سیدی! آپ میری پشت پناہ ہیں، فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں میری ایذا رسانی کے درپے ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ صاحب قبر ان کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے۔

۲۔ بعض لوگ مساجد اور خانقاہوں میں زندہ یا مردہ پیروں کے نام پر نقدی، اونٹ، بکری اور (روشنی کے لیے) بتی وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ''اگر میرا بیٹا بچ رہا تو پیر کے نام کی فلاں فلاں چیز مجھ پر واجب ہو جائے گی۔''

۳۔ بعض لوگ اپنے شیخ یا پیر سے فریاد کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ فلاں حادثہ (مقدمہ) میں میرا دل بے قرار ہے۔

۴۔ بعض لوگ اپنے پیر و مرشد کے مزار پر بوسہ دیتے، اس پر رخسار رگڑتے اور قبر پر ہاتھ گھس کر اپنے چہرے پر پھیرتے ہیں اور اسی قسم کی اور حرکات کرتے ہیں۔

۵۔ بعض لوگ طلب حاجات میں کسی بزرگ یا ولی سے مخاطب ہوتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ محفل سماع منعقد کرتے ہیں اور قبر کے پاس آ کر اپنے مرشد کے سامنے زمین پر سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

۷۔ بعض لوگ قطب، غوث، فرد کے جامع کے قائل ہیں۔

اس قسم کے تمام عقائد پر پوری روشنی ڈالی جائے اور شرح و بسط کے ساتھ فتویٰ صادر فرمایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب (از شیخ الاسلام رحمہ اللہ)

نزول کتب سماوی اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے منشائے الٰہی محض یہ ہے کہ دنیا میں صرف اللہ واحد کی عبادت ہو، اسی سے استعانت کی جائے، اسی پر توکل ہو اور جلب منفعت و دفع مضرت کے لیے اسی ایک کو پکارا جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

(۱)..... ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ (زمر: ۱ تا ۳)

''یہ کتاب بارگاہ الٰہی سے صادر ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اے پیغمبر یہ کتاب حقیقت میں ہم ہی نے تم پر اتاری ہے تو خالص اللہ کی فرمانبرداری پر نظر رکھ کر اسی کی عبادت کرتے رہو، سنو خالص اطاعت کا سزاوار اللہ ہی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے لوگوں کا اپنا کارساز ٹھہرایا ہے اور اپنے اس فعل پر یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اندرونی تمام اختلاف میں فیصلہ کرے گا۔''

(۲)..... ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

''مساجد خاص طور پر اللہ ہی کی عبادت گاہیں ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی کو نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پکارو۔"

(۳)..... ﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾ (الاعراف : ۲۹)

"اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ میرے پروردگار نے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت اسی طرف متوجہ ہو کر اور اسی کی فرمانبرداری مد نظر رکھ کر اس کو پکارو۔"

(۴)..... ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ۵۶،۵۷)

"اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اللہ کے سوا تم جن کو حاجت روا سمجھتے ہو وہ تم سے نہ تکلیف کو دور کر سکیں گے اور نہ اسے بدل سکیں گے یہ لوگ جن کو مشرکین پکارتے ہیں ان میں سے جو زیادہ مقرب ہیں وہ بھی بذات خود اپنے پروردگار کو اور زیادہ قرب حاصل کرنے کے لیے ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے کہا "بعض لوگ مسیح، عزیر اور ملائکہ علیہم السلام کو پکارتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح میرے بندے ہیں تمہاری طرح وہ بھی میری رحمت کے امیدوار اور میرے عذاب سے خائف ہیں اور جس طرح تقرب بارگاہی کے تم خواہش مند ہو وہ بھی اسی کے جویا ہیں۔

پس جب انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے پکارنے والوں کا یہ حال ہے تو ان لوگوں کا کیا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو ان لوگوں کو بھی پکارتے ہیں جو کسی حیثیت سے بھی انبیاء اور ملائکہ کے ہم پایہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱)..... ﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا﴾ (الکھف: ۱۰۲)

''کیا کفار نے یہ عقیدہ جما رکھا ہے کہ ہمیں چھوڑ کر ہمارے بندوں کو اپنا کارساز بنائیں اور ہماری طرف سے ان پر کوئی باز پرس نہ ہو؟ بلاشبہ ہم نے کفار کے لیے جہنم بطور مہمانی تیار کر رکھی ہے۔''

(۲)..... ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ (السباء: ۲۲-۲۳)

''اے پیغمبر! ان مشرکین سے کہو کہ جن لوگوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو انہیں پکار کر دیکھو تو سہی، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آسمان و زمین کی سلطنت میں انہیں ذرہ بھر بھی حکومت نہیں نہ ان کا اس میں کوئی ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور اللہ کے ہاں بجز اس شخص کے جسے وہ خود اجازت دے گا کسی کو سفارش کی اجازت نہ ہوگی۔''

یہاں واضح کر دیا کہ تمام مخلوقات میں سے کیا ملائکہ اور کیا انسان وغیرہ، جن کو اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، کسی کو ایک ذرہ کے برابر زمین و آسمان کی بادشاہت میں اختیار نہیں اور اس کے ملک میں کوئی بھی اس کا شریک یا حصہ دار نہیں بلکہ وہی ہستی مطلق بلکہ بلا شرکت غیرے، مالک الملک اور قابل ستائش ہے اور اس کو ہر شے پر قدرت کاملہ حاصل ہے۔ اس کے انتظام میں اس کا کوئی معاون یا مددگار نہیں جس کی اعانت کی اس کو ضرورت ہو جیسے بادشاہوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کاروبار سلطنت میں اعوان وانصار کی حاجت ہوتی ہے اور اس کی رضا و اجازت کے بغیر کسی کو اس کے ہاں شفاعت یا سفارش کا یارا نہیں۔

پس اس سے تمام انواع واقسام شرک کی پوری نفی ہو گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرک کے متعلق چار احتمالات اور ان کی نفی

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جن کو اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے یا وہ مالک ہیں یعنی کچھ اختیار رکھتے ہیں یا وہ مالک نہیں یعنی کچھ اختیار نہیں رکھتے اور جب ملکیت میں شریک بھی نہیں تو یا تو وہ معاون ہیں یا سائل و طالب۔ مگر اول الذکر ہر سہ قسم کی نفی بلاشبہ ثابت ہے۔ رہی چوتھی قسم سو اس کا وقوع بھی اس کے اذن کے بعد ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

(۱)..... ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵)

''اس حضور میں بلا اذن کون سفارش کر سکتا ہے۔''

(۲)..... ﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰی﴾ (النجم: ۲۶)

''زمین اور آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ جب تک اللہ کی جانب سے اذن اور رضا حاصل نہ ہو کسی شخص کے بارے میں وہ شفاعت نہیں کر سکتے۔''

(۳)..... ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (زمر: ۴۳، ۴۴)

(۴)..... ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (السجدۃ: ۴)

(۵)..... ﴿وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام: ۵۱)

''اے پیغمبر! قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ قیامت کو اپنے پروردگار کے حضور حاضر کیے جائیں گے اور اس وقت اللہ کے سوا نہ تو کوئی ان کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔ عجب نہیں کہ تمہارے ڈرانے سے پرہیزگاری اختیار کریں۔''

(۲)..... ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)

''کسی بشر کے لیے یہ بات شایاں نہیں کہ اللہ اسے اپنی کتاب دے اور عقل سلیم اور نبوت سے ممتاز کرے تو پھر وہ لوگوں سے کہے تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ جسے یہ عطیات ملیں گے وہ تو یہی کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم لوگ دوسروں کو کتاب الٰہی پڑھاتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو اور وہ تم سے کبھی یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو اللہ مانو۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام لا چکے اور وہ اس کے بعد تمہیں کفر کرنے کو کہے۔''

پس جب آیت نمبر۲ میں ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو رب ٹھہرانے والوں کے متعلق قرآن مجید نے کفر کا فتویٰ دے رکھا ہے تو ان کے علاوہ مشائخ وغیرہ کو رب ٹھہرانے والوں کا کیا حال (وہ کیونکر کفر سے بچ سکتے ہیں)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر اللہ سے مطالبہ کرنے کی تفصیل

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ اگر مطالبات کی نوعیت اس قسم کی ہو کہ ان کے پورا کرنے کے لیے سوائے اللہ کے کسی کو قدرت نہیں۔ مثلاً مریض انسانوں اور بیمار مویشی کی شفا کی درخواست یا غیر معین جہت سے قرض کی ادائیگی کی دعا یا اہل وعیال کی عافیت اور دنیا و آخرت کے مصائب سے پناہ مانگنا یا دشمن کو زیر کرنے میں مدد طلب کرنا، یا ہدایت قلب اور مغفرت ذنوب اور دخول جنت کی آرزو کرنا، یا دوزخ کی آگ سے نجات پانے کی خواہش کرنا یا تعلم علم وقرآن یا حصول صلاح قلب وحسن خلق تزکیہ نفس وغیرہ کے لیے دعا مانگنا، تو ایسے امور کی درخواست سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے جائز نہیں۔

اور یہ کسی طرح جائز نہیں کہ فرشتہ یا نبی یا کسی شیخ ولی سے، زندہ ہو یا مردہ یوں کہے کہ میرے گناہوں کی مغفرت کیجیے یا دشمن پر مجھے فتح دیجیے یا میرے مریض کو شفا بخشیے یا مجھے اور میرے اہل وعیال کو عافیت دیجیے یا میرے جانور کو تندرست کر دیجیے یا اس قسم کی کوئی اور استدعا کرے جو سخت ممنوع ہے پس جو کسی مخلوق سے اس قسم کی درخواست کرتا ہے وہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرتا ہے خواہ کوئی ہو مثلاً جو لوگ ملائکہ اور انبیاء کی پرستش کرتے ہیں یا بت پرست جو ان ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی مزعومہ صورتوں پر بت تراش کر ان کی پوجا پاٹ کرتے اور نصاریٰ جو مسیح اور ان کی والدہ مریم علیہما السلام کی پرستش کرتے ہیں یہ سب ایک جنس سے ہیں چنانچہ اس کے متعلق آیات ذیل میں خبر دی گئی:

(۱)..... ﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (المائدہ: ۱۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اور جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو دو اور معبود بنا لینا؟"

(۲)۔۔۔ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبة: ۳۱)

یا مطالبہ ایسے امور کے متعلق ہو جن پر انسان کو کچھ اختیار دیا گیا ہے تو ایسا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ لیکن بعض حالات میں اس قسم کے سوالات سے بھی روکا گیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا:

(۲)۔۔۔ ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

(الانشراح: ۷،۸)

"تو اب جب کہ تم ان تردّدات سے کسی قدر فارغ ہوئے تو عبادت کی ریاضت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف پورے پورے متوجہ ہو جاؤ۔"

۲۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی:

((وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ .))

"جب تجھے کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ سے کرنا، اور مدد طلب کرنی ہو تو بھی اسی سے۔"

اور صحابہ میں سے ایک جماعت کو یوں نصیحت فرمائی کہ لوگوں سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا جس کے بعد تمام عمر ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی کے ہاتھ سے چابک گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ مجھے چابک پکڑا دو۔

۳۔ صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّهُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(بخاری و مسلم)

''میری امت سے ستر ہزار بلاحساب داخل جنت ہوں گے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ استرقاء (جھاڑ پھونک) نہیں کرتے، داغ نہیں لگواتے اور نہ بدفالی لیتے ہیں اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

باوجود اس کے حضور ﷺ سے یوں بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے:

((مَامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوالَهٗ اَخُوْهُ بِظَهْرِ الْغَيْبِ دَعْوَةً اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهَا مَلَكاً كُلَّمَا دَعٰى لِاَخِيْهِ دَعْوَةً قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ مِثْلُ ذَالِكَ .))

''جو شخص اپنے بھائی کی غیبت میں اس کے لیے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے اور جس وقت وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ کرے تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔''

اور فرمایا کہ غائب کی دعا غائب کے حق میں مقبول ہوتی ہے۔

اسی بنا پر حضور ﷺ نے امت کو آپ پر صلوٰۃ بھیجنے اور آپ کے لیے طلب وسیلہ کرنے کا حکم دیا اور اس کے متعلق اجر عظیم کی بشارت دی۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ اَسْئَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ ذَالِكَ الْعَبْدُ فَمَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) (بخاری)

''جب موذن اذان کہے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ ساتھ کہتا جائے اس کے بعد مجھ پر صلوٰۃ بھیجے اور مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ طلب کرے جو جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے اور ضروری ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندہ کو حاصل ہو اور امید ہے کہ میں ہی اس اعلیٰ مقام پر ممتاز ہونے کا مستحق ہوں گا۔ پس جو میرے لیے وسیلہ کا طالب ہو گا قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہو گا۔"

اور شرعاً ارفع و اعلیٰ دونوں سے التجا دعا ہو سکتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمرہ کے دن وداع کرتے وقت فرمایا:

((لَا تَنْسَنَا مِنْ دُعَائِكَ يَا اَخِيْ .))

"یعنی بھائی ہمیں بھول نہ جانا، دعا سے یاد رکھنا۔"

لیکن اس میں ہمارا ہی فائدہ پیش نظر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھ پر صلوٰۃ بھیجو اور میرے لیے وسیلہ طلب کرو اور ساتھ ہی یوں فرمانا کہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو میرے لیے وسیلہ کا طالب ہو گا وہ شفاعت کا مستحق ہو گا صاف بتا رہا ہے کہ مطلوب عنہ کے فائدے کی غرض سے اسی سے کسی شے کا طالب ہونا اور فقط اپنے ذاتی فوائد کی خاطر دوسرے سے طلب کرنا دو مختلف الحقیقت چیزیں ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے لیے اس سے دعائے مغفرت کرانا۔

((اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ))

۲۔ صحیحین میں ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں کسی بات پر تنازع ہو گیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے معاف کیجیے (اِسْتَغْفِرْلِيْ) لیکن ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہے کہ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استرقاء کرتے تھے تو آپ ان کے لیے رقیہ کر دیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔ صحیحین میں ثابت ہے کہ امساک باراں میں آپ سے استقاء کے لیے درخواست کی گئی۔ آپ نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

۵۔ صحیحین کی روایت ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امامت میں دعائے استقاء کی اور یوں کہا: مولیٰ! عہد نبوی میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعائے باراں کیا کرتے تھے آج ہم تیرے رسول کے چچا کو وسیلہ پکڑتے ہیں تو ہم پر باراں رحمت بھیج: ((اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا اَجْدَبْنَا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاَنَا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَسُقُوْا.))

۶۔ جب ایک نے جان و مال کی ہلاکت اور اہل و عیال کی بھوک اور مصیبت کی شکایت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! دعا فرمایے ہم آپ کے حضور میں خدائے تعالیٰ کو بطور شفیع لاتے ہیں اور اس کی جناب میں آپ ہمارے شفیع ہیں، ((فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْهِ وَبِكَ عَلَى اللّٰهِ)) تو چہرہ مبارک پر خفگی کے آثار نمودار ہوئے اور خدائے واحد کی کبریائی بیان کرتے ہوئے اعرابی سے فرمایا: تیرا بھلا ہو اللہ تعالیٰ کو اس مخلوق میں سے کسی کے پاس بطور سفارشی کے مقرر نہیں کیا جاتا اس کی شان اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔ (وَيْحَكَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُسْتَطِيْعُ بِهٖ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ شَانُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذَالِكَ)۔

پس آپ نے اس کے قول ((اِنَّا نَسْتَطِيْعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ)) کو برقرار اور جائز رکھا لیکن کسی بندے کے پاس ذات واحد کے شفیع لانے سے انکار فرمایا اور اسے جائز نہ رکھا کیونکہ شافع مشفوع سے سوال کرتا ہے اور بندہ اس کی جناب میں سائل ہے اور اس سے اللہ کے پاس سفارش کرائی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کسی بندے سے کسی چیز کا سائل نہیں اور اس سے سفارش کرائی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیارت مسنونہ وشرعیہ

۱۔ زیارت قبور کے متعلق مسنون یہ ہے کہ صاحب قبر پر سلام بھیجے اور اس کے حق میں دعا کرے جس طرح جنازہ پر دعا کی جاتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے تھے جب قبور کی زیارت کرو تو کہا کرو:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ دِيَارِ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ نَسْاَلُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ .))

"اے مومنین کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے طالب عافیت ہیں مولیٰ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کیجیو اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈالیو۔"

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ رَجُلٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ رُوْحَهُ حَتّٰى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَام .))

"جب کسی شخص کا گزر کسی آشنا کی قبر پر ہوتا ہے اور وہ اس پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کی طرف پھیر دیتا اور وہ اپنے بھائی کے سلام کا جواب دیتا ہے۔"

زندہ کے لیے مردہ کے حق میں دعا کرنے کا ایسا ہی اجر ہے جیسے اس کی نماز جنازہ کا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ منافقین کے حق میں دعا کرنے سے قطعاً روک دیا گیا، فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

(التوبة: ٨٤)

''ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے لیے دعائے رحمت مت کیا کرو اور نہ کبھی اس کی قبر کے پاس جا کر ٹھہرا کرو۔''

لیکن زندہ کے مردہ سے حاجات طلب کرنے اور اس کے ساتھ توسل کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ زندہ کو حکم دیا کہ مردہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے اس پر نماز جنازہ پڑھے، اس کے لیے دعائے مغفرت کرے کیونکہ زندہ کی دعا مردہ کے حق میں باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے اور دعا کرنے والے کے لیے بھی موجب اجر وثواب۔

صحیح بخاری میں حضور ﷺ کا ارشاد ثابت ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین قسم کے: اعمال کے صدقہ جاریہ، اس کی علمی خدمت جس سے لوگوں کو اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچتا ہے، فرزند صالح جو اس کے حق میں دعا کرے۔

قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنے کی تین صورتیں:

جو شخص کسی نبی یا ولی کے مزار پر جائے یا ایسی قبر پر جس کے بارے میں اس کا عقیدہ ہو کہ یہ قبر کسی نبی یا ولی یا صالح کی ہے (حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں) اور وہ صاحب قبر سے سائل اور طالب حاجات ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

اول: ان سے حاجات کا طالب ہو مثلاً جان و مال اور اہل و عیال کی عافیت، ادائیگی قرض، انتقام دشمن وغیرہ مطالبات کے متعلق اس سے سوال کرے جن کے پورا کرنے کی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں، تو یہ شرک صریح ہے ایسے شخص پر توبہ لازم ہے، اگر اپنے فعل سے تائب نہ ہو تو وہ سزائے قتل کا مستحق ہے۔

اگر وہ اپنے فعل کی تائید میں دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قرب الٰہی میں مجھ سے بڑھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا، میں اس کا توسل اسی طرح پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں ان کے مقربین اور درباری لوگوں کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، تو یہ مشرکین اور نصاریٰ کا سا فعل وقول ہے کیونکہ اس کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء ومشائخ بارگاہِ ایزدی میں ان کی حاجات ومطالبات پورا کرانے کی سفارش کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کے عقائد و دلائل باطلہ کی خبر دی ہے۔ فرمایا:

(۱)..... ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (الزمر: ۳)

''ہم ان لوگوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے۔''

(۲)..... ﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزمر: ۴۳، ۴۴)

''دوسرے لوگوں کو اللہ کے سوا اپنا سفارشی مقرر کر لیا ہے اے پیغمبر ان سے کہو جس حالت میں کسی چیز پر ان کا قابو نہ ہوگا اور عقل سے بھی عاری ہوں گے تب بھی تم ان کو کارساز ہی سمجھتے رہو گے اے پیغمبر! انہیں کہہ دو کہ سفارش تمام تر اسی کے لیے ہے جس کی ملکیت آسمان وزمین ہیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

(۳)..... ﴿مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ﴾ (السجدة: ۴)

''لوگو اس کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ سفارشی۔ کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

(۴)..... ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرة: ۲۵۵)

''ایسا کون ہے جو اس کے حضور میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے۔''

ان آیات میں خالق ومخلوق کے امتیازی فرق کو واضح کر دیا اور بتا دیا کہ لوگ حکام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں بعض اصحاب رسوخ کو اپنا سفارشی بنا لیتے ہیں اور ان کی قبولیت سفارش کی وجہ یا تو ان کا ذاتی رعب ہوتا ہے یا حاکم کی دوستی اور رغبت یا ان کے خاندانی اوقات کی حیا و شرم یا ایسا ہی کوئی اور سبب۔ مگر دربار خداوندی میں یہ کیفیت نہیں۔ اس کے ہاں کسی کو سفارش کی جرأت نہیں جب تک کہ وہ خود سفارش کرنے کی کسی کو اجازت نہ دے اور اس صورت میں بھی شفیع اتنی ہی سفارش کرسکتا ہے جتنی کہ اللہ کی مشیت ہو اور وہ سفارش بھی ہوگی تو اس کے اذن سے ہوگی۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دعا میں یوں کہنے سے منع فرماتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ .))

''مولیٰ اگر تیری مرضی ہو تو مجھے بخش دے، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر۔''

بلکہ فرمایا:

((وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا مُكْرِهَ لَهٗ .)) (ایضا)

کہ سوال میں عزم ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اپنی خواہش کی بات کے منوانے پر نہ تو اس طرح مجبور کرسکتا ہے جیسا اور جگہ کبھی شفیع مشفوع الیہ کو اپنی بات منوانے پر مجبور کر لیتا ہے یا جس طرح کبھی سائل سوال میں الحاح و اصرار کرکے اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے اگرچہ مسائل عنہ اس کی حاجت روائی کرنا نہ چاہتا ہو تو اب دروازہ ایک ہی رہا کہ صدق طلب سے رب کی طرف رغبت کی جائے اور یہی واجب ہے۔

(۱)..... ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الانشراح: ۷،۸)

''پس رغبت بھی اس کی طرف چاہیے اور رہبت اور ڈرنا بھی اسی سے چاہیے۔''

(۲)..... ﴿وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾ (البقرۃ: ۴۰)

''اور ہم ہی سے ڈرو۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(۳)۔۔۔۔﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ (المائدہ : ٤٤)

''لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو۔''

حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجیں اور اس کو ہماری دعاؤں کی مقبولیت کا ذریعہ بتلایا۔ رہا اکثر گمراہ لوگوں کا یہ عقیدہ کہ یہ بزرگ اللہ کے قریب ہیں اور میں اس سے دور ہوں اور بغیر اس وسیلہ کے میری دعا کی شنوائی ممکن نہیں اور اس قسم کی دوسری حجتیں، سو یہ مشرکین کے اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ: ١٨٦)

''اور میرے بندے جب تجھ سے میری بابت سوال کرتے ہیں تو اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ میں اس قدر نزدیک ہوں کہ جس وقت کوئی پکارتا ہے میں اسے جواب دیتا ہوں۔''

اسی آیت کی شان نزول میں مروی ہے کہ صحابہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر ہمارا رب قریب ہے تو مناجات کیا کریں اور اسے دل میں یاد کیا کریں اور اگر بعید ہے تو بآواز بلند پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک سفر میں بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو! آہستہ تکبیر کہو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم اس سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو جو تم سے قریب تر ہے یا فرمایا جو تمہاری سواریوں کی گردنوں سے بھی تم سے قریب تر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حکم دیا ہے کہ میری نماز پڑھو اور مناجات کرو اور سب کو حکم دیا ہے کہ نماز میں کہیں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ مگر مشرکین کے حال سے خبر دی کہ انہوں نے کہا ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ ''یعنی ہم ان کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کر دیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اس مشرک سے پوچھتے ہیں کہ جو تم اس (صاحب قبر) کو پکارتے ہو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ تمہارے حال سے زیادہ باخبر ہے اور وہ تمہاری حاجت روائی پر زیادہ قدرت رکھتا ہے یا وہ تم پر سب سے زیادہ مہربان ہے؟ تو یہ خیال تو عین جہالت ہے اور گمراہی بلکہ کفر ہے اور اگر تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر سب سے زیادہ باخبر ہے اور تمہاری حاجات کو پورا کرنے پر سب سے زیادہ قادر ہے اور تم پر سب سے زیادہ مہربان ہے تو پھر کیا وجہ کہ اس کو چھوڑ کر غیر سے مانگتے اور سوال کرتے ہو؟ کیا تم نے وہ حدیث کبھی نہیں سنی جو بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو قرآن حکیم کی طرح دعائے استخارہ بھی سکھاتے تھے اور فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھ کر حاجت پیش کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ .))

پھر اپنی حاجت پیش کرے اس میں ((اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ)) کہنے کا حکم دیا، جس کے یہ معنی ہیں کہ اس سے طلب خیر کی جائے کیونکہ وہ علیم ہے، اس سے قوت وتوفیق کا طالب ہو کیونکہ وہ قادر ہے اور اسی سے سوال کیا جائے کیونکہ وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب قبر (نبی یا ولی) سے سوال کرنے کی دو صورتیں

صورت اول:

اگر تم صاحب قبر وغیرہ سے اس لیے درخواست کرتے ہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم سے زیادہ مقرب بارگاہ الٰہی ہے اور اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے تو یہ بات حق ہے مگر ایسا حق کہ اس سے باطل معنی مراد لیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ تم سے زیادہ مقرب درگاہ ہے اور اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ اس پر تم سے زیادہ نوازش کرے گا اور تم سے زیادہ درجات اس کو عطا کرے گا۔ یہ معنی نہیں کہ جب تو اس کو پکارے گا تو اللہ تعالیٰ تیری حاجت سے بڑھ کر اور بہتر پوری کرے گا جس صورت میں تو خود براہ راست اللہ تعالیٰ کو پکارے کیونکہ اگر تو مستحق عذاب ہے یا تیری دعا معصیت پر مبنی ہونے کے باعث مسترد ہونے کے قابل ہے تو انبیاء اور صالحین ہرگز اس میں تیری اعانت نہیں کریں گے اور نہ وہ ایسی شے کے حصول کی کوشش کر سکتے ہیں جو اللہ کے نزدیک مبغوض اور حرام ہے اور اگر تیری دعا مبنی بر معصیت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑھ کر رحیم اور مہربان ہے اور وہ دعا قبول کرنے کے اہل ہے۔

دوسری صورت:

اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ صاحب قبر جب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا جلد تر اور بہتر صورت میں قبول کرے گا بہ نسبت اس کے کہ تم خود براہ راست دعا کرو تو یہ دوسری قسم ہے اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ تم ان سے طلب نہیں کرتے اور نہ بالاستقلال دعا کرتے ہو بلکہ ان سے یہ دعا کرتے ہو کہ تمہارے لیے اللہ سے دعا کریں جیسے زندہ سے کہا جاتا ہے کہ میرے لیے دعا کیجیے اور جس طرح صحابہ حضور ﷺ سے التجائے دعا کیا کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ پس اس طرح کی درخواست زندہ سے تو مشروع ہے جیسے اوپر بیان ہو چکا لیکن انبیاء اور صالحین جن کا انتقال ہو چکا ہے ان سے کہنا مشروع نہیں کہ ہمارے لیے دعا کیجیے، نہ یہ کہنا کہ ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کیجیے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے کسی سے بھی ایسا کہنا ثابت ہے اور نہ ائمہ میں سے کسی نے اس کو جائز رکھا ہے نہ اس کے جواز میں کوئی حدیث وارد ہے۔ بلکہ بخاری میں یوں آیا ہے کہ جب خلافت فاروقی میں امساک باران کی شکایت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء کی دعا کرائی اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا اَجْدَبْنَا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.))

"اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب کبھی امساک باراں ہوتا تھا تو ہم اپنے نبی کو تیرے پاس وسیلہ لاتے تھے تو باران رحمت ہوتا۔ اب اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں اے اللہ! ہم پر مینہ برسا۔"

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر یہ نہ کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے لیے اللہ سے باران رحمت کی درخواست کیجیے یا ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے یا جو قحط اور مصیبت ہم کو پہنچی ہے اس کی شکایت آپ کے پاس لے کر آئے ہیں یا اس قسم کی اور کوئی بات کسی صحابی نے ہرگز ہرگز نہیں کی بلکہ یہ ایک بدعت ہے جس کی کتاب وسنت میں قطعاً کوئی دلیل نہیں۔ صحابہ کا دستور صرف یہ تھا کہ جب روضہ مقدس کی زیارت کے لیے جاتے تو آپ پر سلام کرتے اور دعا کا ارادہ ہوتا تو مزار مقدس کی جانب منہ کر کے دعا نہ کرتے بلکہ قبلہ رو ہو کر خدائے واحد لاشریک سے دعا مانگتے جیسا کہ دوسری جگہ قبلہ رو ہو کر دعا مانگا کرتے تھے۔

دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو موطا وغیرہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاهِمْ مَسَاجِدَ .))

''مولیٰ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ اس قوم پر اللہ کا بڑا غضب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

سنن میں ہے:

۲۔ ((لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِيْداً وَصَلُّوْا عَلَیَّ حَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ .))

''میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا، ہاں مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا، جہاں کہیں بھی تم ہو تمہاری صلوٰۃ مجھے پہنچ جائے گی۔''

۳۔ ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَافَعَلُوْا))

''اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر جنھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے اس فعل سے ڈراتے تھے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ظاہر کی جاتی (کھلے میدان میں بنائی جاتی) لیکن آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگ اس کو سجدہ گاہ بنالیں (اسی لیے مرض الموت میں یہود ونصاریٰ کے اس فعل کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی)

صحیح مسلم میں ہے کہ وفات سے پانچ روز پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

٤۔ ((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْهَا مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ .))

''تم سے پہلے لوگ مزارات کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ خبردار تم ایسا نہ کرنا۔ میں تمہیں ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہوں۔''

سنن ابوداؤد میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ((لَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ .))

"قبروں پر زیارت کرنے والیوں پر اللہ کے رسول نے لعنت بھیجی ہے اور ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔"

یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء نے قبور پر مساجد کا تعمیر کرنا بھی ناجائز رکھا ہے ان کے نزدیک قبور کے نام سے نذر ماننا، ان کے مجاورین کو نقدی تیل بتی، کوئی (بکرا وغیرہ) جانور بطور منت یا نذر کے دینا جائز نہیں ہے اور ایسی تمام قسم کی منتیں اور نذریں معصیت میں داخل ہیں۔

اگر کوئی ناجائز کاموں کی نذر مانے تو اس پر عمل نہ کرے:

صحیح بخاری میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ .))

"جو شخص اللہ کی اطاعت میں کوئی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ لیکن نذر معصیت کا ادا کرنا جائز نہیں۔"

علماء کا اختلاف ہے کہ اس قسم کی نذر ماننے پر کفارہ آتا ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف میں سے کوئی صاحب بھی قبروں کے پاس یا ان کی درگاہوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت یا استحباب کا قائل نہیں اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ دوسرے مقامات کی نسبت مزارات کے پاس نماز ادا کرنا یا دعا مانگنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ قبروں کے پاس پڑھی جائے۔ خواہ انبیاء اور صالحین ہی کی قبریں کیوں نہ ہوں، خواہ عرف میں مشاہد کہا جاتا ہو یا نہ۔ اللہ اور اس کے رسول نے مساجد کے بارے میں کئی چیزیں مشروع کی ہیں جو مشاہد کے بارے میں نہیں کیں من جملہ ان کے آیات ذیل ہیں:

(۱)..... ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سَعٰی فِیْ خَرَابِهَا﴾ (البقرۃ: ۱۱٤)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے مساجد میں اللہ کا ذکر کیے جانے سے روکا اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔''

ان سب میں لفظ مساجد فرمایا، مشاہد نہیں کہا گیا۔

(۲)..... ﴿وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ﴾

''جس حالت میں کہ تم مساجد میں اعتکاف کر رہے ہوتے ہو۔''

اس آیت ''فِی الْمَسَاجِدِ'' فرمایا ہے، ''فِی الْمَشَاهِدِ'' نہیں فرمایا۔

(۳)..... ﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (اعراف: ۲۹)

''اے پیغمبر! کہہ کہ میرے پروردگار نے جو حکم دیا بجا اور مناسب ہے اور فرمایا کہ ہر مسجد میں اپنے رخ کو سیدھا کر لیا کرو۔''

(۴)..... ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (التوبۃ: ۱۸)

''اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو اور مسجدیں صرف اللہ کے ذکر کے لیے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

۱۔ ((صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ تَفْضُلُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَسُوْقِهٖ بِخَمْسٍ وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَةً .))

''گھر اور بازار کی نسبت مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے۔''

۲۔ ((مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِداً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّةِ .))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنوائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مکان بنا دیتا ہے۔"

لیکن قبروں کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کو مساجد نہ بناؤ اور قبور کو سجدہ گاہ یا مسجد بنانے والے پر لعنت کی ہے اور متعدد صحابہ اور تابعین نے آیت ﴿وَلَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳) کی تفسیر میں ذکر کیا:

نوح علیہ السلام کی قوم کے شرک کی اصلیت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اور طبرانی وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں اور ویثمہ نے قصص الانبیاء میں ان سے قول نقل کیا ہے کہ یہ قوم نوح کے صلحاء کے نام تھے ان کی موت کے بعد لوگوں نے ان کی قبور پر بیٹھنا شروع کیا پھر رفتہ رفتہ امتداد زمانہ سے ان کی تصاویر اور بت تراش لیے درحقیقت قبروں پر اعتکاف کرنا، ان کو ہاتھ لگا کر چومنا اور دل میں یا ان کے پاس دعا وغیرہ اس قسم کے کام شرک اور بت پرستی کی جڑ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے دعا مانگی:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُعْبَدُ .))

اور علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص روضہ مبارک یا انبیاء و صالحین، صحابہ یا اہل بیت وغیرہ کے مزارات کی زیارت کرے تو اس کو ان کا چھونا یا بوسہ دینا جائز نہیں۔ بلکہ دنیا بھر میں جمادات میں سے حجر اسود کے سوا کسی کو بھی بوسہ دینا جائز نہیں اور صحیحین میں حجر اسود کے متعلق بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اِنِّیْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ .))

"میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جس کو ہمارے نفع ونقصان کی کوئی طاقت نہیں۔ اگر میں حضور ﷺ کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اس پر تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ بیت اللہ کے ان دو رکنوں کو جو حطیم کی طرف ہیں اور کعبہ کی چار دیواری اور مقام ابراہیم اور صخرۂ بیت المقدس اور قبور انبیاء و صالحین میں سے کسی کو بوسہ دینا یا اس پر ہاتھ پھیر کر چومنا خلاف سنت ہے یہاں تک جب کہ منبر رسول موجود تھا بہ خیال عظمت اس کو ہاتھ لگانے میں علماء کا اختلاف ہے (تو قبور کا کیا ذکر ہے)۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اور ان کے رفقاء نے اس کو مکروہ کہا کیونکہ یہ بدعت ہے اور کہتے ہیں کہ جب امام مالک رحمہ اللہ نے عطاء کو ایسا کرتے دیکھا تو ان سے روایت نہ کی۔ اور امام احمد اور ان کے موافقین نے اس کو جائز رکھا ہے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو چھونے اور بوسہ دینے کو سب نے بالاتفاق مکروہ جانا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استیصال مادۂ شرک اور تحقق توحید اور دین کو محض اللہ رب العالمین کے لیے خاص کرنے میں کس قدر بے نظیر کوشش سے کام لیا ہے۔

کسی صالح آدمی کی زندگی میں اس سے دعا منگوانے اور مرنے کے بعد کی حالت میں فرق:

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کسی صالح شخص سے سوال کرنے میں اور وفات کے بعد یا غائب ہونے کی صورت میں ان سے سوال کرنے میں کتنا فرق ہے۔ وجہ یہ کہ زندگی میں تو ان کی پرستش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ انبیاء و صالحین اپنی زندگی کے اندر اپنے حضور کسی کو مشرکانہ حرکات کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے بلکہ اس سے روکتے تھے اور اس پر سزا دیتے تھے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کا قول شاہد ہے:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (المائدة: ١١٧)

”تو نے مجھے حکم دیا تھا بس وہی میں نے انہیں کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ان کا نگران حال رہا پھر جب دنیا سے تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔"

۲۔ جب حضور ﷺ نے ایک شخص سے یوں کہا:

((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ .))

"جو اللہ کی اور آپ کی مرضی۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ .))

"کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ پس جو کچھ اللہ وحدہ کی مرضی"

اور فرمایا:

((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ .)) مت کہا کرو بلکہ یوں کہا کرو:

((وَمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ مَا شَاءَ مُحَمَّدٌ .))

"جو اللہ کی مرضی اور اس کے بعد آپ ﷺ کی۔"

۳۔ جب ایک لونڈی نے کہا:

((وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ .))

"ہم میں ان کے رسول موجود ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں"

تو فرمایا:

((قُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتُ تَقُوْلِیْنَ .))

"ایسا مت کہو، جو تم پہلے کہہ رہی تھی اسی قدر کہو۔"

۴۔ اور فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کو بڑھا دیا تم ہرگز مجھے اس طرح نہ بڑھانا۔ میں بندہ ہی ہوں اس لیے مجھے عبدہ ورسولہ ہی کہا کرو۔''

۵۔ جب صحابہ نماز میں صف بستہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ بیٹھے ہوئے تھے تو فرمایا:

((لَا تُعَظِّمُوْنِیْ كَمَا تُعَظِّمُ الْاَعَاجِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً .))

''اس طرح میری عزت نہ کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کیا کرتے ہیں۔''

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا میں کوئی چیز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز نہ تھی۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم قیام نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو خوب معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں فرماتے۔

۷۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے منع فرمایا اور کہا:

((اِنَّهٗ لَا يَصْلِحُ السُّجُوْدُ اِلَّا لِلّٰهِ وَلَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَداً اَنْ يَّسْجُدُ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظْمِ حَقِّهٖ عَلَيْهَا .))

''سجدہ فقط اللہ ہی کے لیے ہے۔ اگر میں کسی انسان کو انسان کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔''

۸۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زنادقہ کا وہ گروہ پیش ہوا جو ان کی خدائی کا قائل تھا تو آپ نے ان کو جلا دینے کا حکم دیا۔

پس انبیاء اور اولیاء اللہ کی تو یہ کسر شان ہے باقی رہا اپنی شان میں غلو اور تعظیم بے جا تو اسے وہ لوگ جائز و برقرار رکھتے ہیں جو فرعون کی طرح زمین میں بڑھ چڑھ کر رہنا اور تباہی پھیلانا چاہتے ہیں گمراہ مشائخ جن کا مقصد ہی فساد فی الارض ہے وہ بھی فرعون کی جنس سے ہیں۔ اور انبیاء اور صالحین کی شان میں غلو کرنا، ان کو رب بنا لینا اور ان کے ساتھ شرک کرنا،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہ اس کی قسم کی باتیں ہیں جو ان کی غیوبت یا ان کی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

فوت شدہ کا واسطہ دے کر دعا مانگنے کے عدم جواز کی وجہ:

چنانچہ مسیح اور عزیر علیہما السلام کے ساتھ ان کی غیبت اور وفات کے بعد شرک کیا گیا۔ پس یہی راز ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صالح ولی اللہ کی زندگی میں ان کے روبرو ان سے سوال کرنے اور ان کی وفات کے بعد یا غیر حاضری میں ان سے درخواست کرنے میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ تمام سلف صالحین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو انبیاء کی قبور کے پاس نماز پڑھنے کو اختیار و پسند کرتا ہو یا مزارات کے پاس دعا کی ہو اور نہ کبھی غائبانہ ان سے سوال اور استغاثہ (فریاد خواہی) کرتے تھے نہ قبروں کے پاس، علیٰ ہذا القیاس، اعتکاف اور مجاور ہو کر بیٹھنے کا ان سے کوئی ثبوت نہیں۔

اور جس استغاثہ کا ذکر مستفتی نے سوال میں کیا ہے کہ مصائب کے وقت کوئی شخص کسی فوت شدہ بزرگ یا غائب کا نام لے کر کہے گا یا سیدی فلاں میری فریاد کو پہنچو، میری مدد کرو، گویا ان سے مصیبت کے دور کرنے اور جلب منفعت کی طلب کرتا ہے، تو اس قسم کا استغاثہ بدترین شرک میں سے ہے۔ نصاریٰ کا مسیح علیہ السلام اور والدۂ مسیح مریم علیہا السلام اور اپنے عالموں اور درویشوں کے بارے میں یہی خیال اور اعتقاد ہے۔ اور یہ تو ثابت شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور بزرگ ترین خلائق ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ آپ کی قدر و منزلت اور آپ کے حقوق کا علم سب سے زیادہ صحابہ کو تھا۔ باوجود اس کے صحابہ آپ کی غیبت میں یا بعد وفات کوئی اس قسم کی بات نہیں کرتے تھے۔

شرک کے ساتھ جھوٹ لازم ہے:

اور یہ شرک کرنے والے لوگ شرک تو کرتے ہیں مگر شرک کے ساتھ جھوٹ بھی ملا دیتے ہیں۔ ویسے بھی جھوٹ شرک کا قرین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (الحج: ۳۰۔۳۱)

''اور جھوٹی بات کہنے سے بھی پرہیز کرو، بس ایک اللہ کے ہو رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۲۔ ((عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ))

''جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے۔''

یہ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۳۔ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۵۲)

''جو لوگ بچھڑے کی پرستش کو لیے بیٹھے ہیں عنقریب ان پر ان کے پروردگار کا غضب نازل ہوگا۔ اور افترا پردازوں کے لیے یہی بدلہ ہے۔''

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا:

۴۔ ﴿أَئِفْكًا آلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ .

(الصافات: ۸۶، ۸۷)

''کیا جھوٹ موٹ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو تو تم نے اللہ رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟''

پس ان لوگوں کے کذب و افترا میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے جو کہتے ہیں کہ اگر شیخ مشرق میں ہو اور مرید مغرب میں تو شیخ انکشاف عطاء مرید کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر شیخ اس وصف سے متصف نہ ہو تو وہ شیخ ہی نہیں اور کبھی شیطان ان کو اس طرح گمراہ کرتا ہے جیسا کہ اہل عرب کے بتوں میں اور ستارہ پرستوں کے طلاسم شرکیہ و سحریہ میں شیطان اپنی چال چل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے۔ جس طرح تاتار اور ہند اور سوڈان وغیرہ اصناف میں مشرکین میں شیاطین کا اغوا اور بات چیت کرنا وغیرہ پھندے جاری ہیں۔ پس بہت سے مشائخ پرستوں کے لیے بھی اس قسم کی باتیں واقع ہو جاتی ہیں خصوصا مجالس سماع میں جب سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے اور حالت رقص میں مصروف ہوتے ہیں کیونکہ ایسی حالت میں شیطان ان پر نازل ہوتے ہیں اور جنس کی اس وقت ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے (مصروع) مرگی والے کی مثلاً اونٹ کی طرح بڑبڑانا اور منہ سے جھاگ نکالنا اور عجیب بے طرح آواز نکالنا اور اس وقت شیطان ایسے الفاظ میں ان سے کلام کرتا ہے جن کو نہ تو وہ خود سمجھتے ہیں اور نہ حاضرین کی سمجھ میں آتے ہیں اور اسی طرح کی اور باتیں جن کا ایسے لوگوں میں واقع ہونا ممکنات میں سے ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی یوں کہے اے اللہ! بحرمت فلاں یا بہ برکت فلاں یا بجاہ فلاں میری آرزو برلا۔ پس یہ عمل ایسا ہے کہ اکثر لوگ اس کو کرتے ہیں لیکن صحابہ، تابعین اور ائمہ سے اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ وہ دعا میں یوں کہتے تھے۔ اور علماء میں سے بھی اس کی نفی یا اثبات میں کوئی قول مجھے نہیں پہنچا جس کو میں نقل کروں۔

البتہ فقیہ ابی محمد بن عبدالسلام کے فتاویٰ میں میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ سوائے نبی ﷺ کے کسی اور کے حق میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور آپ کے طفیل سے دعا کرنے کے بارے میں جو حدیث نقل کرتے ہیں اگر وہ صحیح ہو تو خاص آپ کے توسل سے دعا کر لینا جائز ہے۔

اور جس استفتاء کے جواب میں فقیہ موصوف نے یہ فتویٰ دیا ہے اس کا مضمون یہ ہے:

نسائی اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو یہ دعا سکھائی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِیَقْضِیَهَا لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے بعض لوگ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد توسل پکڑنے کے جواز میں استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ نہ مخلوق سے دعا ہے اور نہ کسی مخلوق سے استغاثہ ہے بلکہ اس میں فقط ان کے جاہ و حرمت کے طفیل و توسل سے سوال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے گھر سے نماز کے لیے مسجد میں جانے والے کو یوں دعا کرنے کا ارشاد فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اِشْرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ اَسْئَالُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ .))

اس حدیث میں اللہ پر سوال کرنے والوں کے حق اور اپنی نماز کی طرف چلنے کے حق اپنے اوپر ثابت کیے ہیں۔

چنانچہ فرمایا:

۱۔﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (الروم : ٤٧)

”مومنین کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔“

۲۔﴿كَانَ عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا﴾ (الفرقان : ١٦)

”جس وعدے کا ایفا پروردگار نے اپنے اوپر لیا ہے وہ اس سے طلب کیا جائے گا۔“

بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کریں:

۳۔ نیز صحیح بخاری میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَی الْعِبَادِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا اَتَدْرِیْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ فَإِنَّ حَقَّهُمْ عَلَيْهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ .))

''معاذ! جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کے کیا حقوق ہیں؟ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر پوچھا: کیا جانتے ہو جب بندے حقوق اللہ ادا کریں تو اللہ پر ان کے حقوق کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب سے بچالے۔''

اور بعض احادیث میں حقوق کے متعلق ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا: شارب خمر کی چالیس روز نماز قبول نہیں ہوتی اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اگر وہ تیسری یا چوتھی مرتبہ باز نہ آئے تو اللہ پر لازم ہے کہ اس کو ''طینة الخبال'' پلائے۔ پوچھا گیا ''طینة الخبال'' سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''اہل دوزخ کی پیپ''۔

ایک جماعت علماء کی کہتی ہے کہ اس سے موت کے بعد توسل کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ فقط آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز استسقاء ادا کرنا اور یوں کہنا خدایا! عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے رسول کے وسیلے سے تجھ سے باران رحمت کے طالب ہوتے تھے آج ہم تیرے رسول کے چچا کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں، ہم پر باران رحمت بھیج۔

پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا توسل کرتے تھے اور بارش ہو جاتی تھی اور توسل کی صورت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے اور صحابہؓ خود بھی شریک دعا ہوتے اور آپ کی شفاعت اور آپ کی دعا کا وسیلہ پکڑتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبوی میں آیا۔ حضور ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے، دعا فرمایے بارش تھم جائے حضور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا مولیٰ بارش کو تھام لے۔ ہمارے ٹیلوں پر، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، وادیوں اور درختوں کی جڑوں میں بارش بھیج۔ راوی کا بیان ہے کہ بارش فوراً تھم گئی جب ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں چل رہے تھے۔

پس اس حدیث میں ہے کہ اس شخص نے کہا:

((اُدْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ يُّمْسِكَهَا عَنَّا .))

"دعا فرمایے بارش تھم جائے۔"

اس سے یہی ثابت ہے کہ حضور ﷺ سے دعا کی التماس کی جاتی تھی اور یہی ان کا توسل تھا۔

بخاری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے "مجھے ابو طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا قول یاد آتا ہے جو آپ کی تعریف میں کہا:

((وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرْمِلِ .))

"یعنی روشن چہرہ والا جس کی وجاہت کے طفیل بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

یتیموں کی جائے پناہ، رانڈوں کا ملجا و ماویٰ ہے۔"

پس آپ کے حین حیات میں استسقاء کے لیے اس قسم کا توسل کیا جاتا تھا کہ حضور ﷺ سے دعا کی التماس کرتے اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استدعا کی گئی۔ لیکن حضور ﷺ کی وفات کے بعد یا آپ کے غائب ہونے کی صورت میں یا آپ کی مرقد مبارک کے پاس جا کر آپ کا توسل نہیں کیا گیا اور نہ کسی اور کی قبر کے پاس کسی نے جا کر استسقاء کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے یزید بن اسود جرشی کو امام بنا کر استسقاء کیا اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَيْكَ بِخِيَارِنَا يَايَزِيْدُ ارْفَعْ يَدَيْكَ اِلَى اللّٰهِ .))

''مولیٰ ہم تیرے سامنے اپنے بہترین آدمیوں کو شفیع لاتے ہیں۔ اے یزید اللہ کے آگے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ۔''

تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور سب لوگوں نے دعا کی تو خدائے تعالیٰ نے باران رحمت نازل کی۔

لہٰذا علماء کے نزدیک متقی اور صلحاء سے دعائے باراں کرانا مستحب ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہوں تو سب سے بہتر ہے لیکن کسی عالم نے نہیں کہا کہ کسی نبی یا صالح کی موت کے بعد یا ان کی غیبت میں استسقاء یا دشمن پر فتح چاہیے اور کسی دعا میں ان سے توسل کرنا مشروع ہے اور نہ علماء میں سے کسی نے اس کو مستحب کہا اور دعا ہی تو عبادت کا مغز ہے اور عبادت کی بنا سنت اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے نہ کہ خواہشات اور من گھڑت طریقے نکالنے پر۔ اللہ کی عبادت وہی ہے جو مشروع طریق پر ہو اور جو خواہشوں اور بدعتوں سے عبادت کی جائے وہ اللہ کی عبادت نہیں ہوتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ : ۲۱)

''کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا شریک ٹھہرا رکھے ہیں اور انہوں نے ان کے لیے دین کا ایک راستہ ٹھہرایا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔''

۲۔ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

(الاعراف : ۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اپنے رب کو عاجزی اور دل ہی دل میں آہستہ پکارا کرو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

۳۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَيَكُوْنُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِي الدُّعَا وَالطُّهُوْرِ))

''اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے کہ دعا اور طہارت میں حد اعتدال سے بڑھ جائیں گے۔''

لیکن مصیبت یا خوف میں اپنے پیر سے استغاثہ کرنا اور یہ درخواست کرنا کہ اس حادثہ میں مرشد میرے دل کو ثابت اور برقرار رکھے یہ تو صاف شرک ہے اور دین نصاریٰ کی جنس سے اور یہ قسم اول ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ رحمت کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی ضرر دفع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ (یونس: ۱۰۷)

''اے پیغمبر! اگر تجھے اللہ کوئی ضرر پہنچائے تو یاد رکھو کہ اس ضرر کو اس کے سوا کوئی دفع نہیں کر سکتا اور اگر بذات خود تجھے نیکی پہنچانے کا ارادہ کر لے تو اس کے فضل کو کون ہٹا سکتا ہے۔''

۲۔ ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (فاطر: ۲)

''اپنی رحمت کا دروازہ اگر اللہ خود ہی لوگوں کے لیے کھولے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں، اور بند کر دے تو پھر کوئی اسے کھول نہیں سکتا۔''

۳۔ ﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ (الانعام: ٤٠، ٤١)

''اے پیغمبر! کہہ دو کہ بھلا دیکھو، اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا تمہارے سامنے قیامت قائم ہو جائے تو اس وقت بھی انہیں ہی پکارنے لگو گے جنہیں تم نے اللہ کے سوا معبود گردانا؟ اگر سچے ہو تو جواب دو۔ نہیں بلکہ اسی ایک اللہ کو پکارو گے۔ تو جس امر کے لیے اسے پکارو گے تو اگر وہ چاہے گا تو اسے کھول دے گا، اور جن کو تم شریک خدا ٹھہراتے ہو انہیں بھول جاؤ گے۔''

۴۔﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٥٦، ٥٧)

''اے پیغمبر! انہیں کہہ دو کہ جنہیں تم اللہ کے سوا کارساز سمجھے ہو، بوقت حاجت بلا کر تو دیکھو، یہ تم سے تکلیف کو نہ دور کر سکتے ہیں اور نہ اسے بدل ہی سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ جنہیں مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کے ذریعے ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ اے پیغمبر! بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جو لوگ ملائکہ، انبیاء علیہم السلام اور صلحاء وغیرہ کو پکارتے ہیں وہ ان کے موجودہ مصائب کو ہٹا نہیں سکتے اور آنے والے مصائب کے روکنے میں کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ پس جب کوئی شخص کہے کہ میں پیر کو اس لیے پکارتا ہوں کہ وہ میرا شفیع ہے تو وہ نصاریٰ اور ان کے احبار و رہبان کی جنس سے ہے۔ اور مومن تو اپنے رب ہی کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رحمت کا امیدوار اور اسی کے عذاب سے خائف ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ عبادت کر کے اسی کو پکارتا ہے اور اس کے شیخ کا حق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کے لیے دعا کرے اور اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے کیونکہ سب خلقت سے بڑی شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے زیادہ آپ کے امر (اور شریعت) کے جاننے والے تھے اور سب سے زیادہ آپ کی قدر و منزلت سے واقف اور سب سے زیادہ آپ کے مطیع تھے اور آپ نے ان میں سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ گھبراہٹ اور خوف کے وقت یوں کہیں: "یا سیّدی یا رسول اللّٰہ" اور صحابہ رضی اللہ عنہم نہ آپ کی زندگی میں ایسا کرتے تھے اور نہ آپ کی وفات کے بعد کیا۔

اللہ سے دعا مانگنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تاکید:

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کے ذکر اور اسی سے دعا مانگنے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ﴾ (آل عمران : ۱۷۳، ۱۷۴)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے آ کر کہا: تم سے لڑائی کرنے کو لوگ جمع ہو رہے ہیں، اور ان کو ڈرایا۔ مگر بجائے ڈرنے کے ان کا ایمان اور زیادہ پختہ ہو گیا، اور بول اٹھے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے۔ اور پھر لڑائی پر گئے تو اللہ کی نعمتوں اور فضل سے لدے ہوئے لوٹے اور انہیں کوئی گزند نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر کاربند رہے۔ سو اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔"

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ کلمات ((حَسْبُنَا اللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)) ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہے تھے جب ان کو کفار نے آگ میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کلمات اس وقت کہے جب لوگوں نے ان سے کہا ((اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ)) ''تمہارے مخالف لوگوں نے تم سے لڑنے کے لیے جمعیت فراہم کر لی ہے۔''

۲۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے قراری کے وقت یوں کہا کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَكِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ .))

اور مروی ہے کہ آپ نے اس قسم کے ادعیہ بعض اہل بیت کو بھی سکھائے تھے۔

۳۔ سنن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت پڑھا کرتے تھے:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ .))

۴۔ اور مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھائی:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَلَا اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ .))

۵۔ مسند احمد اور ابن ابی حاتم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہم و غم میں کلمات ذیل کہے، اللہ تعالیٰ اس کے فکر و غم کو دور کر دیتا ہے اور اس کی مصیبت کے عوض راحت و عیش عطا کرتا ہے۔ کلمات یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ ، وَابْنُ عَبْدِكَ ، وَابْنُ اَمَتِكَ ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ ، اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ ، وَاَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ ، وَعَلَّمْتَهٗ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ ، اَوْ اِسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، اِنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ ، وَجَلَاءَ حُزْنِيْ ، وَذَهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ .))

صحابہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! ہم ان کلمات کو سیکھ لیں؟ فرمایا: جو ان کلمات کو سنے چاہیے کہ سیکھ لے۔

۶۔ اور آپ ﷺ نے اپنی امت سے فرمایا کہ ''کسوف وخسوف اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔ ان کو کسی کی پیدائش یا موت سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے لوگوں کو اپنا جلال و جبروت دکھاتا ہے۔ جب تم اس کو دیکھو تو گھبراہٹ سے نماز اور اللہ کا ذکر اور استغفار کی طرف پناہ لو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو۔''

ان سے یہ نہیں فرمایا کہ کسوف وخسوف دیکھ کر کسی مخلوق یا ملائکہ یا اولیاء کو پکاریں۔

اس قسم کے واقعات آپ کی سنت میں بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے لیے خوف کے وقت اور کوئی بات مشروع نہیں کی مگر وہی جس کا حکم اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ سے دعا کریں، اس کا ذکر کریں، غلام آزاد کریں، صدقہ اور اسی قسم کی اور خیرات کریں۔

پھر مومن سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا مقرر کردہ راستہ چھوڑ کر بدعت و ضلالت کی راہ اختیار کرے، جس کے لیے شریعت میں کوئی دلیل نہیں، محض نصاریٰ اور مشرکین کی تقلید ہے۔

شرک کرنے کی وجہ سے کرشموں کا ظہور:

اگر کوئی یہ کہے کہ اس طرح بزرگ ہستیوں کے پکارنے سے اس کی حاجت پوری ہو گئی اور شیخ کی صورت اس کے سامنے آ گئی، تو ان کو مطلع ہونا چاہیے کہ ستارہ پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ مشرکوں کو بھی ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مشرکین سے اس قسم کے واقعات بتواتر منقول ہیں۔ اگر ایسے کرشمے ظہور پذیر نہ ہوتے تو بتوں وغیرہ کی کوئی پرستش نہ کرتا۔

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے دعا کی:

﴿وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابراهيم : ۳۵، ۳٦)

''اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ اے میرے رب! بتوں نے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہے۔''

اور کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے مکہ میں شرک کا ظہور عمرو بن لحی الخزاعی کی طرف سے ہوا، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کی انتڑیاں پڑی ہیں اور دوزخ میں ان کو کھینچتا پھرتا ہے۔ اوّل اوّل اس نے سانڈ چھوڑے تھے اور اسی نے دین ابراہیم علیہ السلام کو مسخ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ شام میں وارد ہوا اور وہاں دیکھا کہ بلقاء میں بت دھرے ہیں جن کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ جلب منافع اور دفع مضار میں وہ ان کی مدد کرتے ہیں، تو وہ ان بتوں کو مکہ میں اٹھا لایا اور عرب میں شرک و بت پرستی کو رواج دیا اور وہاں ان محرمات کو رائج کیا جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا تھا، مثلاً شرک، سحر، خونِ ناحق، جھوٹی شہادت وغیرہ۔ کبھی ان محرمات میں حظ نفس اور طبعی میلان ہوتا ہے جن حظوظ کو نفس امارہ منفعت یا دفع مضرت تصور کرتا ہے۔ اگر یہ حظوظ ان میں نہ ہوتے تو کبھی نفوس ان کے ارتکاب کی جرأت نہ کرتے جن میں فی الحقیقت مطلق کوئی خیر یا بھلائی نہیں ہوتی۔

شرک اور دیگر محرمات میں پڑنے کے دو سبب، جہالت اور اتباع:

صرف جہالت اور احتیاج ہی نفوس کو محرمات میں جا ڈالتی ہے، ورنہ جس کو اس چیز کی قباحت کا علم ہو اور یہ جانتا ہو کہ شرع میں اس سے نہی وارد ہے، وہ کیوں کر اس کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ اور جو لوگ ان سب امور کو کر گزرتے ہیں وہ کبھی تو جاہل اور نادان ہوتے ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کی قباحت اور فساد کو نہیں جانتے۔ اور کبھی اس کی طرف محتاج ہوتے ہیں، مثلاً شہوت اور نفسانی خواہش انہیں مضطرب کر دیتی ہے اور واقع میں یوں ہوتا ہے کہ بعض اوقات جو ضرر ان محرمات میں ہوتا ہے وہ اس لذت سے بدرجہا بڑھا ہوتا ہے لیکن جہالت کی وجہ سے وہ اس ضرر کو نہیں جانتے۔ یا ہوائے نفس غالب ہو کر اندھا کر دیتی ہے، حتیٰ کہ وہ ان محرمات کو کر گزرتے ہیں اور ہویٰ کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ صاحب خواہش کو ایسا بنا دیتی کہ گویا وہ حق اور واقعیت میں سے کسی چیز کو نہیں جانتا۔ (حدیث میں وارد ہے:) ((حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ)) یعنی کسی چیز کی محبت تجھے اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب علم اللہ سے ڈرتا ہے۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ﴾ (النساء: ١٧)

”بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رجوع کرتا ہے جو کوئی برائی نادانی سے کر بیٹھتے ہیں پھر پشیمان ہو کر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔“

یہاں اس امر کے متعلق شرح وبسط کی گنجائش نہیں کہ منہیات شرعیہ میں کیا کیا مفاسد غالبہ ہیں اور مامورات شرعیہ میں کیا کیا مصالح غالبہ؟ ایمان دار کے لیے اسی قدر جان لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس فعل کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ مصلحت محض پر مبنی ہے یا اس میں مصلحت غالب ہے اور جس سے منع فرمایا ہے وہ محض مفسدہ ہے یا مفسدہ اس میں غالب ہے۔ اور خدائے حکیم نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دے رکھا ہے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ اس کو کسی قسم کی احتیاج ہے (بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے)، اور جن کاموں سے منع کر رکھا ہے تو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان کے کرنے میں انسان کا اپنا نقصان ہے۔ اسی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لیے حضور ﷺ نے اس کی تعریف میں یوں فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

"رسول ان کو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان کے لیے حرام کرتے ہیں۔"

اور جو سوال قبر کو چھونے، چومنے اور اس پر رخسار ملنے کے متعلق کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قبر پر..... خواہ کوئی قبر ہو..... ہاتھ رکھنا، اس کو بوسہ دینا اور اس پر چہرہ ملنا باتفاق مسلمین منع ہے، خواہ نبی کی قبر ہی کیوں نہ ہو۔ سلف امت اور ائمہ سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے جیسا کہ آیت ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ﴾ الخ (نوح: ۲۳) سے ثابت ہے جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ تمام صلحائے قوم نوح کے نام تھے جن کے مزارات پر کچھ مدت تک لوگ معتکف ہوتے رہے پھر امتداد زمانہ سے ان کی تماثیل بنا لیں۔ اور یہ چھونا چومنا وغیرہ امور ناجائز ہیں، خصوصاً جب ان کے ساتھ میت کا پکارنا اور اس سے فریاد چاہنا بھی منضم ہو جائے جس کا ذکر پہلے ہو چکا، اور جو اس میں شرکی حیثیت ہے اس کی توضیح کی جا چکی اور وہاں بھی ہم نے زیارت شرعیہ اور زیارت شرکیہ میں فرق بتا دیا جس کی وجہ سے یہ قبر پرست نصاریٰ سے مشابہ ہوتے ہیں۔

پیروں بزرگوں کے سامنے سر جھکانا یا زمین کو بوسہ دینا یا اس قسم کے اور افعال کے ممنوع ہونے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں بلکہ غیر اللہ کے سامنے مجرد انحنا اور صرف پیٹھ جھکا دینا بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ مسند وغیرہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ موجود ہے کہ وہ شام سے لوٹے تو آ کر حضور ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: معاذ یہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! شام کے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ اپنے پادریوں اور بزرگوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ رسم انبیائے سابقین سے چلی آتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: اے معاذ! یہ ان کا افتراء اور بہتان ہے۔ اگر میں انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے۔ پھر فرمایا: معاذ! جب میری قبر پر سے تمہارا گزر ہو تو کیا سجدہ کرو گے؟ عرض کیا: ''نہیں'' فرمایا۔ ہاں! ہرگز سجدہ نہ کرنا (یہ حدیث کا مضمون ہے۔ الفاظ یہی ہیں یا اس کے قریب قریب)۔

بلکہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں بیٹھ کر امامت کی اور اصحاب صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اس طرح میری تعظیم نہ کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کرتے ہیں، اور فرمایا: جو لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے سامنے بت بن کر کھڑے رہا کریں تو ان کو دوزخ کے لیے تیار ہونا چاہیے۔

تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کی اس رسم کو کہ وہ بڑوں کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں تک ناپسند فرمایا اور اس کی مشابہت سے یہاں تک پرہیز کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں بھی کھڑا ہونے سے روک دیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے تاکہ ان لوگوں کے ساتھ تشبہ نہ ہو جو اپنے بزرگوں اور سرداروں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور صاف فرما دیا کہ جس کو اس امر سے خوشی ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں تو وہ دوزخی ہے، تو پھر سجدہ کرنا، سر جھکانا، ہاتھوں کو بوسہ دینا کیوں کر جائز ہوں گے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جو زمین میں خلیفۃ اللہ تھے ایسے ملازم مقرر کر رکھے تھے جو دربار میں داخل ہونے والے کو زمین بوسی سے روک دیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو تادیب کریں۔

غرض قیام، قعود، رکوع اور سجدہ خدائے واحد، خالق السماوات والارض ہی کے لیے شایان اور اسی کا حق ہے اور جو خالص اللہ کا حق ہو اس میں کسی دوسرے کا کچھ حصہ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ بجز ذات باری کسی دوسرے کے نام سے حلف اٹھانا بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ حَالِفاً فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .))

''جو قسم اٹھانا چاہے وہ محض اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔''

اور یہ بھی ارشاد ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ .))

''جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام سے قسم کھائی اس نے شرک کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ واحد لا شریک کا حق ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة : ٥)

''اور ان کو کوئی اور حکم نہیں دیا مگر یہی کہ خالص اللہ کی بندگی کی نیت سے ایک رخ ہو کر اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں، اور یہی ٹھیک اور سیدھا دین ہے۔''

صحیح حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے (١) ((اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا)) ''اسی کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔'' (٢) ((اَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا)) ''تمام متفق ہو کر اللہ کی رسی کو پکڑے رہو اور فرقہ بندی نہ کرو۔'' (٣) ((وَاَنْ تَنَاصَحُوْا مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ)) ''اور جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ولی امر (حاکم) بنایا ہے اس کی خیر خواہی کرو۔''

اور ظاہر ہے کہ اصل عبادت دین کا اللہ کے لیے خالص کر دینا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلی و خفی، صغیر و کبیر ہر قسم کے شرک سے سخت روکا ہے۔ یہاں تک کہ طلوع و غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے مختلف پیرایوں میں منع کر دیا۔ کبھی تو یوں فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا .))

اور کبھی طلوع فجر (صبح صادق) سے لے کر ظہور آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرماتے۔ اور کبھی یوں فرمایا:

((اِنَّ الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ طَلَعَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُلَهَا الْكُفَّارُ .))

ان اوقات میں نماز ادا کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت پائی جاتی تھی کیونکہ وہ طلوع وغروب کے وقت سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں۔ اور شیطان اس وقت سورج کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ سجدہ اس کو ہو۔

پس جب مشابہت مشرکین سے یہاں تک روک دیا گیا تو پھر ان کی مشابہت اختیار کرنا اور شرک میں مبتلا ہونا کیا معنی؟ اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اہل کتاب سے یوں کہہ دیں:

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

(آل عمران : ٦٤)

”اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتا کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور نہ ہم میں سے بعض بعض کو رب ٹھہرائے۔ اے اہل کتاب! اگر تم اس بات سے روگردانی کرتے ہو تو اس بات پر گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔“

اور یہ خطاب اس لیے ہے کہ ایک دوسرے کو اربابًا من دون اللہ ٹھہرانے میں اہل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کتاب (یہود و نصاریٰ) آپس میں مشابہ ہیں، اور ہم لوگ (اہل اسلام) اس قسم کے افعال سے منع کر دیے گئے ہیں، تو جس نے ہدی اور رسول طریق صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر نصاریٰ کے طریق کو اختیار کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی سخت نافرمانی کی۔

اور قائل کا یہ قول کہ اللہ کی برکت اور تیری برکت سے میرا کام ہو گیا بالکل خلاف شریعت ہے کیونکہ حاجات کے برلانے میں خدا کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ جب کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ)) ''جو اللہ کی اور آپ کی رضا۔'' تو آپ نے فرمایا: ((اَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا بَلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ)) ''کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ بلکہ یوں کہو جو اللہ اکیلے کی مرضی۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

((لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ مَا شَاءَ مُحَمَّدٌ .))

''یوں نہ کہو: جو اللہ اور محمد چاہیں، لیکن یوں کہو: جو اللہ چاہے پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔''

ایک حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے مسلمانوں کی جماعت سے کہا اگر تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناتے تو تمہاری جماعت دنیا میں بہترین جماعت تھی۔ مگر تم ((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ)) (اللہ اور محمد کی مرضی) کہتے ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ایسا کہنے سے روک دیا۔

بخاری میں زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِيْ اَثَرِ سَمَاءٍ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمُ اللَّيْلَةَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ كَافِرٌ بِيْ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا فَذَالِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ .))

''حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ رات بارش ہو چکی تھی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو رات اللہ نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بعض مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور کواکب پرستی کے منکر ہیں اور بعض کا کواکب پر ایمان ہے اور میری قدرت کے منکر۔ پھر فرمایا: جس کا یہ عقیدہ ہے کہ محض اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور کواکب پرستی سے محفوظ ہے لیکن جس کا خیال ہے کہ فلاں فلاں پچھتر کی برکت سے بارش ہوئی وہ میرا منکر اور کواکب پرست ہے۔''

اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نظام عالم میں جن اسباب سے کام لیتا ہے وہ اس کے شریک، معاون یا ناصر نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔

اور ''ببرکۃ الشیخ'' کہنے والے کی مراد اس قول سے کبھی یہ ہوتی ہے کہ اس کے دعا سے تو یہ حق ہے کیونکہ غائب کی دعا غائب کے حق میں سریع التاثیر ہوتی ہے، اور کبھی علمی اور عملی استفادہ کی برکت مراد ہوتی ہے جو اس کو شیخ کی صحبت سے حاصل ہوا، اور کبھی شیخ کی معاونت اور موالات مراد ہوتی ہے جو اس کو دین اور حق کے متعلق اس سے حاصل ہوئی، یا اس قسم کی اور کوئی مراد ہے، تو یہ سب صحیح معانی ہیں۔ اور کبھی ❶ مراد ہوتی ہے فوت شدہ اور غائب شیخ کو پکارنا، تو چونکہ شیخ اس تاثیر میں مستقل نہیں یا اس فعل سے عاجز ہے اور اس پر قادر

❶ یہاں اصل عبارت صاف نہ تھی، قرائن کی مدد سے کچھ ظن سے جمع کر دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے یا مقصد کے ناجائز بدعت ہونے کی وجہ سے شیخ اس پکارنے والے کی متابعت اور اس کی ہمراہی کا قصد نہیں کرتا لہذا یہ ان باطل معانی سے ہے جن کی توضیح پہلے ہو چکی ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عمل اور ایمانداروں کے لیے ایک دوسرے کے لیے دعا کرنا آخرت میں نافع ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

قطب، غوث اور ان کے متعلق لوگوں کی مزعومات کی تردید:

اور جو استفتاء میں سائل نے قطب اور غوث فرد کے بارے میں استفسار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں میں سے بہت سے فرقے اس قول کے قائل تو ہیں لیکن اس قول کی تفسیر ایسے امور سے کرتے ہیں جو دین اسلام میں باطل محض ہیں۔ مثلاً بعض اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ غوث وہ ہے جس کے واسطہ سے خلق اللہ کو رزق ملتا ہے اور ان کی مدد سے کسی شخص کو نصرت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ فرشتوں کو اور سمندر کی مچھلیوں کو بھی اسی کے وسیلہ سے مدد ملتی ہے، تو یہ اس قسم کا قول ہے جیسے نصاریٰ مسیح کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں اور جیسے روافض غالیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتقاد ہے اور یہ صریح کفر ہے۔ اس کے قائل کو توبہ کے لیے کہا جائے۔ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ مخلوقات میں سے ایسا کوئی نہیں، نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی بشر جس کے وسیلہ سے خلق اللہ کو امداد ملتی ہو۔ اسی لیے فلاسفہ کا قول عقول عشرہ کے بارے میں میں جن کو وہ ملائکہ خیال کرتے ہیں یا نصاریٰ کا قول مسیح علیہ السلام کے بارے میں اور اس قسم کے اور اقوال باتفاق مسلمین کفر ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس غوث کے بارے میں جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین میں تین سو سے کچھ اوپر دس مرد ہیں جن کو نجباء کہتے ہیں پھر ان میں سے ستر چن لیے جاتے ہیں جن کو نقباء کہتے ہیں اور ان میں چالیس ابدال ہیں اور ان میں سات اقطاب اور ان میں چار اوتاد ہیں اور پھر ان میں سے ایک برگزیدہ ہے اور وہ غوث ہے جو مکہ میں رہتا ہے۔ جب زمین پر بسنے والوں کو رزق اور نصرت کے متعلق کوئی مصیبت یا مشکل پیش آتی ہے تو وہ گھبرا کر حل مشکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے قسم اول نجباء کی طرف رجوع کرتے ہیں جو تعداد میں کچھ اوپر تین سو دس ہیں اور وہ نجباء ستر (۷۰) نقباء کی طرف، وہ چالیس ابدال کی طرف، وہ سات اقطاب کی طرف وہ چار اوتاد کی طرف اور پھر وہ فرد واحد غوث کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

بعض اعداد اور اسماء اور مراتب میں کچھ کی بیشی بھی کرتے ہیں کیونکہ ان کے متعلق ان کے متعدد اقوال ہیں یہاں تک کہ بعض کہتے ہیں کہ غوث اور خضر وقت کے نام سے ایک سبز پرچہ آسمان پر سے مکہ معظمہ میں اترتا ہے اور یہ خیال ان لوگوں کا ہے جن کا خضر علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ اسے درجہ ولایت ہے۔ ان کے نزدیک ہر زمانہ میں ایک خضر علیہ السلام ہوتا ہے اس لیے کہ خضر کے بارے میں ان کے دو قول ہیں اور یہ باتیں سب کی سب باطل ہیں جن کے لیے نہ کتاب اللہ میں کوئی اصل ہے نہ سنت رسول میں اور نہ سلف صالحین میں سے کسی نے یہ کہا نہ ائمہ دین اور متقدمین مشائخ کبار جو مقتدا بننے کی اہلیت رکھتے ہیں ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔

اور کون نہیں جانتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان ذو النورین، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بہترین خلائق تھے اور سب کا مدینہ میں قیام رہا، مکہ میں کوئی ان میں سے نہیں رہا۔ تو ان کا قول باطل ہو گیا کہ غوث فرد مکہ میں مقیم ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے ہلال مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام کے بارے میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ وہ سات میں سے ایک تھے لیکن وہ حدیث باتفاق ماہرین فن حدیث باطل ہے اگرچہ اس قسم کی بعض احادیث کو ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں اور شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی نے اپنی بعض تصانیف میں روایت کیا ہے، ان سے مغالطہ نہیں کھانا چاہیے۔ کیونکہ ان میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی، ضعیف بھی ہیں اور موضوع و مکذوب بھی، جن کے موضوع ہونے میں علمائے حدیث میں سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اور وہ بعض اوقات ان اہل حدیث کی عادت کے مطابق روایت کرتے ہیں جن کی عادت ہے کہ جو سنا لکھ دیا اور صحیح و باطل میں کچھ تمیز نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور محققین محدثین کا دستور یہ تھا کہ وہ اس قسم کی احادیث کو نہیں روایت کرتے تھے کیونکہ صحیح بخاری میں نبی ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ جو شخص کسی ایسی حدیث کو روایت کر دے جس کی نسبت گمان ہو کہ وہ کذب ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے، ((مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ وَهُوَ یَرٰی اَنَّهٗ کَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ .))

نیز مسلمان چاہتے ہیں کہ تمام نوازل و وقائع میں خواہ مرغوب چیز کی طلب کرنے کے لیے یا مرہوب چیز کے رفع کرنے کے لیے دعا کی ضرورت ہو، مثلاً استسقاء میں، نزول رزق کے لیے، یا کسوف و خسوف اور دیگر حوادث میں رفع بلا کے لیے دعا کی ضرورت ہو تو مسلمان صرف اللہ وحدہ لاشریک سے دعا کرتے ہیں، کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بناتے۔

اور مسلم کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اپنی حاجات میں غیر اللہ کا واسطہ تلاش کرے اور توحید و اسلام لانے کے بعد بھی یہ خیال رکھے کہ بجز کسی خاص واسطہ کے جس کی کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہیں اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ (یونس : ١٢)

”جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں کروٹ لیے ہوئے کھڑے اور بیٹھے ہر حالت میں پکارتا ہے لیکن جب ہم تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح دوڑ جاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔“

﴿وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل : ٦٧)

”جب سمندر کے اندر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اس وقت وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہوتا۔“

﴿قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ (الانعام : ۴۰، ۴۱)

''لوگو بتلاؤ کہ اگر تم پر عذاب الٰہی آ جائے یا قیامت بپا ہو جائے کیا اس وقت بھی اگر تم سچے ہو تو بجز خدا کے اور لوگوں کو بلاؤ گے؟ نہیں نہیں، بلکہ اس وقت صرف خدا ہی کو پکارو گے۔ وہی اگر چاہے تو تمہاری پکار قبول کر کے مصیبت ٹال دے۔ اس وقت تم تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔''

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

(الانعام : ۴۲، ۴۳)

''اور اے پیغمبر! تم سے پہلے جو امتیں ہو گزری ہیں ہم ان کی طرف بھی پیغمبر بھیج چکے ہیں پھر جب انہوں نے ان کا کہا نہ مانا تو ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ پھر ہماری طرف داری کریں تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تھا کیوں نہیں گڑگڑائے؟ اس لیے کہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جو اعمال بد کرتے تھے شیطان نے انہیں ان کی نظروں میں آراستہ کر دیا تھا۔''

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے استسقاء کی دعا کی، کبھی نماز پڑھ کر اور کبھی بغیر نماز کے۔ اور نماز استسقاء اور صلوٰۃ کسوف میں آپ ﷺ نے امامت کی اور مشرکین پر فتح پانے کے لیے نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور مشائخ کبار کا طرز عمل رہا اور وہ علی الدوام اسی پر کاربند رہے۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں: (۱) باب نصیریہ (۲) منتظر روافض اور (۳) غوث جہال۔ لیکن فرقہ نصیریہ باب کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ باب وہ ہے جس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے قیام عالم ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ ذات تو موجود ہے لیکن نصیریہ کا دعویٰ اس کے متعلق باطل ہے۔ اور محمد بن حسن المنتظر اور غوث مقیم مکہ وغیرہ تو ایسی باطل چیزیں ہیں جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں اور اسی طرح یہ جو بعض کہتے ہیں کہ قطب غوث جامع تمام اولیاء کو جانتا اور ان کی مدد کرتا ہے بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ خود صدیق اکبر اور فاروق اعظم تمام اولیاء کو نہیں جانتے تھے نہ ان کی مدد کرتے تھے۔

پھر ان افترا پردازوں، گمراہوں اور کذابوں کا خیال کیوں کر درست ہو سکتا ہے اور حضور ﷺ جملہ بنی نوع آدم کے سردار ہیں اور آپ نے امت کے جن افراد کو دنیا میں نہیں دیکھا قیامت کو وضو کی علامات سے پہچانیں گے اور وہ نشان غرہ اور تحجیل ہے اور اولیاء اللہ تو بے شمار ہیں جن کی تعداد اور گنتی بجز خداوند علیم کے کوئی نہیں جانتا۔ صرف انبیاء علیہم السلام جن کے حضور ﷺ سردار اور خطیب ہیں ان میں سے اکثر کو آپ ﷺ نہیں جانتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المؤمن: ٧٨)

”اے پیغمبر! بے شک ہم نے آپ (ﷺ) سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعض کا ذکر تم سے کیا گیا مگر بعض ایسے بھی ہیں جن کا حال آپ ﷺ کو نہیں بتایا گیا۔“

اور موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ناواقف اور خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ناآشنا تھے بلکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کو سلام کہا تو خضر نے کہا یہاں سلام کہاں سے آ گیا؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ کہا ہاں۔ حالانکہ ان کے نام اور حالات سے خضر علیہ السلام کو اطلاع ہو چکی تھی لیکن خضر علیہ السلام نے ان کو دیکھا نہیں تھا۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خضر زندہ نہیں زمانہ اسلام سے پہلے فوت ہو گئے:

اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نقیب اولیاء اور تمام اولیاء سے واقف ہیں تو یہ بے اصل ہے اور صحیح وہی ہے جو محققین نے کہا کہ وہ زمانہ اسلام سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ کیونکہ اگر وہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں زندہ ہوتے تو ان کا فرض تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور تمام دنیا والوں پر واجب کر دیا تھا اور چاہیے تھا کہ وہ آپ کے حضور میں مکہ و مدینہ میں موجود رہتے اور ان کا صحابہ کے ساتھ شریک جہاد ہونا اور دین کے متعلق ان کا اعانت کرنا ان کے لیے اس سے بدرجہا بہتر تھا کہ وہ کفار میں رہ کر کشتی کے بچانے کا کام کرتے اور جب مشرکین میں رہ کر ان سے روپوش نہیں رہتے تو بہترین امت سے کیونکر مخفی رہ سکتے تھے۔

((لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَلَا تَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ .))

''اگر موسیٰ (علیہ السلام) اس وقت زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرتے تو تم ضرور گمراہ ہو جاتے۔''

اور جب عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا تو اسی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ پھر اس رحمت کی موجودگی میں مسلمانوں کو خضر علیہ السلام وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

((كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَوَّلُهَا وَعِيْسٰى فِيْ آخِرِهَا .))

''وہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے ابتداء میں میں ہوں اور اس کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔''

پس جب یہ دو بزرگ نبی جو ابراہیم اور موسیٰ اور نوح علیہم السلام کی طرح اولوا العزم اور افضل الرسل ہیں اور خصوصاً سید ولد آدم محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خواص و عوام سے چھپ کر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہ رہے تو حضرت خضر علیہ السلام جو کسی طرح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پایہ اور ہم رتبہ نہیں، کیوں کر محجوب رہتے؟

اگر حضرت خضر کو حیات جاوید حاصل ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ امت کو اور نہ خلفائے راشدین کو اس کے متعلق خبر دی۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ خضر نقیب اولیاء ہیں اس سے پوچھنا چاہیے کہ نقیب ان کو کس نے بنایا؟ حالانکہ بہترین اولیاء اللہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور خضر علیہ السلام تو ان میں سے ہیں نہیں۔

خضر علیہ السلام کے متعلق جتنی روایات و حکایات منقول ہیں وہ کذب ہیں اور بعض ایسی ہیں جو لوگوں کے ظن اور تخمین پر مبنی ہیں۔ مثلاً کسی نے دور سے کسی شخص کو دیکھا اور خیال باندھ لیا کہ وہ خضر ہے اور یہی لوگوں سے کہہ دیا۔ یا جس طرح روافض میں کسی شخص کو دیکھ کر گمان کر لیتے ہیں کہ وہ امام منتظر معصوم ہے یا یوں ہی اس امر کا دعویٰ کر لیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب کسی نے ان سے خضر علیہ السلام کا ذکر کیا تو فرمایا: جس نے تجھے غائب کا حوالہ دیا اس نے تیرے ساتھ انصاف کیا۔ اور یہ شیطانی وساوس ہیں جس نے ایسی خرافات لوگوں کی زبانوں پر جاری کر دیں۔ اس کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ ہم نے کسی اور مقام پر بحث کی ہے۔

اور قطب اور غوث فرد جامع کے قائل کی اگر یہ مراد ہے کہ امت میں ایک مرد ہوتا ہے جو تمام اہل زمانہ سے افضل ہوتا ہے تو یہ ممکن ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے دو شخص ہوں یا تین یا چار ہوں جو فضیلت میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت ہو کہ اس کے افراد آپس میں ایک دوسرے پر من بعض الوجوہ فضیلت رکھتے ہوں اور وہ وجوہ یا متقارب ہوں گی یا متساوی۔ پھر جس صورت میں ایک رجل مرد وہ جو کل اہل زمانہ سے افضل ہے تو اس کا نام قطب غوث جامع رکھنا بدعت ہے جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی اور نہ سلف صالحین اور ائمہ سلف رحمہم اللہ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہیں اور سلف رحمہم اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں یہ بات تو ہمیشہ رہی ہے کہ بعض بزرگوں کو افضل اہل زمانہ یا من جملہ افضل زماں گمان کرتے تھے لیکن ان اسماء کا اطلاق نہیں کرتے تھے جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں بھیجی۔

خصوصیت کے ساتھ یہ بات قابل غور ہے کہ جو لوگ اس اسم پر ایمان رکھتے ہیں ان میں سے بعض کا دعویٰ ہے کہ اقطاب کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے قطب امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں، پھر اسی طرح یہ سلسلہ نیچے کو چلتا ہوا بعض مشائخ متاخرین تک پہنچ جاتا ہے، تو یہ خیال نہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے نہ روافض کے مذہب کے مطابق۔ بھلا حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، علی بن ابی طالب اور مہاجرین و انصار میں سے سابقون الاولون رضی اللہ عنہم کہاں چلے گئے جن کا اس سلسلہ میں ذکر تک نہیں آتا؟ حالانکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بمشکل سن تمیز اور سن بلوغ کے قریب پہنچے تھے۔

اور بعض اکابر مشائخ جو اس مذہب کے گرویدہ تھے ان کا قول میرے سامنے اس طرح نقل کیا گیا کہ قطب فرد جامع ایسا ہوتا ہے کہ اس کا علم اللہ جل شانہ کے علم پر منطبق ہوتا ہے اور اس کی قدرت اللہ کی قدرت پر منطبق ہوتی ہے۔ پس جو کچھ اللہ کے علم میں ہے وہ فرد بھی اس کو جانتا ہے اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے وہ بھی اس پر قادر ہے اور اس کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ باتیں موجود تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صفت منتقل ہو کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی پھر اس طرح سلسلہ وار اس کے شیخ تک پہنچی تو میں نے جواب میں صاف بیان کیا کہ یہ عقیدہ کفر صریح اور جہل قبیح ہے۔ اوروں کا تو ذکر ہی چھوڑو، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ (الانعام : ۵۰)

”اے پیغمبر! ان کو کہہ دو کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں عالم الغیب ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾

(الاعراف: ۱۸۸)

"اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ میں نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتوں کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچ سکتی۔"

﴿يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا﴾

(آل عمران: ۱۵٤)

"اے پیغمبر! یہ اپنے جی میں کہتے ہیں کہ ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔"

﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾

(آل عمران: ۱۵٤)

"اور کہتے ہیں ہمارے بس میں کیا رکھا ہے، تو تم اے پیغمبر کہہ دو کہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہے۔"

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱٤۷، ۱٤۸)

"اور اس لیے کہ کافروں کو کچھ کم کرے یا ایسا ذلیل کرے کہ نامراد ہو کر واپس چلے جائیں اور اے محمد! تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے، اللہ ان کی طرف متوجہ ہو یا ان کو عذاب کرے بسبب ان کی زیادتیوں کے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (القصص: ٥٦)

"اے پیغمبر! تو جس کے ساتھ محبت رکھتا ہو اسے ہدایت دینا تیرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور وہی ہدایت والوں کو جانتا ہے۔"

پس یہ عموم علم اور عموم قدرت کا اعتقاد تو رسول اللہ ﷺ کی نسبت بھی جائز نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا:

((مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ .))

"جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اور ہمیں حکم دیا کہ آپ کی پیروی کریں۔ فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾(آل عمران: ۳۱)

"اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ سے دوستی کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو پھر تم کو اللہ دوست بنا لے گا۔"

اور ہمیں حکم دیا کہ آپ ﷺ کی تقویت و نصرت کریں اور عزت و احترام کریں اور ہمارے ذمے آپ کے بہت سے حقوق لازم کیے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور سنت نبوی میں ان کی توضیح ہے یہاں تک کہ ہم پر واجب کر دیا کہ آپ ﷺ ہمارے نزدیک ہمارے نفسوں اور اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب اور پیارے ہوں۔

چنانچہ فرمایا:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

"مومنین کے لیے ان کے نفسوں سے بھی نبی ﷺ زیادہ قریب ہیں۔"

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ (التوبة : ٢٤)

''اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ اور کنبہ اور تمہارا مال جو تم نے کمایا اور تمہارا بیوپار جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو اللہ کے عذاب کا خیال رکھو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ .))

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا یہاں تک کہ مجھے اپنی اولاد، اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَا يَا عُمَرُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ قَالَ فَلَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ قَالَ الْاٰنَ يَا عُمَرُ .))

''یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جب تک تو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھے گا تب تک کامل مومن نہ ہو سکے گا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں نے آپ کو اپنی جان سے زیادہ پیارا سمجھ لیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے عمر! اب تو کامل مومن بن گیا۔“

دوسری حدیث میں ہے:

((ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذَا أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ .))

”جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں اس نے ایمان کا حظ اٹھایا: (۱) یہ کہ سب چیزوں سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت رکھے۔ (۲) اگر کسی شخص سے محبت کرے تو محض اللہ کی رضا کے لیے۔ (۳) یہ کہ ایمان لا کر پھر کفر کی طرف جانے کو ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں گھسنے کو برا جانتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے حقوق بھی بیان فرمائے جن کی کوئی مقدار نہیں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بھی بتلا دیے اور مومنین کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان کا بھی ذکر فرما دیا جن کی تفصیل شرح وبسط کے ساتھ کسی اور مقام پر کی ہے۔ مثال کے طور پر:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (النور: ۵۲)

”جس نے اتباع کی اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈر اور تقویٰ رکھا اللہ سے پس وہی مراد پانے والا ہے۔“

پس اطاعت تو اللہ اور رسول دونوں کی ہے لیکن ڈر اور تقویٰ صرف اللہ کا حق ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُونَ﴾ (التوبة: ۵۹)

”اگر وہ اس چیز سے راضی ہوتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے دی اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہتے کافی ہے ہم کو اللہ، تو عنقریب اللہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بے شک ہماری رغبت صرف اللہ ہی کی طرف ہے۔''

پس دنیا عطا کرنا اللہ اور رسول دونوں کی شان ہے لیکن رغبت اور دعا کرنا صرف اللہ سے جائز ہے۔ اور فرمایا:

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

''جو کچھ نبی (ﷺ) تم کو دیں اسے مضبوط پکڑو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔''

کیونکہ حلال وہ ہے جس کو اللہ اور رسول حلال کریں اور حرام وہ ہے جس کو اللہ اور رسول حرام ٹھہرائیں۔ لیکن تجسب (کفایت کنندہ مہمات اعتقاد کرنا) اللہ وحدہ کے لیے خاص ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ﴾ وہی اللہ کافی ہے۔ یہ نہیں فرمایا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ﴾ دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الانفال: ٦٤)

''اے پیغمبر! تجھ کو اور جن مومنین نے تیری اتباع کی سب کو ایک اللہ ہی کفایت کرتا ہے۔''

اس آیت کی صحیح تفسیر یقیناً یہی ہے۔ وہ تفسیر غلط ہے جو بعض نے کہا کہ تجھے اللہ اور تیرے پیروی کرنے والے مومن کافی ہیں۔ معاذ اللہ!

یہی وجہ تھی کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور جناب محمد ﷺ کا کلمہ یہ تھا:

((حسبنا الله ونعم الوكيل والله سبحانه و تعالى اعلم واحكم و صلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى و صحبه وسلم.))

www.KitaboSunnat.com

شرک کیا ہے؟

اس رسالے میں شرک اور اس کی جملہ انواع کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ قبور کے پاس دعا کرنا اور کسی صالح انسان کی قبر کے پاس استجابت دُعا کے عقیدہ کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنا اور سلف صالحین کا طرزعمل مفصل مذکور ہے۔ توسل کا طریقہ اور وسیلہ شرعی اور بدعی کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱):

قبور کے پاس دعا کرنا

((الحمد لله رب العالمين و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله تسليما كثيرا.))

اقسامِ قبور:

کسی شخص کا کہنا کہ فلاں فلاں کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے، اس قسم کا قول ہے جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ولی کی قبر تریاقِ مجرب ہے۔ اور بہت سے لوگوں کا بعض خاص خاص قبروں کے متعلق یہی اعتقاد ہوتا ہے۔ جس قبر کے متعلق ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے، وہ بعض اوقات تو درحقیقت کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی آدمی یا کسی دوسرے مردِ صالح کی قبر ہوتی ہے، لیکن بعض اوقات یہ نسبت محض جھوٹ یا کم از کم مجہول الحال ہوتی ہے، چنانچہ قبور انبیاء علیہم السلام کی بابت ایسی ہی غلط اطلاعات مشہور ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبر کی نسبت درست ہو، لیکن صاحب قبر صالحین میں سے نہ ہو بلکہ معمولی درجہ کا کوئی آدمی ہو۔

الغرض قبور کی یہ تمام قسمیں موجود ہیں اور ان کے مجاوروں اور خوش عقیدہ لوگوں نے ان کی بابت ایسی ہی باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ فلاں قبر کے پاس دعا یقیناً مستجاب ہوتی ہے۔ اور بعض ان میں سے اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے فلاں حاجت کے لیے دعا کی اور فوراً میری مشکل حل ہوگئی۔ (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض اوقات وہ قبر جس کو اس طرح استجابت (قبولیت) دعا کا یقینی ذریعہ بتاتا ہے، وہ کسی فاسق اور مبتدع بلکہ کافر کی قبر ہوتی ہے۔

باطل عقیدہ:

بہر کیف کسی کا یہ کہنا یا عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبول ہوتی ہے، ایک ایسا قول یا اعتقاد ہے جس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں۔ کوئی صحابی، تابعی یا مشہور امام اس کا قائل نہیں، مثلاً امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابوعبیدہ رحمہم اللہ سب اس قول کے خلاف ہیں۔

انبیاء وصلحاء کی قبریں:

مشائخ میں سے بھی قابل اقتداء مشائخ طریقت، مثلاً فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادھم اور ابوسلیمان دارانی وغیرہ سے بھی یہ منقول نہیں۔ صحابہ و تابعین، ائمہ عظام اور مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کے پاس بالعموم یا ان میں سے کسی خاص قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

وہ تو یہ بھی نہیں کہتے کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا دوسری جگہ دعا کرنے سے افضل ہے، یا وہاں نماز پڑھنے میں کسی دوسری جگہ پر نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ ان بزرگانِ دین میں سے کوئی بھی اس قسم کی قبروں کے پاس دعا کرنے یا نماز پڑھنے کے لیے قصداً نہیں جاتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۲):

روضہ اطہر کے آداب

ائمہ کا اتفاق:

حضور ﷺ افضل البشر اور تمام بنی نوع انسان کے سردار ہیں، اور روئے زمین پر کوئی دوسری ایسی قبر نہیں جس کی بابت یقینی طور پر کہا جا سکے کہ یہ نبی کی قبر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہو، حتیٰ کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بایں ہمہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی قبر کے پاس جا کر صرف یہ کرے کہ آپ ﷺ پر اور آپ کے دونوں خلفاء پر درود و سلام بھیجے۔ کیونکہ سنن اربعہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' [1] یہ ایک جید الاسناد حدیث ہے۔

سماعِ سلام و ارسالِ درود:

نیز ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ: ''جو شخص میری قبر کے پاس آ کر سلام کرتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔'' [2] اس کی اسناد کسی قدر کمزور ہے، لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تقویت ہوتی ہے۔ [3] کیونکہ اہلِ سنن نے مختلف اسناد سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ نے عرض

---

[1] ابو داؤد، کتاب المناسك: باب زيارة القبور، ح ٢٠٤١۔

[2] ابن ابی شيبة، دارقطنی، بیهقی فی شعب الایمان(١٥٥٣)، اسناده موضوع فيه محمد بن مروان و هو كذاب.

[3] لیکن صحیح معنوں میں کوئی بھی شاہد نہیں ہے کیونکہ ان میں کسی میں بھی یہ نہیں ہے کہ قبر پر جو سلام پڑھا جاتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں۔ اس لیے یہ روایت نا قابل استدلال ہی ہوگی۔ واللہ اعلم (کاشف)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کر دیا ہوا ہے۔“ ❶

نسائی وغیرہ میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ ❷

دعا کی ممانعت:

تمام علمائے امت میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ حضور ﷺ کی قبر کے پاس دعا مقبول ہے اور نہ اس بات ہی کو مستحب بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر دعاء کا قصد کرے۔ اور سب علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر شریف کی طرف منہ کر کے دعا نہ کرے۔

سلام کے متعلق اختلاف:

سلام کے متعلق اختلاف ہے، اکثر ائمہ مثلاً امام مالک اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے سلام کرے۔ اصحابِ شافعی نے بھی یہی لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ قبر کی طرف منہ نہ کرے بلکہ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے سلام کرے۔

روضہ کے پاس کھڑے ہونے کی ممانعت:

ائمہ سلف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف کے پاس دعا کے لیے کھڑا نہ ہو، چنانچہ اسماعیل بن اسحاق نے مبسوط میں ایسا ہی لکھا ہے۔ قاضی

❶ نسائی کتاب السهو: باب التسليم على النبي ح ١٢٨٣.

❷ ابوداؤد، كتاب الصلاة الجمعة: باب فضل يوم الجمعة، ح ١٠٤٧، نسائی كتاب الجمعة: باب اكثار الصلاة على النبي يوم الجمعة، ح ١٣٧٥، ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته و دفنه، ح ١٦٣٦.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عیاض رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا میرے نزدیک مستحسن نہیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سلام کر کے چلا جائے۔ مبسوط میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سفر سے لوٹ آئے یا سفر پر جانا چاہے تو کچھ حرج نہیں اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کھڑا ہو کر آپ پر درود بھیجے اور آپ کے حق میں اور شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے حق میں دعا کرے۔

صدرِ اوّل کا دستور العمل:

امام صاحب (امام مالک رحمہ اللہ) سے کہا گیا کہ اہل مدینہ ہر ہفتے میں بلکہ بعض اوقات ایک ہی دن میں ایک دو دفعہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرتے اور دعا مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شہر کے اہل فقہاء اس بات کے قائل نہیں۔ مجھ تک ان کا کوئی قول نہیں پہنچا اور اس امت کے پچھلے لوگوں کی بھی انہی باتوں سے اصلاح ہوگی جن سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے اور مجھ تک اس امت کے سلف صالح اور صدرِ اول سے صرف اتنی بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا یا سفر پر جانے لگتا تھا تب وہ ایسا کرتا۔

اہل مدینہ کا طرزِ عمل:

ابن القاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلتے یا اس میں داخل ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر سلام کرتے ہیں اور میرا اپنا بھی یہی عمل ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور مدینہ کے لوگ صحابہ اور تابعین کے عہد میں تمام دوسرے لوگوں سے مشروع اور غیر مشروع کے بارے میں زیادہ واقف تھے۔ ان کو اس بات کا علم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے کیا آداب ہیں؟ لیکن تم نے دیکھ لیا کہ امام صاحب اور علمائے مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کر لینے کے بعد قبر شریف کے پاس دعا کے لیے ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ وسلام کا مشروع طریقہ:

امام صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا کہ مستحب یہی ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کے صاحبین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے لیے دعا کرے اور یہی صلوٰۃ وسلام کا مشروع طریقہ ہے۔ نیز یہ کہ ایسا کرنا بھی اہل مدینہ کے لیے ہر وقت مستحب نہیں، بلکہ اس کا استحباب اس حالت میں ہے جب کہ سفر سے آئے یا سفر پر جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا حضور ﷺ کے لیے تحیہ ہے (تحیہ کے معنی ہیں سلام وآداب بجالانا) لیکن تم جانتے ہو کہ کسی کا تحیہ اور آداب بجالانے کے لیے ہر وقت آدمی اس کے گھر میں حاضر نہیں ہوتا۔ البتہ سفر سے آئے یا سفر پر جائے تو ایسا کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ابو وہب نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب آدمی حضور ﷺ پر سلام کرنا چاہے تو آپ ﷺ کی قبر کی طرف منہ کرے اور اس کے نزدیک ہو جائے لیکن قبر شریف کو ہاتھ نہ لگائے۔

لفظِ زیارت کی کراہیت اور اس کی حکمت:

امام مالک رحمہ اللہ اس بات کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں کہ کوئی یہ کہے "ہم نے حضور ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کی۔" قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام مالک اس کو اس واسطے مکروہ سمجھتے ہیں کہ اس میں زیارت کی نسبت قبر کی طرف کی گئی ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب الله علی قومٍ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد.)) ❶

"یا الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنا دے جس کی پوجا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم پر غضبناک ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ ٹھہرا لیا۔"

❶ موطا امام مالک (۱۷۲/۱) کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب جامع الصلاۃ، ح ۸۵، مرسلا ورواہ احمد (۲۴۶/۲) وغیرہ من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب رحمہ اللہ نے زیارت کو قبر کی طرف منسوب کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ ذرائع شرک کا سد باب ہو۔

زیارتِ قبور کا طریقہ:

میں کہتا ہوں کہ جو حدیثیں حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کے بارے میں مروی ہیں، بایں ہمہ کثرت سب کی سب ضعیف یا موضوع ہیں۔ ائمہ حدیث اور اہل سنن مثلاً امام ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے اس باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ البتہ دوسرے موقع پر عام قبور کے لیے زیارت کا لفظ استعمال ہوا ہے، فرمایا:

((کنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها فانها تذكركم الاخرة .))

"میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، لیکن اب میں کہتا ہوں کہ بے شک ان کی زیارت کرو، کیونکہ وہ تم کو آخرت یاد دلائیں گی۔"

حضور ﷺ اپنے صحابہ کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم قبروں کی زیارت کرو تو اس طرح کہا کرو:

((السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله بكم لاحقون، يرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية .)) (مسلم: كتاب الجنائز)

لیکن چونکہ بعد کے زمانوں میں "زیارت" کے لفظ کا اطلاق شرعی اور غیر شرعی دونوں طرح کی زیارت پر ہونے لگا اور اکثر لوگ اس کو غیر شرعی زیارت کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے بعض ائمہ نے اس لفظ کا مطلقاً استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔

زیارتِ شرعی و بدعی:

زیارتِ شرعی میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے مشابہ ہے اور دونوں کا ماحصل اس کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حق میں حضور ﷺ کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

''اے محمد ﷺ! ان منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو تم اس کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر دعا ہی کے لیے کھڑے ہو۔'' (التوبۃ: ۸٤)

اس آیت میں چونکہ منافقوں کے حق میں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا ان کی قبر پر کھڑے ہوں اور ان کے لیے دعا کریں، اس لیے اس کا مفہوم مخالف علت الحکم سے استدلال کر کے یہ ہوگا کہ مومنوں کے حق میں ایسا کرنا مشروع ہے، اور نیز یہ کہ میت کی قبر پر بعد از دفن کھڑا ہونا قبل از دفن نماز جنازہ کے مشابہ اور اسی قسم سے ہے، اور اس کی قبر پر کھڑے ہونے کا مقصد بھی اس کے لیے دعا کرنا ہے۔ یہی اسلام کی سنتِ مستمرہ ہے اور اسی بات کو علمائے سلف انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس مستحب سمجھتے ہیں، لیکن بدعی اور غیر شرعی زیارت شرک ہے، یا کم از کم شرک کا ذریعہ ہے، اور وہ اس زیارت کے مشابہ ہے جو یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کی کیا کرتے ہیں۔

درسِ بصیرت:

صحاح اور مسانید میں حضور ﷺ سے مشہور اسانید کے ساتھ مروی ہے:

((لعنة الله على اليهود و النصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجد" يحذر ما صنعوا.)) ❶

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ ٹھہرایا۔''

❶ بخاری، کتاب الصلاۃ: باب (٥٥) ح٤٣٥، ٤٣٦، مسلم کتاب المساجد: باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ح٥٣١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ کا مقصد اس بات کے کہنے سے یہ تھا کہ وہ اپنی امت کو ان کے افعال سے ڈرائیں۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے "تم سے پہلی قومیں اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ ٹھہرا لیتی تھیں لیکن تم ایسا مت کرو، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔" ❶

ایک دوسری حدیث میں ہے "سب سے برے لوگ وہ ہیں جو قبروں کو مسجد بنا لیتے ہیں۔" ❷

اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔ ❸ نیز ان پر بھی لعنت ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔ ❹

نتیجہ بحث:

اب جب کہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لینے اور سجدہ گاہ ٹھہرانے سے منع فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس جا کر دعا کرنا مستحب نہیں ہوگا، کیونکہ جس جگہ پر دعا مستحب ہے، وہاں نماز پڑھنا بھی مستحب ہے۔ نماز پڑھ کر دعا کرنا زیادہ قبولیت کا باعث ہے اور شریعت میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں دعا کرنا مستحب ہو اور نماز پڑھنا مستحب نہ ہو۔

قبروں کے پاس نماز نہ پڑھنے کی حکمت:

امام شافعی اور دوسرے ائمہ رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبروں کے پاس

❶ مسلم حوالہ سابق، ح٥٦٨.

❷ بخاری کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ فی البیعۃ ح ٤٣٤، مسلم حوالہ سابق ح٥٢٨.

❸ ترمذی کتاب الجنائز : باب ما جاء فی کراھیۃ زیارۃ القبور للنساء ح ١٠٥٦، ابن ماجہ، کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النھی عن زیارۃ النساء القبور ح ١٥٧٥، بلفظ لعن رسول اللہ۔۔۔ وانظر الحدیث الاتی.

❹ ابوداؤد، کتاب الجنائز : باب فی زیارۃ النساء القبور، ح ٣٢٣٦، ترمذی ح ٣٢٠، نسائی ٢٠٤٥ یہ اضافہ والی روایت ضعیف ہے۔ (تحذیر الساجد ص ٦٢).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنا اس لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ اس سے شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ اس کی علت صرف مکان کی نجاست نہیں جیسے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف حکم دیا کرتے تھے کہ خوف فتنہ (شرک میں مبتلا ہونے کا خوف) کی حالت میں قبروں کو ہموار کر دیا جائے اور مٹا دیا جائے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

چنانچہ جب تستر کے مقام پر دانیال علیہ السلام کی قبر ظاہر ہوئی تو سپہ سالار جیش ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بابت اطلاع دی اور لکھا کہ لوگ اس کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ دن کے وقت تیرہ قبریں کھودی جائیں اور رات کے وقت ان کو کسی ایک میں دفن کر کے اس کا نشان مٹا دیا جائے تا کہ لوگ شرک کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔" ❶

امام مالک اور سلف صالحین رحمہم اللہ:

امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا جو قول ہم نے نقل کیا ہے یہی قول سلف کے نزدیک مشہور اور مقبول تھا جیسے کہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور ابو عبد اللہ المقدسی نے مختارہ میں امام زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ:

"انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی روز ان کے پاس حاضر ہو کر اس میں اپنا منہ داخل کرتا اور دعا مانگتا تھا۔ امام صاحب نے اس کو اس سے منع کیا اور فرمایا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے اپنے باپ دادا سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قبر کو عید مت بناؤ، اور میرے گھروں کو قبریں مت ٹھہراؤ، کیوں کہ تمہارا سلام مجھ کو پہنچ جاتا ہے جہاں بھی تم رہو۔" ❷

---

❶ البدایة والنهایة (٢/ ٤٠،٤١).

❷ مسند ابی یعلی (١/ ٢٤٥۔ ٢٤٦، خ ٤٦٥) بتحقیق الاثری: ابن ابی شیبة (٢/ ٣٧٥) ضیاء فی المختارة (١/ ١٥٤).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ جناب رسالت مآب ﷺ:

یہی حدیث ابوداؤد میں بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''اپنے گھروں کو قبریں مت ٹھہراؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جہاں بھی تم رہو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔''❶ سنن میں سعید بن منصور سے روایت ہے، سہیل بن ابی سہیل کہتے ہیں کہ مجھ کو جناب حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شام کا کھانا تناول فرمارہے تھے، قبر کے پاس دیکھا اور وہیں سے مجھ کو آواز دی کہ آؤ کھانا کھالو۔ میں نے عرض کیا میں کھانا نہیں کھانا چاہتا۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ تم قبر کے پاس کیوں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے حضور ﷺ پر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم مسجد میں داخل ہو تو سلام کرو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر اس لیے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ ٹھہرایا۔ تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے جہاں بھی تم رہو۔'' تم اور اہل اندلس اس میں برابر ہیں۔''❷

روضۂ اطہر اور دوسری قبریں:

اب تم خود سوچ لو کہ جب سیّد الاولین والآخرین خیر الخلق اجمعین حضور ﷺ کی قبر شریف کے حق میں اتنا ہی مشروع ہے جس کی ابھی تصریح کی گئی ہے تو دوسروں کی قبر کی کیا حیثیت ہے؟

❶ ابوداؤد کتاب المناسك: باب زيارة القبور ح ٢٠٤٢.

❷ تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد(ص ١٤٠-١٤١) نحوه بحواله ابن ابی شيبة (٣٤٥/٣) وابن خزيمة فی "حديث علی بن حجر" (٤٨/٤) ابن عساكر (١/٢١٧/٤)- عبدالرزاق (٦٧٢٦، ٤٨٣٩).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۳):

توسل کا طریقہ

صحابہ کا دستور العمل:

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب ان پر کوئی سختی آتی تھی مثلاً قحط سالی وغیرہ نیز قتال وجدال کے معرکوں میں جب کہ ان کو دشمن پر فتح حاصل کرنے میں دقت پیش آتی تھی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور گھروں اور مسجدوں میں اس کی بارگاہ کبریا میں دست نیاز پھیلاتے۔ لیکن کسی واقعہ میں منقول نہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف یا دوسرے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی طرف رجوع کیا ہو، اور وہاں جا کر دعا مانگی ہو۔

بلکہ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے "یا اللہ! جب ہم پر قحط سالی آتی تھی تو ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے توسل کیا کرتے تھے اور تو ہماری دعا قبول فرما کر ہمیں پانی دیا کرتا تھا اور بے شک اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے توسل کرتے ہیں، الٰہی! ہمیں پانی دے۔" روایتِ مذکور میں ہے کہ پھر ان کو اللہ تعالیٰ پانی دیتا تھا۔ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل:

اس روایت کا ملخص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا، جس کے بالفاظ دیگر یہ معنی ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد شریف میں آپ سے دعا کرایا کرتے تھے (جس کو توسل سے تعبیر کیا گیا ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

❶ بخاری، کتاب الاستسقاء : باب سوال الناس الامام---ح۱۰۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد آپ کے چچا سے دعا کرائی اور ان کو شفیع بنایا۔ (توسل کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صرف کسی کا نام لے کر دعا کی جائے)۔

مخلوقات کے نام کا واسطہ:

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر دعا نہیں کی اور نہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات میں سے کسی کے نام کا واسطہ دیا ہے۔ بلکہ شرعی طریقہ پر مشروع وسائل سے توسل کیا ہے یعنی اعمالِ صالحہ اور مومنوں کی دعا کے ساتھ توسل کرنا، جیسے کہ ہر ایک مومن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے ساتھ سچی محبت رکھنے سے بارگاہ کبریا عزوجل میں توسل کر سکتا اور کرتا ہے، اور جیسے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ زندگی میں آپ کی دعا سے توسل کرتے اور آپ کو شفیع بناتے تھے، اسی طرح آخرت میں جملہ مخلوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی طرح ہم دوسرے صالحین کی دعا کو بھی وسیلہ بنا سکتے ہیں (جیسے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور) جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تمہیں تو کمزور لوگوں کی دعا اور استغفار کی بدولت رزق دیا جاتا اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۔" [1]

نتیجہ فکر:

یہ ایک معلوم بات ہے اور ہر شخص بدیہی طور پر جانتا ہے کہ اگر کسی قبر کے نزدیک دعا کرنا افضل ہوتا اور اس میں استجابت دعا کی زیادہ امید ہوتی تو سلف صالحین کو سب سے پہلے اس کا علم ہوتا اور وہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے، کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ باتوں کو سب سے بہتر جانتے تھے اور اس کی اطاعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔

منصبِ رسالت کا اقتضاء:

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کا مقتضاء (مقصد) یہ تھا کہ وہ اس

[1] بخاری، کتاب الجهاد: باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب، ح۲۸۹٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلاتے، کیونکہ خود بقول آنحضرت ﷺ کے کوئی نیکی کی بات ایسی نہیں رہ گئی جس کو آپ نے بیان نہ فرمایا ہو اور کوئی برائی کی بات نہیں جس سے آپ نے اپنی امت کو منع نہ فرمایا ہو۔ کوئی بات جو جنت اور اللہ کی خوشنودی کی طرف لے جانے والی ہو، یا انسان کو دوزخ کی آگ سے بچانے اور دور رکھنے میں مدد دے، آنحضرت ﷺ نے بیان کیے بغیر نہیں چھوڑی۔ ❶ آپ ﷺ نے اپنی امت کو ایک واضح راستے پر چلایا، جس پر رات کو بھی روزِ روشن کی طرح چل سکتے ہیں، جو شخص بھی اس کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے گا اس کا انجام یقیناً ہلاکت ہے۔

صریح ممانعت:

آنحضرت ﷺ نے تو اس نوعیت کی باتوں سے صریحاً منع فرمایا ہے اور قبروں کو سجدہ گاہ ٹھہرانے کے فعل کو مستوجب لعنت قرار دے کر ان شرکیہ امور کا سدِباب فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو ذرائع کو روکنے کے اصول پر کاربند ہو کر اس بارے میں اس حد تک احتیاط کو ضروری سمجھا کہ قبر کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی نماز پڑھنا منع فرمایا ❷ چاہے نمازی کے دل میں غیر اللہ کی عبادت کا خیال تک نہ ہو۔

حفظِ ماتقدم:

آنحضرت ﷺ نے آفتاب کے طلوع اور غروب کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ❸ کہ ان اوقات میں بعض بت پرست سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ ❹

❶ الصحیحة (١٨٠٣) بحوالہ طبرانی فی الکبیر (١٦٤٧)۔ مجمع الزوائد (٢٦٣/٧) بیھقی (٧٦/٨) عبدالرزاق (١٢٥/١١)۔

❷ مسلم، کتاب الجنائز: باب النھی عن الجلوس علی القبور و الصلاة علیه ح ٩٧٢۔

❸ بخاری، کتاب مواقیت الصلاة: باب الصلاة بعد الفجر، ح ٥٨١، ٥٨٢، مسلم، کتاب صلاة المسافرین: باب الاوقات التی نھی عن الصلاة فیھا، ح ٨٢٦، ٨٢٨۔

❹ مسلم کتاب صلاة المسافرین: باب اسلام عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ ح ٨٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں سے مشابہت آ جانے کی وجہ سے ایک موحد کو خدائے پاک کی عبادت سے منع کیا گیا تاکہ اس کی عبادت غیر اللہ کی عبادت کی فقط ظاہری مشابہت اور شرک کے شائبہ تک سے پاک رہے، اگرچہ موحد نمازی کے دل میں اس کا خیال تک نہیں آتا کہ سورج بھی کوئی قابلِ تعظیم ہستی ہے۔ اب تم خود سوچ لو کہ جب کسی خرابی کے شائبہ تک سے پرہیز کرنا لازم سمجھا گیا ہے تو جہاں خرابی کا وجود یقینی ہو، وہاں اس صورت سے پرہیز کرنا لازم نہیں ہوگا؟

دورِ حاضر میں زیارتِ قبور:

آج کل جس صورت میں قبروں پر جا کر دعا کی جاتی ہے، اس میں یقیناً شرک کے شوائب موجود ہیں، کیونکہ میت کو پکارا جاتا ہے اور اس کے نام کا واسطہ دے کر دعا کی جاتی ہے جس سے صریح شرک تک پہنچ جانے میں ایک دو قدم کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل (۴):

بت پرستی

تعظیم قبور:

بت پرستی کی ابتداء دراصل تعظیمِ قبور ہی سے تو ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳)

"نوح کی قوم کے لوگوں نے آپس میں کہا کہ تم اپنے خداؤں کو ہرگز مت چھوڑو اور بالخصوص ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت کو مت چھوڑو۔"

اس آیت کی تفسیر میں رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ "پانچوں نام نوح علیہ السلام کے عہد کے صالحین کے نام ہیں۔ جب یہ لوگ مر گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر بیٹھنا شروع کیا، ان کی تصویریں بنائیں اور پھر ان کو پوجنے لگے۔"[1]

علاوہ ازیں جن صالحین کی قبروں کو اس زمانے میں تریاقِ مجرب کہا جاتا ہے، ان سے صحابہ اور تابعین کا درجہ یقیناً اعلیٰ اور ارفع ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مؤخر الذکر کو چھوڑ کر ان صالحین کی قبروں کو چن لیا گیا ہے؟

شیخ کے توسل سے مراد مانگنا:

ایک اور تعجب انگیز بات سنیے، ہر ایک شخص کی تعظیم اس کے اپنے معتقدین کی جماعت کرتی ہے اور وہی لوگ اس سے یا اس کے واسطہ سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔ دوسرے شیخ کے معتقدین کی ایک دوسری جماعت ہوتی ہے جو اپنے اس دوسرے شیخ کو وسیلہ ٹھہراتی اور اس

[1] بخاری، کتاب التفسیر سورۃ نوح، ح ۴۹۲۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے توسل سے اپنی مرادیں طلب کرتی ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے کہ مشرکوں کی ہر ایک قوم نے اپنے اپنے خدا مقرر کر رکھے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبة : ۳۱)

''یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ اور عیسیٰ بن مریم کو خدا بنا رکھا ہے، حالانکہ ان کو ایک ہی معبود برحق کی پرستش کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور برتر ہے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔''

مصیبت میں شیخ طریقت کو پکارنا:

یہ جو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب تم کو کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آئے یا تمہیں کسی بات کا خوف ہو تو تم مجھ کو پکارو، چاہے میں زندہ ہوں یا مردہ، اس سے تمہاری مصیبت ٹل جائے گی۔ یا تو یہ بات اس شیخ پر (جس کی طرف یہ منسوب ہے) افتراء (جھوٹ) ہے یا بصورتِ دیگر قائل کی غلطی اور غلط فہمی ہے، کیونکہ اس کا قائل غیر معصوم ہے اور یہ صریح گمراہی ہوگی کہ قائل معصوم کے قول چھوڑ کر غیر معصوم قائل کا اتباع کیا جائے۔

قال اللہ و قال الرسول:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس قسم کی باتوں کی تعلیم نہیں فرمائی بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الانشراح : ۶، ۷)

''جب تم فراغت پاؤ تو عبادت میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو۔''

یہ نہیں فرمایا کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف رجوع کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷)

"اے محمد! کہہ دیں: جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خدا مقرر کر رکھا ہے ان کو پکارو (جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں) کیونکہ یہ اشخاص نہ تو تمہاری تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔ یہ اشخاص جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تعالیٰ کا تقرب ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے۔"

علمائے سلف کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضرت مسیح و حضرت عزیر علیہما السلام اور ملائکہ کو معبود سمجھے ہوئے ہیں۔ ❶ بارگاہِ عزت میں بھلا مشائخ کی کیا مجال ہے کہ اس قسم کا کلمہ منہ سے نکالیں؟ حالانکہ سید الاولین و الآخرین حضور ﷺ نے کبھی اپنے کسی صحابی سے یہ نہیں کہا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو مجھ کو پکارو۔ بلکہ اس کے برعکس اپنے چچا زاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ تاکید فرمائی کہ "اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو، وہ بھی تمہارا لحاظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو۔ اس کو ہر وقت اپنے سامنے پاؤ گے، خوشحالی کے وقت میں اس کے ساتھ پہچان حاصل کرو (اس کی عبادت اور اس کو پکارنے میں مشغول رہو) سختی کے وقت میں وہ تم کو نظر انداز نہیں فرمائے گا۔ جب تمہیں کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔" ❷

---

❶ تفسیر طبری (۷۱/۴۷۱) تفسیر ابن کثیر (ص: ۷۸۷).

❷ مسند احمد (۳۰۷/۱) واللفظ له، ترمذی کتاب صفة القیامة: باب (۵۹) حدیث حنظلة ح ۲۵۱٦).

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر سوال کرنا:

بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے لگو تو میرا واسطہ دے کر سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری بڑی حرمت ہے۔“

یہ روایت موضوع اور سفید جھوٹ ہے، اہل علم میں سے کسی نے اس کو روایت نہیں کیا ہے اور نہ یہ روایت مسلمانوں کی کسی معتبر کتاب میں لکھی ہے۔ اگر کسی میت میں یہ فضیلت ہوتی کہ بارگاہ کبریا میں اس کا واسطہ دے کر دعا کی جا سکتی تو بے شک سب سے مقدم حضور ﷺ کو یہ فضیلت حاصل ہوتی اور اگر اس سے کچھ فائدہ کا حصول متصور ہوتا تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے انتقال کے بعد آپ کا واسطہ دینا اپنا دستور العمل ٹھہراتے (لیکن نہ تو آنحضرت ﷺ نے اپنی یہ فضیلت کبھی بیان فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی آپ کے نام کا واسطہ دے کر دعا کی)۔

خلاصہ کلام:

اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قول صریح گمراہی ہے اور اگر فی الواقع کسی شیخ طریقت نے ایسا کہا بھی ہو تو یہ اس کی غلطی اور غلط فہمی ہے۔ اور اگر وہ مجتہد ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس غلطی کو معاف فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ شیخ طریقت یا مجتہد انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں ہے کہ اس کے قول کی اتباع کی جائے! اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس بارے میں فصل الخطاب کا حکم رکھتا ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (النساء: ۵۹)

”اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اس اختلاف کو مٹانے اور اس کا فیصلہ کرنے کے لیے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۵):

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی قبر

عمل شرک:

بعض خوش عقیدہ لوگوں کا قول ہے کہ ''جو شخص آیت الکرسی پڑھ کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی قبر کی طرف منہ کرے، اس پر سلام کہے اور ایک دفعہ سلام کہتے ہوئے ایک قدم اٹھائے اور اس طرح سات قدم پورے کرے، اس کی حاجت پوری ہوگی۔'' یہ عمل شرک ہے اور اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا اور نہ کسی کو اس کی تعلیم دی۔ اور اگر کوئی ان کی طرف منسوب کرے تو یہ نرا جھوٹ ہوگا۔ اس قسم کی باتیں اہل غلو اور اہل شرک کے من گھڑت افسانے ہیں جن کو مشائخ کے اعتقاد میں منہمک ہو کر حق اور باطل کی تمیز نہیں رہتی۔

مشابہت نصاریٰ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث ہے کہ ''قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو۔''[1] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بھی جو محض اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، قبر کی طرف منہ کرنا منع فرمایا ہے، تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ باوجود مسافت کی دوری کے کسی شیخ کی قبر کی طرف منہ کرے اور غیر اللہ سے دعا مانگے۔ کیا اس کا یہ عمل نصاریٰ کے عمل کے مشابہ نہیں جو احبار اور رہبان کو اپنا خدا بنا رکھتے ہیں اور ان کو اپنا قاضی الحاجات تصور کر کے ان سے اور ان کا واسطہ دے کر (اللہ تعالیٰ سے) دعائیں مانگتے ہیں؟

[1] مسلم، کتاب الجنائز: باب النھی عن الجلوس علی القبور، ح ۹۷۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (٦):

قبر کے واسطہ سے دعا

سلف صالحین کا قول:

بعض قبریں جو کسی نبی، صحابی یا ولی کی بیان کی جاتی ہیں، بعض لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے اور دعا کرتے ہیں، اپنے جسم کو قبر سے لگاتے یا قبر کی کسی چیز کو چھوتے اور جسم پر پھیرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بدعت ہے اور سنت نبوی کے مخالف ہے، کیونکہ علمائے سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی جگہوں میں نماز اور دعا کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے اور نہ سلف صالحین ہی میں سے کسی سے ایسا کرنا منقول ہے۔ بلکہ وہ ایسا کرنے سے ایسی حالت میں بھی منع کرتے تھے جب کہ وہ قبر سے یا اس کے واسطہ سے دعا نہ مانگیں، چہ جائے کہ یہ بھی اس کے ساتھ جمع ہو۔ اور اس لیے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے دور کے لوگ جو قبروں پر جا کر اہل قبور سے یا ان کے واسطہ سے دعا مانگتے ہیں، ان لوگوں کو وہ کس نظر سے دیکھتے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۷):

دعا کی قبولیت کے اوقات و مقامات

آسمانِ دنیا پر نزولِ باری تعالیٰ:

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کسی معین وقت یا کسی خاص مکان میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے (جس سے ان کا اشارہ کسی نبی یا ولی کی قبر کی طرف ہوتا ہے)؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک بعض خاص اوقات میں اور بعض خاص حالات میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ ''جب ایک تہائی رات رہ جاتی ہے تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرما کر یہ فرماتا ہے: ''کوئی دعا مانگنے والا ہے جس کی دعا میں قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تا کہ میں اس کی حاجت پوری کروں؟ کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے جس کو میں بخش دوں؟'' طلوعِ فجر تک اسی طرح فرماتا ہے۔'' ❶

ایک اور حدیث میں ہے کہ رات کے درمیانی حصہ میں انسان کو اپنے رب تعالیٰ سے بہت زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ ❷ (دعائے نیم شبی اسی لیے مشہور اور زبان زدِ خلائق ہے)۔

اوقاتِ دُعا:

اسی طرح نزول باراں کے وقت، گھمسان کی لڑائی کے دوران میں، اذان اور اقامت کے خاتمہ پر نماز پڑھ چکنے کے بعد، سجدے کی حالت میں، جب آدمی مسافر یا روزہ دار ہو اور نیز مظلوم کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

❶ بخاری، کتاب التهجد: باب الدعاء والصلاة من آخر الليل ح ١١٤٥، مسلم كتاب صلاة المسافرين: باب الترغيب و الدعاء والذكر في آخراللیل ح ٧٥٨.

❷ الكلم الطيب لابن تيمية (ح ٥٢) بحواله ترمذی کتاب الدعوات : باب (١٢٧/١١٨) ح ٣٥٧٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشاعرِ حج:

صحاح اور مسانید میں ایسی حدیثیں موجود ہیں، جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ کن حالتوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ بعض مکان (مقامات) بھی ایسے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے جیسے عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور ملتزم وغیرہ (یہ جگہیں مکہ معظمہ میں ہیں اور حج کے مناسک بجالاتے ہوئے ان مقامات پر دعا کرنے کا موقع ملتا ہے)۔ اسی طرح مسجد میں دعا کرنا افضل ہے اور بالخصوص جن مساجد کو بروئے حدیث خاص فضیلت ہے، مسجد الحرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس کی مسجد۔ ان میں اسی نسبت سے نماز پڑھنا اور دعا کرنا افضل ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ کسی خاص مکان میں اس لیے نماز یا دعا کو فضیلت حاصل ہے کہ وہاں کسی نبی یا ولی کی قبر موجود ہے، علمائے سلف اور ائمہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ بلکہ نصاریٰ کی مشابہت سے بعض اہل بدعت نے اس کو رواج دیا ہے، اور اس کی اصل مشرکوں کے دین میں ہے۔ موحدین اور مخلصین کے مذہب میں یہ بات نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۸):

واسطہ دے کر دعا مانگنا

کلام مجید اور کعبہ:

بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کسی پیغمبر یا ولی کا واسطہ دے کر یا کلام مجید اور کعبہ شریف کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا جائز ہے؟ اور کیا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے ''بحق فلاں'' یا ''بحرمت فلاں'' یا "بجاه المقربين" کہے یا انبیاء اور صالحین کے اعمال اور افعال کا واسطہ دے کر دعا مانگے!

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دعائیں جن کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ شریفہ میں ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفاتِ علیا کے واسطہ سے دعا مانگی گئی ہے۔ نیز کلامِ پاک کے ساتھ پناہ مانگنے کا بھی ذکر ہے، جیسے کہ سنن میں یہ دعا منقول ہے:

((اللهم انی اسالك بان لك الحمد انت الله بديع السموات والارض يا ذوالجلال والاكرام يا حی يا قيوم)) . ❶

اور جیسے کہ

((اللهم انی اسالك بانك انت الله الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احدٌ))❷

اور جیسے کہ یہ دعا جو مسند میں موجود ہے:

((اللهم انی اسالك بكل اسم هو لك سميت به نفسك او

❶ ابوداؤد، كتاب الوتر: باب الدعاء ح ١٤٩٥، نسائی كتاب السهو: باب الدعاء بعد الذكر، ح ١٣٠١ باختلاف يسير.

❷ ابو داؤد حوالہ سابق (١٤٩٣)، ترمذی كتاب الدعوات: باب ما جاء فی جامع الدعوات ح ٣٤٧٥، ابن ماجه، كتاب الدعاء: باب اسم الله الاعظم، ح ٣٨٥٧ واللفظ له.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انزلته في كتابك او علمت احدا من خلقك اواستاثرت به في علم الغيب عندك .)) ❶

مخلوقات کی قسم کھانا شرک ہے:

وہ دعائیں جو عوام میں مشہور ہیں اور جن کو بازاروں میں بیٹھ کر تعویذ فروش لکھا کرتے ہیں جیسے کہ یہ دعا کہ: ((اسألك باحتياط قاف وهو يوف الحاف والطور والعرش والكرسي و زمزم والمقام والبلد الحرام .)) اور اسی قسم کی دوسری دعائیں، ان میں سے کوئی بھی آنحضرت ﷺ یا آپ کے صحابہ و تابعین اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان چیزوں پر حلف کھائے یا اللہ تعالیٰ سے ان کا واسطہ دے کر درخواست کرے۔

صحیح حدیث میں ہے ''جو شخص قسم کھانا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانی چاہیے بصورت دیگر چپ رہے۔'' ❷ (اور دوسری حدیث میں ہے) ''جس نے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔'' ❸ الغرض کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مخلوقات میں سے کسی کی قسم کھائے۔

اللہ کے مقبول بندوں کی دعا:

اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے مقبول بندے ہیں جن کی دو قسموں کو وہ رد نہیں فرماتا۔ بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے بطور قصاص ربیع رضی اللہ عنہا کا دانت توڑنے کا حکم دیا

❶ وقال المؤلف رحمہ اللہ في "الكلم الطيب" اخرجه احمد في مسنده (۱/۳۹۱) وابن حبان في صحيحه(موارد : ۲۳۷۲).

❷ بخاري، كتاب الشهادات : باب كيف يستحلف ح ۲۶۷۹ ،مسلم كتاب الايمان : باب النهي عن الحلف بغير الله تعالى ح ۱۲۴۶.

❸ ابو داؤد كتاب الايمان : باب كراهية الحلف بالآباء، ح ۳۲۵۱ـ ترمذي، كتاب النذور : باب (۹) ح ۱۵۳۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا "مجھے اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا کہ ربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔" اس پر فریق ثانی نے قصاص کا مطالبہ چھوڑ دیا اور دیت پر راضی ہو گئے، جس سے انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی قسم پوری ہوگئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن من عباده الله من لو اقسم علی اللہ لابره.)) ❶

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو اگر قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے کوئی التماس پورا کرانے پر اصرار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔"

توسل کے مشروع وسائل:

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی طرح ایک موقع پر براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی کہا تھا کہ یا الٰہی! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ایسا کرے! چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم پوری کی۔ ❷

انسان ہمیشہ اپنے رب تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے ان اسباب کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے جو اس کے مطلوب کے مقتضا ہیں۔ یعنی:

۱۔ اعمالِ صالحہ جن پر اللہ تعالیٰ نے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں سے (جو مستجاب الدعوات ہیں) دعا کرائے، جیسے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کبریا میں اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صالحین کی دعا سے توسل کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے استسقاء کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی تھی، جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ اور اسی قبیل سے

---

❶ بخاری کتاب الصلح: باب الصلح فی الدیة ح ۲۷۰۳، مسلم کتاب القسامة: باب اثبات القصاص فی الاسنان ح ۱۶۷۵.

❷ مستدرک حاکم (۲۹۱/۳، ۲۹۲) حلیة الاولیاء (۳۵۰/۱) واصله عند الترمذی فی مناقبه ح ۳۸۵٤.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ روایت ہے جس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ ''ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لیے دعا کیجیے کہ مجھے آنکھیں بخش دے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور اس کے بعد یہ کہے کہ ''بار الہا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی الرحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ یا محمد! یا رسول اللہ! میں آپ کو وسیلہ بنا کر اپنے رب تعالیٰ کی طرف اپنی حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ اس کو پورا کرے۔ یا اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔'' ❶

اس کا ملخص یہ ہے کہ سائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ الٰہی جل ثنا میں اس کو شفیع لایا اور اس میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی استدعا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یعنی دعا کو اس کے حق میں قبول فرمائے۔

مخلوق کا واسطہ دے کر توسل چاہنا:

یہ (ایک اندھے کی حدیث کا) واقعہ بعینہٖ ان دوسرے واقعات کی طرح ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے توسل کیا کرتے تھے۔ لیکن کسی کا یہ کہنا کہ ''بار الہا! میں تجھ سے بحق ملائکہ یا بحق تیرے رسولوں اور انبیاء کے یا بحق فلاں رسول کے یا بحق بیت الحرام وغیرہ سوال کرتا ہوں'' اس قسم کی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں۔ بلکہ بہت سے علماء مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب امام ابو یوسف رحمہ اللہ وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان الفاظ میں دعا کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں کسی مخلوق کا واسطہ دے کر اور اس کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے، لیکن سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ اس کو قضائے حاجت کا ایک

❶ ترمذی کتاب الدعوات: باب (۱۱۸/ ۱۲۷) ح ۳۵۷۸۔ ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوات: باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ ح ۱۳۸۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ سمجھ کر اس کا واسطہ دے۔

دو مستحسن طریق دعا:

اگر کوئی شخص اپنے اعمالِ صالحہ کے توسل سے دعا کرے یا نبی کریم ﷺ اور دوسرے صالحین کی دعا سے توسل کرے (ان سے دعا کرائے) تو اس میں شک نہیں کہ اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے (اور اس کی دعا قبول کر لینا بھی ایک قسم کا ثواب ہے) اور صالحین کی دعا زیادہ تر قبول ہوتی ہے، اس لیے کسی شخص کا ان دو طریقوں سے دعا کرنا توسل بالاسباب ہے۔ چنانچہ غار کی مشہور حدیث میں ان تین آدمیوں نے اپنے اعمالِ صالحہ کے توسل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا۔ [1] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کبریا میں توسل بالانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے، ان پر درود اور سلام بھیجے اور ان سے سچی محبت رکھے، یا ان کی حیات میں ان سے دعا کرائے (جو اب ممکن نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں لہٰذا اس معنی میں توسل بالانبیاء جائز نہیں ہے)۔

توسل بلا اسباب

انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذات سے توسل کرنے اور ان کے نام کا واسطہ دینے میں حصولِ مطلوب اور قضائے حاجت کا کوئی سبب مقتضی نہیں اور اس لیے یہ توسل بالاسباب میں داخل نہیں ہوگا، اور اس بنا پر اس کا یہ قول قانونِ قدرت (اسباب اور مسببات کا قانون) کے خلاف ہوگا (جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کریں) اگرچہ انبیاء علیہم السلام کا کتنا ہی بڑا مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وہ نہایت ہی مقبول بندے ہیں، لیکن دوسروں کی دعا قبول کرنے کے لیے ان کی ذات یا ان

---

[1] بخاری کتاب احادیث الانبیاء: باب حدیث الغار ح ٣٤٦٥، مسلم کتاب الذکر و الدعاء: باب قصة اصحاب الغار ح ٢٧٤٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نام کا توسل کچھ فائدہ بخش نہیں۔ ان کا توسل صرف اس صورت میں فائدہ دیتا ہے جب کہ خود داعی کی ذات میں ان کا توسل اجابتِ دعا کا سبب پیدا کر دے، مثلاً ان پر ایمان لانا، ان کی اطاعت اور محبت۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کی ذات میں اجابت کا سبب موجود ہو، مثلاً ان کا اس کے لیے عہدِ زندگی میں دعا کرنا اور شفیع بننا۔ یہی دو باتیں ہیں جن کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے توسل کیا جا سکتا ہے اور بس!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۹):

انبیاء کی یادگاریں

تشبیہ یہود ونصاریٰ:

بعض لوگوں کا یہ قول کہ کیا اس مکان کی تعظیم جائز ہے جس میں حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا گیا ہو؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ایسی جگہوں کو مساجد اور زیارت گاہ بنانا یہود ونصاریٰ کے اعمال میں سے ہے، جن کے ساتھ تشبیہ سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سفر میں ایک قوم کو دیکھا جو ایک مکان کی طرف دوڑ رہے تھے۔ خلیفہ حق نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مکان ہے، جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی تھی۔ آپ نے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس میں نماز پڑھی ہے تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی یادگاروں کو مسجد بناؤ۔ اگر کسی شخص پر ایسے مقام میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لے، ورنہ چلا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صحابہ کی جماعت کے سامنے فرمایا۔ ❶

بدعت کا دروازہ کھولنا:

یہ ایک معلوم بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے سفروں میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھی ہے اور مومنان صادق نے ان جگہوں میں سے کسی جگہ کو بھی مسجد نہیں بنایا، اور نہ اس کو زیارت گاہ ٹھہرایا۔ اور اگر ایسی باتوں کا دروازہ کھول دیا جائے تو مسلمانوں کے اکثر گھر مسجدیں اور زیارت گاہ بنائے جائیں گے، کیونکہ مومنانِ صادق ہمیشہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں برابر دیکھتے رہے ہیں اور بہت سے مومن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایسے ہیں جن کے

❶ محمد بن وضاح في كتاب ما جاء في البدع (ص ٤٢، ٤١) عبد الرزاق في المصنف (١١٨/١) فتح الباري (٥٦٩/١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھر میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ ایسی جگہوں کو مقدس سمجھ کر زعفران وغیرہ کا وہاں چھڑکنا سخت ناپسندیدہ بدعت ہے۔

دروغ گوئی کی انتہا:

بعض دروغ گو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کسی جگہ پر نشانِ قدم دیکھ لیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا قدم مبارک ہے، اور پھر اس کی تعظیم شروع ہو جاتی ہے (اور وہاں میلے منعقد ہونے لگتے ہیں)۔ یہ سب جھوٹی اور بے اصل باتیں ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس یہ جو بعض لوگ پتھروں پر قدم کا نشان لیے پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک کا نشان ہے، یہ بھی کذب وافتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی قیام گاہ اور نشست گاہ کو سجدہ گاہ ٹھہرانے کا حکم نہیں دیا۔ یہ حکم صرف مقامِ ابراہیم کے لیے مخصوص ہے۔ فرمایا:

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ (البقرۃ: ۱۲۵)

''اور ابراہیم کے قیام گاہ کو جائے نماز بناؤ۔''

جیسے کہ استلام (چھونا بطریقِ تعظیم) اور بوسہ دینا تمام دنیا کے پتھروں میں سے حجر اسود کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسی طرح بیت الحرام کو یہ فضیلت بخشی ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ لیکن اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اور کسی جگہ کو ان جگہوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس اختصاص (خصوصیت) کو اٹھائے (ختم کرے) تو اس کی بعینہٖ یہ مثال ہوگی کہ کوئی شخص کعبہ شریف کو چھوڑ کر کسی اور مقام کو حج کے لیے معین کر دے، یا شعبان میں رمضان کے روزے رکھے، وغیرہ وغیرہ۔

صخرۂ بیت المقدس:

صخرۂ بیت المقدس ایک قابلِ احترام جگہ ہے لیکن اس پر اجماع ہے کہ حجر اسود کی طرح اس کو بوسہ نہیں دینا چاہیے اور صخرہ کے نزدیک نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کی بھی کوئی خاص

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فضیلت نہیں، بلکہ جس مسجد کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے وہاں بنایا، اس کے قبلہ میں نماز پڑھنا صخرہ کے نزدیک نماز پڑھنے اور دعا مانگنے سے افضل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صخرہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یروشلم کا شہر فتح کیا تو آپ نے کعب الاحبار سے مشورہ لیا کہ مسلمانوں کے لیے کہاں مسجد بنائی جائے؟ کعب الاحبار نے آپ کو مشورہ دیا کہ صخرہ کے پیچھے اس کا تعمیر کرانا مناسب ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے اس طرح مخاطب ہوئے کہ ”یہودیہ کے بیٹے! ابھی تک تمہارے عقائد اور خیالات میں یہودیت سرایت کیے ہوئے ہے۔ میں تمہارا یہ کہا نہیں مانوں گا بلکہ صخرہ کے سامنے مسجد بنواؤں گا۔“ اس کے بعد انہوں نے یہ مسجد تعمیر کرائی جس کو عام لوگ ”مسجد اقصیٰ“ کہتے ہیں۔ آپ نے نہ تو صخرہ کو ہاتھ لگایا اور نہ اس کو بوسہ دیا اور نہ اس کے پاس نماز پڑھی۔

صحیح بخاری میں آپ کا یہ قول منقول ہے کہ جب آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو اس طرح گویا ہوئے: ”اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے انہوں نے بوسہ دیا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا۔“ [1]

سلف صالحین کا طرزِ عمل:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد اقصیٰ میں وارد ہوئے تو وہاں نماز پڑھتے تھے، لیکن صخرہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ دوسرے سلف صالحین کا بھی یہی دستور العمل تھا۔ اسی طرح وہ حجرۂ شریف جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے یا وہ حجرہ جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مدفون ہیں اور دوسرے حجرے جن میں کوئی نبی یا مردِ صالح مدفون ہے اس کو

[1] بخاری کتاب الحج: باب الرمل فی الحج و العمرۃ ح ۱۶۰۵، مسلم کتاب الحج : باب استحباب تقبیل الحجر الاسود ح ۱۲۷۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا مستحب نہیں۔ اس پر ائمہ دین کا اتفاق ہے بلکہ اکثر نے اس سے منع کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کو سجدہ کرے یا صاحب قبر کو اس طرح مخاطب کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ میری تقصیرات معاف فرماؤ یا مجھ کو دشمن پر فتح دو وغیرہ، تو اس کا یہ فعل اور قول کفر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۰):

مقدس مقامات سے توسل

نیاز چڑھانا:

عوام الناس کا عقیدہ اور عمل ہے کہ بعض درختوں، پتھروں اور چشموں کو مقدس سمجھتے اور ان کے لیے نذریں مانتے اور ان پر نیاز چڑھاتے ہیں۔ بعض لوگ ان پر چیتھڑے لٹکاتے ہیں یا کسی درخت کے پتے لے کر اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں یا ان چیزوں کے پاس نماز پڑھتے ہیں وغیرہ۔ یہ سب باتیں سخت ناپسندیدہ بدعت ہیں۔ ایسا کرنا اعمالِ جاہلیت میں سے ہے، اور یہ شرک کے ذرائع ہیں، جن کا سدِ باب کرنا نہایت ضروری ہے۔

ذاتِ انواط:

سنن میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین ایک درخت پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے اور وہ درخت ان کے ہاں ''ذات انواط'' کے نام سے مشہور تھا۔ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس طرح ہمارے حریفوں کا ایک ''ذات انواط'' ہے اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اللہ اکبر آواز بلند فرمایا اور فرمانے لگے ''یہ تو تم نے ایسی بات کہی جیسے کہ بنی اسرائیل نے (جن کے رگ و ریشہ میں شرک سرایت کیے ہوئے تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ:

﴿يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ (الاعراف: ۱۳۸)

''اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی خدا بنا دو جس طرح ان لوگوں کے خدا ہیں۔''

بے شک تم پہلے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو گے اور ان سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں رہو گے، یہاں تک کہ اگر کوئی ان میں سے گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی ویسا ہی کرو گے اور اگر کسی نے راستے میں اپنی بیوی سے مجامعت کی ہے تو تم بھی اس کی تقلید کرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گے۔"❶

بیعت الرضوان:

نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جا کر نماز پڑھنا چاہتے ہیں جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس درخت کو کاٹ دیا جائے۔❷ علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی ان جگہوں میں سے کسی جگہ کے لیے نذر کرے تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ ان جیسے مقامات میں نماز ادا کرنے یا دوسری عبادت بجا لانے کی کوئی خاص فضیلت نہیں۔

❶ یہ مکمل روایت مجھے نہیں ملی، مسند احمد(٥/ ٢١٨) اور ترمذی کتاب الفتن : باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم ح ٢١٨٠ میں "نقش قدم پر چلو گے" تک ہے۔ اور بخاری کتاب الاعتصام : باب ما یقول النبی لتبعن سنن ح ٧٣٢٠۔ مسلم کتاب العلم : باب اتباع سنن الیهود ح ٢٦٦٩ میں گوہ کے سوراخ میں داخلے کا ذکر ہے۔ راستے میں بیوی سے مجامعت والی روایت تو نہیں ملی البتہ ماں سے علانیہ بدکاری کا ذکر ترمذی کتاب الایمان : باب افتراق هذه الامة ح ٢٦٤١ میں ہے۔ واللہ تعالی اعلم!

❷ طبقات ابن سعد(٢/ ١٠٠) فتح الباری (٧/ ٤٤٨) محمد بن وضاح (ص ٤٢)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۱):

اللہ تعالیٰ کی یاد اور مساجد

انبیاء وصلحاء کے مقدس مقامات:

ان باتوں کے رد و ابطال کا اصول یہ ہے کہ شریعت اسلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت، نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے مسجدوں کے بغیر اور کوئی جگہ مقرر نہیں فرمائی۔ البتہ مشاعر حج، جہاں حج کے اعمال بجالائے جاتے ہیں، اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن انبیاء اور صالحین کے مزارات یا وہ جگہیں جو کسی نہ کسی طرح ان کی طرف منسوب ہیں، یا ان کی عبادت گاہیں از قسم کہوف و مغارات (وہ کھوئیں جو پہاڑوں میں ہوتی ہیں)، یا کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے تھے، یا غارِ حرا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل از بعثت عبادت فرمایا کرتے تھے، یا وہ غار جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے خوف سے ہجرت کے وقت چھپے تھے اور جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے، یا دمشق میں جبل قاسیون کا غار جو "مغارۃ الدم" کے نام سے مشہور ہے اور وہ مقام جو اس کے مشرقی اور مغربی جانب واقع ہیں جن میں سے ایک کو مقام ابراہیم اور دوسرے کو مقام موسیٰ کہتے ہیں، اور نیز اس قسم کے دوسرے مقامات جو مشرق و مغرب میں روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، ان کی زیارت کے لیے سفر کرنا مشروع نہیں، اور اگر کسی نے ان مقامات کی طرف جانے کی منت مانی ہو تو باتفاق ائمہ اس پر ایفاء (پورا کرنا) واجب نہیں۔

شدِ رحال:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی مقام کے لیے سفر نہ کیا جائے۔"❶

ایک تاریخی واقعہ:

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلادِ شام، عراق اور مصر و خراسان کو فتح کیا تو انہوں نے کبھی ان مقامات کا قصد نہیں کیا اور نہ ان کی زیارت کے لیے سفر کیا اور نہ ان کو نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے لیے مخصوص کیا۔ بلکہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور شریعت کے پابند تھے اور مسجدوں ہی کے آباد رکھنے میں مشغول رہتے تھے، جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ﴾

(البقرة: ١١٤)

"کون ہے ظالم تر اس شخص سے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد سے روکے۔"

دوسری جگہ ہے:

﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ (التوبة: ١٨)

"بے شک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے، نماز کو قائم رکھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے اور سوائے اللہ کے اور کسی کا خوف دل میں نہیں رکھتا۔"

اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾

(الاعراف: ٢٩)

❶ بخاری كتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة و المدینة: باب (١) ح ١١٨٩، ١١٩٧، مسلم كتاب الحج: باب فضل المساجد الثلاثة ح ١٣٩٧ وباب سفر المرأة مع المحرم ح ٤١٥/٨٢٧.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے محمد! کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور نیز یہ کہ تم ہر ایک ایسے وقت میں جب کہ مسجد کو جاؤ اپنے منہ کو اس کی طرف سیدھا کر لو۔"

اور فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن : ١٨)

"اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں اس لیے ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو۔"

اس طرح مساجد کے حق میں بے شمار آیتیں کلام مجید میں موجود ہیں۔

مسجد میں نماز پڑھنا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کسی شخص کا مسجد میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے اور بازار میں نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر لیتا ہے اور پھر مسجد میں حاضر ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے مسجد میں آنے کا سوائے نماز ادا کرنے کے اور کوئی باعث اور محرک نہ ہو تو اس کو ہر ایک قدم پر ثواب ملتا ہے۔ جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے، اور جب قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ کم ہوتا ہے، اور جب وہ بیٹھ کر نماز جماعت کا انتظار کرتا ہے تو جب تک وہ انتظار میں رہتا ہے اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہے ملائکہ اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو اس کو بخش دے، یا الٰہی! تو اس پر اپنی رحمت نازل فرما۔" ❶

مشاہد کے لیے سفر کرنا:

جو شخص کسی نبی کی قبر یا دوسرے مشاہد کے لیے سفر کرے اس کے بارے میں متاخرین

❶ بخاری کتاب الاذان: باب فضل صلاۃ الجماعۃ ح ٦٤٧، مسلم کتاب المساجد: باب فضل صلاۃ المکتوبۃ فی جماعۃ ح ٦٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اختلاف کیا ہے۔ محققین کا قول ہے کہ یہ سفر معصیت ہے اور نماز کا قصر کرنا اس میں جائز نہیں، جیسے کہ دوسرے سفر ہائے معصیت میں قصر جائز نہیں۔ ابن عقیل وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ ابو عبداللہ بن بطہ نے لکھا ہے کہ یہ ایک نئی بدعت ہے، بلکہ اگر کوئی ان مقامات میں نماز پڑھنے یا دعا مانگنے کا قصد کرے تو اس کی بھی شریعتِ غراء میں کوئی اصلیت نہیں اور نہ سابقین اولین (صحابہ اور تابعین) میں سے کسی نے نماز پڑھنے یا دعا مانگنے کے لیے ایسے مقامات کا قصد کیا ہے۔

صحابہ اور تابعین کا طرزِ عمل:

صحابہ اور تابعین صرف مسجدوں کا قصد کیا کرتے تھے، بلکہ جو مسجدیں غیر مشروع طور پر بنائی گئیں مثلاً مسجد ضرار ان میں بھی نماز ادا کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبة: ۱۰۷، ۱۰۸)

"جن لوگوں نے ایک ایسی مسجد بنائی ہے جس کا مقصد ضرر پہنچانا ہے، اس کا محرک اور باعث ان کا کفر اور مومنوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کا خیال ہے، اور ایک ایسے شخص کے لیے کمین گاہ بنائی گئی ہے جو اس سے پہلے اللہ اور رسول کے ساتھ لڑائی کر چکا ہے۔ یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نہایت ہی اچھا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ اس شہادت کا اظہار فرماتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں مت کھڑے ہوں، یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن تقویٰ پر ڈالی گئی تھی، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

قبر کو مسجد بنانا:

جو مسجدیں انبیاء اور صالحین کی قبروں پر بنائی گئی ہیں، ان میں ہرگز نماز جائز نہیں اور ان کی تعمیر حرام ہے جیسے کہ اکثر ائمہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے صحاح، سنن اور مسانید میں (حدیث کی کتابوں کی قسمیں ہیں) مستفیض طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے "بے شک جو تم سے پہلے قومیں گزری ہیں، وہ قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے، میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تم ایسا مت کرو۔ بے شک میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔"❶

آپ ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا: "یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا اس فرمان سے مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی امت کو ان افعال سے ڈرانا اور پرہیز کرانا چاہتے تھے اور اگر یہ خوف نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی جگہ میں بنائی جاتی۔ آپ ﷺ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ آپ کی قبر کو مسجد ٹھہرا لیا جائے۔"❷

آپ ﷺ کا حجرۂ مبارک جس میں آپ ﷺ مدفون ہیں، مسجد سے خارج تھا، جب ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو لکھا جو اس کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے کہ "مسجد نبوی کے حدود میں وسعت کی جائے۔" اس نے یہ جگہ خرید کر مسجد میں

---

❶ مسلم کتاب المساجد: باب النهي عن بناء المساجد على القبور ح ٥٣٢.

❷ بخاری کتاب المغازی: باب مرض النبي ووفاته ح ٤٤٤١، ٤٤٤٣ و مسلم حواله سابق ح ٥٢٩، ٥٣١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شامل کر لی۔ اس طرح آپ ﷺ کا مدفن شریف بھی مسجد میں داخل ہو گیا اور اس حجرے کو انہوں نے قبلے کی جانب میں کوہان پشت بنایا تا کہ کوئی شخص اس کی طرف نماز نہ پڑھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر:

اسی طرح جب مسلمانوں نے بلادِ شام کو فتح کیا تو ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر سور سلیمانی موجود تھی جس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوتا تھا اور نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھتا تھا۔ مسلمان لوگ اپنی نمازیں قریۃ الخلیل کی ایک مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی، جس کے بعد سور سلیمانی کی دیوار میں سوراخ پڑ گیا اور پھر اس میں دروازہ بنایا گیا۔

خلاصہ کلام:

الغرض تقریر مندرجہ بالا ان قبروں کے متعلق ہے جو درحقیقت انبیاء اور صالحین کی قبور ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر جو قبریں انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں، وہ جھوٹے طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں، جیسے ایک قبر جو نوح علیہ السلام کی قبر کے نام سے مشہور ہے ابھی تھوڑی مدت ہوئی جاہلوں نے اسے مشہور کیا ہے اور حقیقت میں سفید جھوٹ ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں۔

زیارتِ عسقلان:

سائل نے من جملہ دوسرے مزارات کے زیارتِ عسقلان کی بابت بھی دریافت کیا ہے۔ اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ عسقلان زمانہ قدیم یعنی عصر اول میں اسلامی خلافت کی ایک سرحد تھی اور سرفروش مسلمان جہاد کے انتظار میں رہنے کی غرض سے وہاں جا کر رہتے تھے (کیونکہ سرحدی مقامات پر جہاد کا موقع اکثر پیش آتا ہے)۔ اسی طرح دوسرے سرحدی مقامات پر بھی مجاہدین اسی غرض کے لیے مقیم رہتے تھے، جیسے کہ جبل لبنان سرزمین شام میں، اسکندریہ مصر میں، عبادان اور قزوین وغیرہ عراق میں۔ اسی طرح سرحدی مقامات میں رہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاد کے انتظار کرنے کو شرع کی اصطلاح میں رباط کہتے ہیں اور جس کی بابت اس آیت میں حکم دیا گیا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران : ۲۰۰)

''اے مسلمانو! استقلال اور ثابت قدمی اختیار کرو، دشمن کے مقابلے میں مضبوط رہو جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کامیاب ہو گے۔''

صحیح مسلم میں بروایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن رات رباط کرنا پورے ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور قیام کرنے سے بہتر ہے، اور جو شخص رباط کی حالت میں مر جائے وہ مجاہد مرا۔ اس کا عمل نیک اس کے بعد بھی جاری رہے گا، اس کو جنت میں رزق دیا جائے گا اور فتنے سے محفوظ رہے گا۔''[1]

رباط، حرمین کی مجاورت سے افضل ہے:

سنن ابی داؤد وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بروایتِ عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ''ایک دن رباط میں رہنا دوسرے مقامات میں ہزار دن رہنے سے بہتر ہے۔''[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''اگر میں ایک رات رباط کی حالت میں گزاروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ حجر اسود کے پاس شب قدر کی عبادت میں مشغول رہوں۔''[3]

انہی حدیثوں کی بنا پر علماء کا قول ہے کہ سرحدی مقامات پر رباط کی حالت میں رہنا حرمین شریفین کی مجاورت سے بہتر ہے، کیونکہ رباط جہاد کی قسم ہے، اور مجاورتِ حرمین حج کی

[1] مسلم كتاب الامارة : باب فضل الرباط فى سبيل الله ح ۱۹۱۳.

[2] ترمذى كتاب فضائل الجهاد: باب ما جاء فى فضل المرابط ح ۱٦٦٧، نسائى كتاب الجهاد: باب فضل الرباط ح ۳۱۷۱.

[3] صحيح ابن حبان (موارده ح ۱۵۸۳)(الاحسان ح ٤٥٨٤) شعب الايمان (٤٦٨٦) مرفوعا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک قسم ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حج سے جہاد افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (التوبة: ۱۹، ۲۰)

’’کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا ایسا ہی خیال کیا ہے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے؟ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں بخشتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔‘‘

فضیلت رباط کی وجہ:

الغرض ان سرحدی مقامات کو قابل تعظیم سمجھنے کی اصلیت یہ ہے جس کا ابھی بیان کیا گیا۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان میں سے بعض مقامات پر تو کافروں نے قبضہ کر لیا، یا اہل بدعت اور فاسق و فاجر لوگ وہاں رہنے لگے اور بعض ان میں سے ویران اور غیر آباد ہو گئے اور دوسرے مقامات کو رباط کی جگہ ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی۔ کیونکہ پہلے مقامات کی فضیلت بھی اسی وجہ سے تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان جگہوں میں بذاتِ خود کوئی فضیلت نہیں ہوتی، اس لیے تغیر حالات کے بموجب ان کے احکام بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دار السلام اور دار الکفر کی وجہ تسمیہ:

ایک ملک میں کافر رہتے ہیں، اس لیے اس کو دار الکفر کہا جاتا ہے۔ لیکن وہی لوگ جب اسلام اختیار کر لیتے ہیں تو ان کی وجہ سے وہی سرزمین دار السلام کہلاتی ہے۔ چنانچہ مکہ معظمہ ابتدا میں دار الکفر اور دار الحرب تھا لیکن جب آنحضرت ﷺ نے اس کو فتح کیا تو وہ دار السلام بن گیا۔ اسی طرح ارضِ مقدسہ میں پہلے کافر اور جبار لوگ رہتے تھے، جن کا قصہ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں مفصل مذکور ہے اور قرآن کریم میں اس کو ''دار الفاسقین'' کہا ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے غرق ہونے سے نجات دی تو ان سے اس طرح خطاب فرمایا:

﴿سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (الاعراف : ١٥٦)

''عنقریب میں تم کو نافرمان لوگوں کا ملک اور وطن دکھاؤں گا۔''

اس وقت وہ ملک فی الواقع دار الفاسقین تھا، کیونکہ اس میں اللہ کے نافرمان بندے رہتے تھے لیکن جب اس میں بنی اسرائیل کی قوم کے صالحین سکونت پذیر ہو گئے تو وہ ملک دار الصالحین بن گیا۔

کسی جگہ کا محمود و مذموم ہونا:

یہ ایک ایسا اصول ہے جس کا پہچاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک ہی جگہ (شہر یا ملک) کے رہائشیوں کی حالت مختلف ہونے کی وجہ سے ایک وقت میں محمود اور قابل تعریف اور دوسرے وقت میں مذموم اور قابل نفرین ہوتی ہے۔ الغرض جگہوں کی خوبی یا عدم خوبی ہمیشہ ایک اضافی امر ہوتا ہے اور دراصل یا ذم ایمان اور صالح کے وجود اور عدم وجود پر مرتب ہوتی ہے۔

انسان کی فضیلت کا انحصار:

اسی طرح آدمیوں کی فضیلت بھی کچھ باپ دادا پر منحصر نہیں، بلکہ اس کا تعلق خود ان کے ذاتی کمالات اور خوبیوں، ایمان اور عملِ صالح سے ہے۔ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ١٣)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی نر اور مادہ سے پیدا کیا، اور اس لیے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (اس لیے نہیں کہ اس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے پر فخر کرو اور ایک دوسرے کی تحقیر کرو) بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔''

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ''کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ بالعکس۔ اسی طرح کسی گورے کو کالے حبشی پر فوقیت حاصل نہیں۔ امتیاز کی چیز صرف تقویٰ اور نیک عمل ہے سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' ❶

ابوالدرداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے درمیان آنحضرت ﷺ نے عقد مواخات کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ عراق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نائب تھے اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ شام میں رہتے تھے۔ مؤخر الذکر نے اوّل الذکر کو لکھا کہ آؤ پاک سرزمین میں چلے آؤ۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ کوئی سرزمین کسی کو پاک نہیں بناتی، صرف نیک عمل ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو پاک اور مقدس بناتا ہے۔ ❷

❶ مسند احمد: ٥/ ٤١١.

❷ اسد الغابة: ٢/ ٣٣١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۲):

استغاثہ بجاہِ فلاں

عیسائیوں کی مشابہت:

جب کسی کا قدم پھسل جائے اور وہ یہ کہے کہ ''یا جاہ محمد'' ''یا نفیسہ'' یا سید الشیخ فلاں'' (''یا غوث الاعظم'' وغیرہ) اس قسم کے الفاظ جن میں سوال اور استغاثہ پایا جاتا ہے، ایسا کہنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے، کیونکہ کوئی میت خواہ وہ نبی ہو یا ولی اس کو حاجت کے وقت پکارنا، اس سے دعا مانگنا، یا اس سے فریاد کرنا جائز نہیں، خواہ وہ پکارنے والا قبر کے پاس ہو، یا اس سے دور ہو۔ یہ فعل اور عمل عیسائیوں کے فعل اور عمل کے مشابہ ہے، جنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب مقرر کر رکھا تھا، اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل : ٥٦)

''اے محمد! کہہ دیجیے کہ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خدا مقرر کر رکھا ہے ان کو پکارو (جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں)، کیونکہ یہ اشخاص نہ تو تمہاری تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"کسی بشر کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب، حکمت اور پیغمبری عنایت فرمائے اور (وہ ان عظیم نعمتوں کی ناشکری کر کے بجائے اس کے کہ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے بلائے) لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ اللہ کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا کہ چونکہ تم کتاب اللہ کے سکھلانے والے اور اس کے پڑھنے والے ہو، اس لیے تم خدا پرست اور اللہ کی طرف بلانے والے ہو جاؤ۔ وہ تم سے یہ ہرگز نہیں کہے گا کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو خدا بنا لو۔ کیا جب تم مسلمان اور مطیع فرمان ہو چکو، ایسی حالت میں وہ تم کو کافر ہو جانے کی تلقین کرے گا؟

ان امور شرکیہ کی کسی دوسری جگہ پر مزید تفصیل بیان کی گئی ہے۔ [1]

[1] دیکھیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی کتاب "الوسیلہ" وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱۴):

قبر پر چراغاں یا نذر کرنا

لعنت و معصیت:

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام یا کسی شخص یا اہل بیت کے کسی آدمی کے لیے یا کسی ولی کی قبر کے لیے نذر کرنا اور منت ماننا معصیت ہے، جس کا ایفاء باتفاق ائمہ واجب نہیں، بلکہ ناجائز ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے، اس کو پورا کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی منت مانی ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔''❶

سنن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور جو لوگ ان پر مسجدیں بناتے اور چراغ جلاتے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہے۔❷

اس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جو لوگ قبروں پر مسجدیں بنائیں یا ان پر قندیلیں اور چراغ روشن کریں، وہ ملعون ہیں۔ اس لیے تم سمجھ سکتے ہو کہ جو لوگ مزارات پر سونے اور چاندی کی قندیلیں رکھتے ہیں اور سیم و زر کے چراغ جلاتے ہیں وہ کس سلوک کے لائق ہوں گے؟ اور اس لیے جو شخص کسی نبی یا ولی کی قبر پر شمع جلانے یا اس کے لیے تیل مہیا کرنے یا روپے دینے کی منت مانے، اس کی یہ نذر معصیت ہے اور اس کا ایفاء (پورا کرنا) جائز نہیں۔

کفارتِ یمین:

اور کیا اس نذر کی وجہ سے اس پر کفارت یمین قسم کا کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ جو نذر اس نے مانی ہے، اگر وہ اس کو خیرات و مبرات

❶ بخاری کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی الطاعۃ ح ٦٦٩٦.

❷ ابوداؤد کتاب الجنائز: باب فی زیارۃ النساء القبور ح ٣٢٣٦۔ ترمذی کتاب الصلاۃ: باب ما جاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا ح ٣٢٠.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے مستحقین میں تقسیم کر دے مثلاً تنگ دست اور محتاج اہل اصلاح کی اس سے دستگیری کرے تو وہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بہتر اور بہت زیادہ مفید ہو گا۔ کیونکہ اس کا یہ عمل عملِ صالح شمار کیا جائے گا، جس کا اس کو ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی نیکی کرنے والے کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ اس صدقہ کرنے والے کو ضرور جزا دے گا جو خالص اس کی خوشنودی کے لیے صدقہ دیتا ہے اور مخلوق سے اس کا اجر طلب نہیں کرتا۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى﴾

(اللیل: ۱۷ تا ۲۱)

”اس جلتی آگ سے اس بڑے پرہیزگار کو بچایا جائے گا جو اپنے نفس کی پاکیزگی کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا وہ بدلہ اتارنا چاہتا ہے۔ وہ صرف اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے اور عنقریب (اس کو اس قدر ثواب دیا جائے گا کہ جس سے) وہ خوش ہو گا۔“

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ﴾ (البقرۃ: ۲۶۵)

”جو لوگ اپنے مال کو دل کی پختگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ڈھونڈنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک باغ والوں کی ہے جو ٹیلے پر واقع ہے۔“ (اس سے آگے پوری مثال ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اس کا یہ صدقہ اچھی طرح پھلے اور پھولے گا اور بے انتہا اجر اس کو ملے گا)۔“

صدقہ ابرار:

ابرار (نیک لوگوں) کے صدقے کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا﴾

(الدهر: ۹)

"بے شک ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کھانا کھلاتے ہیں اور تم سے کسی قسم کا بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے۔"

غیر اللہ کا وسیلہ:

اسی بنا پر کوئی غیر اللہ کے وسیلہ سے کسی سے سوال نہ کرے، مثلاً یہ کہے کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے مجھ کو دو۔"

یا میں فلاں شخص اور فلاں کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں۔" بلکہ دینے والے کو چاہیے کہ صرف اس شخص کو اپنا صدقہ دے جو محض اللہ کے لیے مانگے۔

تمام عباداتِ بدنیہ اور مالیہ مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور حج میں خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھنا ایک مسلمان کا فرض مؤکد ہے۔ رکوع اور سجود خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، روزہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، حج اسی کے گھر کے لیے ہو، دعا صرف اسی سے کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾

(الانفال: ۳۹)

"کافروں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ کچھ بھی فتنہ باقی نہ رہے اور جب دین سارے کا سارا خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

(الانعام: ۱۶۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"صاف کہہ دو کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی (یہ ایک ایسا جامع لفظ ہے جس میں انسان کے تمام اعمال اور اقوال آ جاتے ہیں) اور میری موت خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا ہے۔"

ایک اور آیت کریمہ ہے:

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (الزمر: ۱، ۲)

"یہ کتاب اللہ غالب اور حکیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے، جو ہم نے تیری طرف اپنی کتاب کو سچائی کے ساتھ نازل فرمایا لہٰذا تم اپنے دین کو خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔"

اسلام کا نچوڑ:

یہی اسلام کا اصل الاصول ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے کے مطابق کی جائے جس کی خود اس نے تعلیم فرمائی ہے۔ اپنی رائے اور بدعت پر عبادت مقبول نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ﴾ (الکھف: ۱۱۰)

"جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔"

نیز ارشاد ہوا ہے:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ٢)

"اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی بنائی تا کہ تم کو آزمائے کہ کون تم میں سے سب سے اچھا عمل کرتا ہے؟"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

''نیک اور اچھے عمل سے مراد وہی ہے جو بہت خالص اور بہت ٹھیک ہو۔''

حاضرین نے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے اس کی اس طرح تشریح کی

''عمل اگر خالص ہو اور ٹھیک نہ ہو (کتاب اور سنت کے مطابق نہ ہو) تب بھی مقبول نہیں اور اگر ٹھیک ہو لیکن خالص نہیں تب بھی مقبول نہیں، اس لیے میں کہتا ہوں کہ بہت خالص اور بہت ٹھیک ہو۔''

خالص اور ٹھیک عمل کی تشریح:

اب خالص اور ٹھیک کی تشریح سن لو۔ خالص وہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور ٹھیک وہ ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین مقبول صرف اللہ کا دین ہے جس کو اس کے رسول ﷺ نے ہم تک پہنچایا۔ اس لیے حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور بتایا ہو اور دین وہی ہے جس کو اسی نے نازل فرمایا ہے۔ جو لوگ دین میں نئی بدعتیں نکالتے ہیں وہ مشرکوں کے بھائی ہیں۔ کلام پاک میں ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾

(الزخرف: ۲۱)

''کیا انہوں نے اپنے رب کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایک ایسا دین ایجاد کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔''

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی نئی راہ نکالتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

رہبانیت:

مشرکوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے جا بجا اس لیے قابل مذمت بتایا ہے کہ انہوں نے دین میں نئی راہیں نکالیں (ویسے بظاہر تو وہ بھی اپنے آپ کو دین ابراہیم کا پیرو سمجھتے تھے) اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایسی چیزوں کو حرام ٹھہرایا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا تھا مثلاً بحیرہ اور سائبہ وغیرہ۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر رہبانیت اختیار کی تھی، لیکن چونکہ ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل نہیں تھا، اس لیے اسلام نے اس کا ابطال کیا کہ

"لا رهبانية في الاسلام"

تمام انبیاء علیہم السلام کا دین:

اسلام تمام رسل اور انبیاء علیہم السلام کا دین ہے اور اس کا ملخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور اسی کے فرمان کے آگے گردن جھکانا ہے، جس شخص نے تدبر کے ساتھ قرآن کریم پڑھا ہے اس کو معلوم ہے کہ تمام مشہور انبیاء نے مسلم ہونے پر فخر کیا ہے۔ سورۂ یونس میں اول الرسل حضرت نوح علیہ السلام کا قول منقول ہے کہ:

﴿وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس: ۷۲)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

سورۂ بقرہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے جدِ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے ان الفاظ میں وصیت کی تھی کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

(البقرة: ۱۳۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک خالص دین (دین اسلام) پسند کیا ہے اس لیے تمہیں جب موت آئے تو بحیثیت مسلمان آئے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کا قول ہے:

﴿وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ (المائدة: ۱۱۱)

"اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحیحین میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ ((اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاء دِیْنُنَا وَاحِدٌ)) ❶ ''ہماری پیغمبروں کی سب جماعت کا ایک ہی دین ہے۔''

والحمد لله رب العالمين

❶ بخاری کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الکتاب مریم....) ح ۳۴۴۳ مسلم کتاب الفضائل: باب فضائل عیسیٰ بن مریم ح ۲۳۶۵ ولفظھما الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتیٰ ودینھم واحد۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گانا بجانا سننا

اور

قوالی

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس رسالے میں سماع کی تمام اقسام کا جائزہ لیا ہے۔ نیز مروجہ قوالی اور راگ جو صوفیہ میں رائج ہے اس کا رد ائمہ سلف سے کیا ہے۔ نیز قوالی اور راگ کے قائلین کے دلائل کی بھرپور تردید کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سماع اور رقص

سماع اور رقص:

بحر العلوم، شیخ الاسلام امام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ صالحین کا سماع کون سا ہے؟ کیا طبلہ و سارنگی پر گانا سننا قرب الٰہی کا موجب ہے؟ کیا یہ اللہ کی اطاعت کا ذریعہ ہے؟ اگر نہیں تو کیا یہ حرام ہے؟ اگر نہ اطاعت ہے اور نہ حرام تو کیا یہ مباح اور جائز ہے؟

الجواب:

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.))

اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ سماع میں فرق وامتیاز کیا جائے۔

سماع کی قسمیں:

سماع کی تمام قسمیں یکساں نہیں، ایک وہ سماع ہے جس سے دین میں نفع ہوتا ہے اور ایک سماع وہ ہے جو رفع تکلیف اور حرج کے لیے مباح ہے تو اس طرح ایک سماع قرب الٰہی چاہنے والوں کا ہوتا ہے اور ایک سماع لہو ولعب پسند کرنے والوں کا ہوتا ہے۔

جس سماع کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع و مقرر کیا ہے اور جس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و سلف امت رحمہم اللہ جمع ہوتے اور اس سے قلب کی پاکیزگی اور نفس کی طہارت حاصل کرتے تھے تو وہ سماع، آیات الٰہی یعنی قرآن مجید کا سماع ہے، یہی سماع انبیائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرام علیہم السلام مومنوں اور اہل علم و معرفت کا سماع ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد ان کی صفت اس طرح بیان فرمائی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ وَ مِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا﴾ (مریم : ۵۸)

”وہ لوگ جن پر اللہ نے احسان کیا انبیاء میں سے اولاد آدم سے اور جن کو ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ اور اسرائیل کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کر لیا۔ جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الانفال : ۲)

”مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ (بنی اسرائیل : ۱۰۹)

”جن لوگوں کو اس سے پہلے علم ملا ہے جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے تو منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو جانے والا ہے، اور وہ منہ کے بل گر پڑتے ہیں روتے ہیں اور خشوع ان میں زیادہ ہو جاتا ہے۔"

﴿وَ إِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾ (المائدہ: ۸۳)

"جب وہ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوئی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ وہ حق کو جانتے ہیں۔"

اسی سماع کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

(المائدہ: ۲۰۴)

"جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اور ایسے ہی سماع سے شغف رکھنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾

(الزمر: ۳۹)

"میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو بات سنتے ہیں اور اس کے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔"

اور دوسری آیت میں ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۴)

"کیا وہ قرآن پر غور ہی نہیں کرتے یا دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں؟"

پس جس چیز میں غور و تدبر کا حکم دیا گیا ہے اسی چیز کے سننے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ﴾ (ص : ۲۹)

''کتاب جسے ہم نے تجھ پر نازل کیا ہے وہ مبارک ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر غور کریں۔''

چونکہ یہی سماع مشروع ہے اور اس سے شغف رکھنے والے ممدوح ہیں تو اسی لیے ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے جو اس سماع سے اعراض کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾ (لقمان : ۷)

''اور جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے، گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ (حم السجدة : ۲۶)

''کفار نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو بلکہ اس میں شور مچاؤ، شاید اس طرح تم غالب آ جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ (الفرقان : ۳۰)

''اور رسول نے کہا کہ اے رب! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔''

اور فرمایا:

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ (مدثر: ٤٩ تا ٥١)

''اب ان لوگوں کو کیا بلا مار گئی کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر کی صورت سے بدک کر بھاگتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ آذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ (المومن: ٥)

''وہ کہنے لگے کہ تمہاری دعوت کی طرف سے دل اوٹ میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًاۙ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٤٥، ٤٦)

''جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے مابین پردہ کر دیتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر اوٹ کر دیے ہیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اسے نہ سمجھیں۔''

یہی وہ سماع ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ان کی نمازوں اور خطبوں میں شروع و مقرر کیا ہے جیسے فجر کی نماز اور مغرب و عشاء کی نمازیں، اسی سماع کے شوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جمع ہوتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں پروردگار کو یاد دلاؤ، چنانچہ وہ تلاوت شروع کرتے تھے اور تمام حاضرین اسے سنا کرتے تھے۔

یہی وہ سماع ہے جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کی فرمائش بھی کرتے تھے، چنانچہ صحیحین میں ہے:

((عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهٗ اِقْرَءْ عَلَیَّ قَالَ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَیْكَ وَعَلَیْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی وَصَلْتُ اِلٰی هٰذِهِ الْاٰیَةِ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا الْاٰیَةِ قَالَ حَسْبُكَ فَاِذَا عَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ.))

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ انہوں نے عرض کیا آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن آپ ہی پر اترا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں دوسروں کی زبان سے سننا پسند کرتا ہوں۔
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء شروع کر دی اور جب میں

اس آیت پر پہنچا:

﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ (النساء: ٤١)

''اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس کرو۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سماع قرآن مجید تھا اور یہی وہ سماع ہے جسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سنتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾

(آل عمران: ١٦٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا ہے جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکم سکھاتا ہے۔''

اس آیت میں حکمت سے مراد سنت ہے۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ ٱلْبَلْدَةِ ٱلَّذِى حَرَّمَهَا وَلَهُۥ كُلُّ شَىْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ۝ وَأَنْ أَتْلُوَا۟ ٱلْقُرْءَانَ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ﴾ (النمل: ۹۱،۹۲)

''اے رسول! کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں جو ہر چیز کا مالک ہے اور حکم دیا کہ مسلمین میں سے ہوں اور قرآن کی تلاوت کروں۔ پس جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے لیے کرتا ہے، اور جو گمراہ ہو جاتا ہے تو اے رسول کہہ دو کہ میں تو صرف ڈراوا دینے والا ہوں۔''

یہی حال دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ فرمایا:

﴿يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِى ۙ فَمَنِ ٱتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (الاعراف: ۳۵)

''اے بنی آدم! جب میرے رسول تمہارے پاس آئیں گے اور تم پر میری آیات پڑھیں گے تو جو کوئی پرہیز گاری اور نیکی اختیار کرے گا تو اس پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوگا۔''

اسی طرح قیامت کے دن بندوں سے سوال کیا جائے گا جیسا کہ فرمایا:

﴿يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ (الانعام: ۱۳۰)

"اے جن و انس! کیا تمھی میں سے رسول تمھارے پاس نہیں آئے تھے؟ انہوں نے میری آیات سنائی تھیں اور آج کے دن سے تمھیں ڈرایا تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنے نفسوں پر گواہی دیتے ہیں۔ دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا تھا۔"

اور فرمایا:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى ....الخ﴾ (الزمر: ۷۱)

"کافر جوق در جوق دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان سے اس کے نگہبان کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تمھی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمھارے رب کی آیات تم پر تلاوت کرتے تھے اور آج کے دن سے تمھیں ڈراتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں بے شک ......الخ۔"

اور اسی طرح اس سماع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو کوئی اس سے شغف رکھے گا ہدایت اور فلاح پائے گا اور جو کوئی اس سے بیزار ہوگا تو وہ گمراہ اور بدبخت ہوجائے گا، فرمایا:

﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى....الخ﴾ (طه: ۱۲٤)

''جب میری ہدایت تم کو پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ بدبختی میں پڑے گا اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی گزران تنگ کر دیں گے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾

(الزخرف: ٣٦)

''جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے کور چشم بن جائے گا ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیں گے اور وہ اس کے ساتھ رہے گا۔''

ذکر الٰہی سے مراد کبھی بندے کا اپنے رب کو یاد کرنا ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد خود وہ ذکر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے یعنی قرآن۔ فرمایا:

﴿وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ﴾ (الانبیاء: ٥٠)

''یہ ذکر مبارک ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ﴾ (الاعراف: ٦٩)

''کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ذکر آیا ہے اور تم ہی میں سے ایک شخص پر نازل ہوا ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔''

اور کفار کا قول نقل کیا ہے کہ:

﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ (الحجر: ٦)

''اے وہ کہ جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بے شک تو مجنون ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ (الانبیاء: ۲)

''اور جب رب کی طرف سے کوئی نیا ذکر ان کے پاس آتا ہے تو اسے اس حال میں سنتے ہیں کہ کھیلتے ہوتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (الزخرف: ٤٣)

''یہ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ذکر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ﴾ (ص: ٥٧)

''وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام جہانوں کے لیے ذکر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾ (يسين: ٢٩)

''ہم نے اس کو شعر و شاعری نہیں سکھائی اور یہ اس کے لیے لائق بھی نہیں ہے۔ وہ تو صرف ذکر ہے اور قرآن مبین ہے۔''

اس سماع کے ایمانی آثار، قدسی معارف اور پاک احوال اتنے بے شمار ہیں کہ یہاں ان کا بیان مشکل ہے۔ صرف روحانی آثار ہی نہیں، جسم پر بھی اس کے مستحسن آثار نمایاں ہوتے ہیں، قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، بدن میں لرزہ پڑ جاتا ہے اور ان سب کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ تمام علامات ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ پھر ان کے بعد تابعین میں تین مزید اضطرابی آثار ظاہر ہوئے، بہت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے لوگ قرآن سن کر چلا اٹھتے تھے، اور بہت سے بے ہوش ہو جاتے تھے، اور بعض مر بھی جاتے تھے، غرض کہ یہی سماع ایمان کی اصل الاصول ہے، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کے لیے مبعوث کیا ہے تاکہ وہ سب کو ان کے اللہ کا پیغام سنا دیں اور جو کوئی رسول کے پیغام کو سنتا، اس پر ایمان لاتا اور اس کی پیروی کرتا ہے تو ہدایت حاصل کرتا ہے اور کامیابی سے شادکام ہوتا ہے لیکن جو کوئی اس سے اعراض کرتا ہے تو وہ گمراہ اور بدبخت ہو جاتا ہے۔

مشرکین کا سماع، تالیاں سیٹیاں بجانا:

اوپر بیان کردہ سماع کے خلاف تالیوں اور سیٹیاں اور ہاؤ ہو کا سماع ہے۔ یہ سماع مومنین کا نہیں، مشرکین کا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ (الانفال: ۳۵)

''بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف یہ تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مشرکین تالیوں اور سیٹیوں کی آواز میں ثواب اور اللہ کی خوشنودی کا یقین کرتے تھے اور اس قسم کے سماع کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبھی جمع نہیں ہوئے بلکہ کبھی ان میں شرکت نہیں کی اور جو کوئی مدعی ہے کہ آپ نے ایسی کسی مجلس میں کبھی شرکت کی ہے تو وہ باتفاق جملہ محدثین واہل علم آپ پر تہمت باندھتا ہے۔

محمد بن طاہر مقدسی نے سماع کے بارے میں ایک حدیث روایت کی ہے اور یہی حدیث ان کے طریقے سے شیخ ابو حفص عمر سہروردی (مصنف عوارف المعارف) نے نقل کی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اشعار سنائے:

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ

فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِيْ

''عشق کے سانپ نے میرے جگر کو کاٹ لیا ہے، اب اس کے لیے نہ کوئی طبیب ہے نہ معالج۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ شَغَفْتُ بِہٖ
فَعِنْدَہٗ رُقْیَتِیْ وَتِرْیَاقِیْ

''اگر کوئی ہے تو وہ صرف محبوب ہے جس پر میں فریفتہ ہوں اور اسی کے پاس میرے درد کی دوا ہے۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سن کر وجد طاری ہو گیا حتیٰ کہ چادر شانوں سے گر پڑی۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، آپ کا کھیل کیا ہی خوب ہے۔ آپ نے جواب دیا معاویہ یہ نہ کہو کیونکہ وہ نفس کریم ہی نہیں جو اپنے حبیب کے ذکر پر وجد میں نہ آ جائے۔

لیکن یہ حدیث از سرتا پا جھوٹی ہے، تمام اہل علم نے اس کے موضوع اور باطل ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

ایک اور حدیث بھی روایت کی جاتی ہے جس کا کذب و بطلان پہلی حدیث سے بھی زیادہ ظاہر ہے اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے فقراء کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ جنت میں دولت مندوں سے پہلے داخل ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وجد میں آ گئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، پھر جبریل علیہ السلام سمان سے نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمد! تمہارا رب ان چیتھڑوں میں سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے! چنانچہ جبریل علیہ السلام ایک چیتھڑا آسمان پر لے گئے اور وہ عرش پر لٹکا دیا گیا۔

اس قسم کی روایات وہی لوگ بیان کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور سلف امت کے حال سے سراسر جاہل ہیں اور یہ روایت اس جعلی حدیث کے مشابہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اصحاب صفہ نے جنگ حنین میں مسلمانوں کی شکست پر کفار کی طرف سے لڑائی کی تھی اور جب ان پر اعتراض کیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم اسی کے ساتھ ہیں جس کے ساتھ اللہ ہے۔

یا جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ معراج کی صبح کو اصحاب صفہ ایک ایسی بات کا چرچا کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے جسے مخفی رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات پر بہت تعجب ہوا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ حال تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ تب آپ نے اللہ سے عرض کیا کہ اے پروردگار! کیا تو نے مجھے یہ بات چھپانے کا حکم نہیں دیا تھا؟ تو اللہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے تجھے اس کے چھپانے کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں کو میں نے اس سے آگاہ کر دیا۔

اتباع رسول سے کوئی صوفی مستثنیٰ نہیں:

اس قسم کی باطل احادیث وہ لوگ روایت کرتے ہیں جو اسلام کے مدعی تو ہیں مگر اسلام سے سراسر جاہل ہیں، پھر ان غلط بنیادوں پر نفاق اور بدعت کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں بلکہ کبھی تو سرے سے رسول اللہ ﷺ کے واسطہ ہی کو درمیان سے نکال ڈالتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی پیروی بالکل غیر ضروری ہے۔

ان کا یہ کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی زیادہ بڑا ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ تو صرف ایک رسول ﷺ کے واسطہ کے منکر ہیں، مگر یہ نام نہاد مسلمان سرے سے تمام رسولوں کے واسطہ سے انکار کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس بات کے قائل تھے کہ نبی ﷺ امیوں اور ان پڑھوں کے لیے رسول ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو اہل کتاب کے لیے رسول تسلیم نہیں کرتے تھے مگر یہ مسلمان خود مسلمانوں کو بھی آپ کی رسالت سے خارج کر دیتے ہیں۔

بسا اوقات دعویٰ کرتے ہیں کہ خواص کو آپ کی شریعت کی ضرورت نہیں صرف عوام آپ کے مخاطب ہیں۔ اہل کتاب نے اپنے آپ کو رسول ﷺ سے مستغنی سمجھا تو ان کے پاس کم از کم کتاب تو دیکھی، اور ان لوگوں کے پاس کیا ہے؟ آپ کی رسالت سے مستغنی بن جانے کے بعد ان کے پاس اوہام و وساوس کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا، صرف ظنون ہوتے ہیں جو شیطان نے ان پر القا کر دیے ہیں، لیکن اس پر بھی وہ اپنے آپ کو بہت مقرب اولیاء اللہ سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کے سخت ترین دشمن ہوتے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کبھی یہ لوگ اپنی ان خود ساختہ باطل روایات کو مخالف اسلام حمایت کے لیے حجت قرار دیتے اور دعوے کرتے ہیں کہ یہ خواص کے اسرار و رموز ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ملاحدہ قرامطہ اور باطنی مذہب رکھنے والے کرتے ہیں اور کبھی ان روایات سے ثابت کرتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض جائز اور ان کی من گھڑت بدعات کی پیروی ضروری ہے جنہوں نے دین کو لہو ولعب بنا ڈالا ہے۔

غرض کہ دین اسلام سے لازمی طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کے صلحاء اور عبادت گزار بندوں کو بھی اجازت نہیں دی کہ تالیوں کی چوٹ اور طبلہ کی تھاپ پر گانا سنیں نیز کسی کے لیے بھی روا قرار نہیں دیا، نہ عوام کے لیے، نہ خواص کے لیے کہ ظاہر میں یا باطن میں آپ کی اتباع سے اعراض اور آپ کی لائی ہوئی کتاب وحکمت کی پیروی ترک کرے۔

نابالغ لڑکیوں کو گیت کی اجازت ہے:

ہاں آپ نے شادی وغیرہ میں عورتوں کو دف بجانے کی اجازت دی ہے۔ رہے مرد، تو آپ کے زمانہ میں کوئی مرد بھی نہ ڈھول بجاتا تھا اور نہ تالیاں، بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تالی بجانا عورتوں کے لیے اور تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) مردوں کے لیے ہے (یعنی امام اگر بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اسے تعداد رکعت سے خبردار کریں اور عورتیں نرم تالی بجا کر) بلکہ آپ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کو اور عورتوں سے مشابہت رکھنے والے مردوں پر لعنت کی ہے، اور چونکہ گانا بجانا عورتوں کا فعل ہے اس لیے سلف صالحین اس فعل کے مرتکب افراد کو مخنث کہا کرتے تھے اور ان کے کلام میں یہ تعبیر بہت مشہور ہے۔

اسی باب سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ عید کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ دو انصاری لڑکیاں وہ گیت گا رہی ہیں جن میں جنگ بعاث کے معرکوں کا ذکر ہے، رسول اللہ ﷺ گھر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے، لڑکیوں کی طرف پیٹھ تھی اور دیوار کی طرف منہ تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لڑکیوں کی شوخی دیکھ کر خفا ہو گئے اور ڈانٹ کر کہنے لگے: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطان کی یہ آواز؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً انہیں منع کیا اور کہا اے ابوبکر! رہنے بھی دو، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہم مسلمانوں کی عید ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے، اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے شیطان کی آواز قرار دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کو ان کے حال پر اس لیے رہنے دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو ایسے موقعوں پر کھیلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تاکہ مشرکین جان لیں کہ ہمارے دین میں آسانی ہے۔ اور جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔

عمداً راگ سننے اور بلا قصد کان میں آواز پڑ جانے کا حکم:

اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارادتاً لڑکیوں کا گانا سن رہے تھے، کیونکہ امر و نہی کا تعلق قصد و ارادہ کے ساتھ گانا سننے سے ہے نہ کہ مجرد سن لینے سے۔ اسی طرح نظر کا معاملہ ہے۔ بے اختیار نظر پڑ جانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن قصد و ارادہ کے ساتھ نظر بد ممنوع ہے اور اسی طرح احرام کی حالت میں حاجی کے لیے خوشبو سونگھنا روا نہیں لیکن بغیر قصد و ارادہ کے اگر اسے خوشبو محسوس ہو جائے تو کوئی مواخذہ نہیں۔

یہی تشریح اس حدیث کی بھی کی گئی ہے جو سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، راستے میں کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنائی دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہ راستہ چھوڑ دیا، اور دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آواز منقطع ہو گئی۔ اس حدیث سے بعض لوگ جواز سماع پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کان بند کر لینے کا حکم نہیں دیا۔ اگر یہ حدیث صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے تو جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قصد وارادہ کے ساتھ بانسری نہیں سن رہے تھے کہ انہیں منع کیا جاتا، ایک آواز بلند تھی اور بے اختیار سنائی دیتی تھی اور اس میں کوئی گناہ نہیں کہ آدمی بے اختیار کوئی آواز سن لے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے اس لیے ہٹ گئے تھے کہ یہی افضل و اکمل تھا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ راستے میں کچھ لوگ حرام گفتگو کر رہے ہوں، متقی راہ گیر اپنے کان بند کر لے تو بہتر ہے، لیکن اگر ایسا نہ کرے تو بھی گنہگار نہ ہوگا، بشرطیکہ بالارادہ ان کی گفتگو نہ سنے اور اس گفتگو سے کوئی ایسی دینی نقصان دینے والی چیز پیدا نہ ہوتی ہو کہ جس کا کسی حال میں بھی سننا روا نہیں۔

راگ سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی:

مسئلہ سماع میں بہت سے متاخرین نے بحث کی ہے کہ وہ ممنوع ہے یا مکروہ ہے یا مباح؟ لیکن ان میں سے اکثر کی غرض قیل وقال سے یہ نہیں ہے کہ رفع حرج وتکلف کیا جائے یعنی گانا سننے کی اجازت ثابت کی جائے بلکہ ان کی غرض بالکل جدا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گانے بجانے کو عبادت وتقرب الی اللہ کا ذریعہ ثابت کریں، طبلہ ورباب پر غزلیں گائی جائیں، محبوب کے محاسن بیان کیے جائیں، وصل کا شوق پیدا کیا جائے اور فراق پر نوحہ و ماتم کیا جائے تو ان کے خیال میں اللہ اس سے خوش ہوتا ہے، بندہ کا اس طرح اس سے اتصال پیدا ہوتا ہے، اس کی رحمت نازل ہوتی ہے، اہل ایمان کے وجد میں ترقی ہوتی ہے، اہل معرفت کے کیفیات قلبی مجلّا ہو جاتے ہیں، بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ چیز خواص کے لیے قرآن کے سماع سے بھی زیادہ افضل ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس سماع میں قلب وروح کے لیے تسکین وغذا ہے اور یہ سماع نفس کو اللہ کی طرف مائل کرتا اور اس کی محبت سے سرشار کر دیتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

راگ کے عادی صوفیہ کو قرآن مجید کی سماع سے لذت حاصل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس سماع کے عادی ہو جاتے ہیں، قرآن سے انہیں شغف باقی نہیں رہتا، تلاوت میں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا، آیات الٰہی کی ترتیل ان میں وہ گرمی پیدا نہیں کرتی جو غزلیں سننے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ قرآن اس حال میں سنتے ہیں کہ دماغ کہیں ہوتا ہے تو دل کہیں اور ہوتا ہے اور زبان لغو میں مشغول ہوتی ہے، لیکن جونہی تال و سر کی آواز کان میں پڑ جاتی ہے، زبان رک جاتی ہے، جسم پر سکون طاری ہو جاتا ہے، خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے سننے اور اس پر وجد کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جو کوئی اس قسم کے سماع کے جواز و عدم جواز پر بحث کرتا ہے اور اسے گانے پر قیاس کرتا ہے جو عید وغیرہ کی خوشی کے موقعوں پر عورتیں گایا کرتی تھیں تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ دراصل وہ اہل فلاح اور اہل خسران کے راستوں میں سرے سے فرق و امتیاز ہی نہیں کر سکا ہے۔ کہاں یہ گانا اور کہاں وہ صدر اول میں عورتوں کا عید وغیرہ میں سادہ گانا؟

پھر جو کوئی اس سماع میں اس حقیقت سے بحث کرتا ہے کہ وہ دین کا ایک جز ہے یا متقین و مقربین کا سماع اور اہل یقین کے اعمال میں سے سالکوں کا راستہ ہے تو اس کی گمراہی اور بھی زیادہ سخت ہے۔ ایسے شخص کی مثال بالکل اس آدمی کی ہے جو علم کلام کے محمود یا مذموم ہونے کی بحث میں نفس کلام پر گفتگو کرتا ہے، اسے اسم فعل حرف تقسیم کرتا ہے، یا خاموشی کی فضیلت ثابت کر کے علم کلام کی مذمت کرتا ہے یا گفتگو کے جائز و مباح ہونے سے علم کلام کی تائید کرتا ہے، حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ بحثیں اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ سراسر جدل و مناظرہ کی پیداوار ہیں۔

قوالی کا رواج کس دور میں ہوا؟

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں حجاز، شام، یمن، مصر، مغرب، عراق اور خراسان وغیرہ کہیں بھی اہل اصلاح و تقویٰ اس قسم کے سماع کو پسند نہیں کرتے تھے، تالیوں، ڈول، بانسری، یا رباب پر ہرگز کوئی گانا نہیں سنتا تھا بلکہ اس عہد میں یہ چیز سرے سے مشہور ہی نہ تھی۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں یہ ظاہر ہوئی اور جب ظاہر ہوئی تو ائمہ دین نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں بغداد میں ایک ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے یعنی گانا بجانا اور اس کے ذریعہ سے انہوں نے لوگوں سے قرآن چھڑا دیا ہے۔

یزید بن ہارون رحمہ اللہ کا فتویٰ:

یزید بن ہارون رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ گانا بجانا فاسقوں کا عمل ہے جو اسلام میں کبھی نہ تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "اکرھہ" یعنی میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ پوچھا گیا "اتجلس معھم" یعنی آپ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا "نہیں"۔

ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ اور شیخ جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ کا فتویٰ:

یہی حال ائمہ دین کا تھا، سب نے اسے مکروہ و ناپسند بتایا ہے۔ اکابر صالحین کا بھی یہی طریقہ تھا، انہوں نے کبھی ایسے سماع میں شرکت نہیں کی، چنانچہ ابراہیم بن ادھم، فضیل بن عیاض، معروف کرخی، ابوسلیمان دارانی، ابن ابی حواری، سری سقطی وغیرہم رحمہم اللہ میں سے بھی کسی نے بھی اس میں شرکت نہیں کی، بعض اغیار سے ثابت ہے کہ وہ ایسی مجلسوں میں شریک ہوئے تھے مگر یہ بھی ثابت ہے کہ جب انہیں اس کا نقصان معلوم ہوا تو وہ لوگ اس سے کنارہ کش ہو گئے، مشہور مشائخ نے اس سماع اور اس سے تعلق رکھنے والوں کی مذمت کی ہے، چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ ابوالبیان وغیرہما نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ یہ چیز زندیقوں نے ایجاد کی ہے، بالکل صحیح ہے اور یہ قول ایک ایسے امام کا ہے جو اصول اسلام سے پوری طرح باخبر ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس سماع کی طرف شروع میں انہی لوگوں نے دعوت دی تھی جو زندیق یقین کیے جاتے تھے، مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن راوندی، فارابی اور ابن سینا وغیرہ۔ اور ابو عبدالرحمٰن سلمی نے سماع کے بارے میں ابن راوندی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''سماع کے معاملے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض اسے مکروہ بتاتے ہیں، بعض مباح قرار دیتے ہیں، لیکن میں اسے واجب سمجھتا ہوں۔''

ابونصر فارابی موسیقی کا بہت ماہر تھا۔ اس فن کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس نے اپنا ایک علیحدہ طریقہ بھی ایجاد کیا تھا، ابن حمدان سے اس کا ایک واقعہ مشہور ہے، لکھا ہے کہ فارابی نے جب اپنی موسیقی شروع کی تو ابن حمدان اور ان کے ساتھی رونے لگے، پھر سب ہنسنے لگے، پھر سب سو گئے اور انہیں سلا کر فارابی اپنی راہ پر چلا گیا۔

اہل سماع اور کواکب پرستوں میں اتحاد:

ابن سینا نے اپنی اشارات میں مقامات عارفین بیان کرتے ہوئے سماع کی ترغیب دی ہے اور ظاہری صورتوں کے عشق میں وہ باتیں لکھی ہیں جو اس کے اسلاف کواکب پرست صابئین اور مشرکین کے طریقہ کے بالکل مطابق ہیں، مثلاً ارسطو اور اس کے یونانی متبعین، برقلس اور تھامسیطوس اور سکندر، فردوسی وغیرہم۔ ارسطو سکندر بن فیلقوس کا وزیر تھا۔ یہ مقدونی شہنشاہ حضرت مسیح سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے، یہ ذوالقرنین نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور جس نے سد بنائی تھی، ذوالقرنین اس اسکندر سے بہت پہلے گزر چکا ہے، اس کی فتوحات خراسان وغیرہ ممالک تک پہنچی تھیں اور ذوالقرنین تک وہ پہنچ نہیں سکا، ابن سینا کا فلسفہ دراصل اسی یونانی ارسطو کے فلسفہ سے ماخوذ ہے البتہ اس نے اس میں جہمیہ وغیرہ بدعتی فرقوں کی قیل وقال بھی شامل کر دی ہے، ملحد اسماعیلیہ فرقہ کی بہت سی علمی اور عملی ضلالتیں بھی لے لی ہیں اور صوفیہ کے کلام کی اس میں آمیزش کر دی ہے، ابن سینا کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف اسماعیلیہ، قرامطہ اور باطنیہ کی تعلیمات کا علمبردار ہے، اس کا خاندان دراصل مصر کے باطنی فرمانروا حاکم بامر اللہ کا پیرو تھا، اس خاندان کا مذہب وہی تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو رسائل اخوان الصفا کے مصنفوں اور ان کے ہم مشربوں کا تھا، یہ لوگ نہ مسلمان تھے' نہ عیسائی' نہ یہودی' بلکہ یہ منافق تھے جو دنیا میں گمراہی عام کرنا چاہتے تھے۔

فارابی بھی ارسطو کی تعلیمات کا عالم تھا اور مشائین کے طریقہ کی طرف دعوت دیتا تھا اور معلوم رہے کہ ان لوگوں کے اصول میں گانا بھی داخل ہے، ان جماعتوں میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جو اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور اس حد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے گانے بجانے کو ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حاملین قرآن اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام میں اتحاد:

لیکن جماعت حنفاء ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ملت کے پیرو دین اسلام پر ایمان رکھنے والے کہ جس کے سوا کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین کی شریعت کے عامل، تو ان میں سے کوئی ایک بھی اس قسم کے سماع میں نہ رغبت رکھتا ہے اور نہ اس کی دعوت دیتا ہے۔ یہی لوگ اہل قرآن ہیں جو ایمان و ہدایت، رشد و سعادت اور صلاح و فلاح سے شادکام ہیں، انہی میں معرفت علم اور یقین اخلاص ہے، یہی لوگ اللہ سے محبت کرتے، اس پر توکل رکھتے، اس کی خشیت سے لرزاں رہتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بعض محبت سے ناآشنا اس قسم کے سماع میں شریک ہوئے کیونکہ اس سے ان کے قلوب کو تحریک ہوئی تھی لیکن یہ ان کی غلطی تھی' وہ اس کے نقصان اور مضر نتیجہ سے بے خبر تھے' ان کی مثال ٹھیک ان مومن فقہاء کی سی ہے جو مخالف اسلام فلسفہ میں داخل ہو گئے اور یقین کر بیٹھے کہ وہ حق ہے اور دین کے موافق ہے' حالانکہ وہ اس کی حقیقت سے بے خبر اور اس کی مضرتوں سے ناواقف تھے' اس طرح کی غلطیاں تعجب انگیز نہیں، کیونکہ علم' قول' عمل' ذوق' تجربہ کے ساتھ' حقائق دین کے قیام سے اکثر لوگ عاجز رہ جاتے ہیں اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کا اصلی اور واحد راستہ کتاب و سنت کا مضبوطی کے ساتھ تمسک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت و دین حق کے ساتھ اسی لیے بھیجا ہے تاکہ تمام دنیوی طریقوں پر اسے غالب کر دیا جائے' چنانچہ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند کر لیا۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''یہ ہے میری راہ سیدھی' پس اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ تم اللہ کی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے زمین پر ایک خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں کئی خط کھینچے اور پھر سیدھے خط کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

((هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ وَهٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ))

''یعنی یہ اللہ کی راہ ہے اور دائیں بائیں جو راہیں ہیں ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہے اور اس طرف مخلوق کو بلا رہا ہے۔''

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو کوئی بھی حقائق دین، احوال قلوب، اس کے معارف، اذواق اور مواجید کا ذرا بھی علم رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ گانا بجانا اور سننے سے اگر قلب کو کوئی نفع حاصل ہوتا ہے تو اس سے کہیں زیادہ مضرات و ضلالت بھی پیدا ہوتی ہے اور یہ چیز روح پر وہی اثر کرتی ہے جو شراب جسم پر کرتی ہے بلکہ سریلی آواز اور طبلہ کی تھاپ کا نشہ بنت العنب کے نشہ سے کہیں زیادہ سخت ہوتا ہے۔

قوالوں کے ساتھ شیطان کس طرح کھیلتا ہے؟:

یہی وجہ ہے کہ سماع کے عادی اس میں وہ لذت لیتے ہیں جو شرابیوں کو بادہ اور مینا میں حاصل نہیں ہوتی' شراب سے زیادہ سماع لوگوں کو ذکر الٰہی یعنی نماز سے باز رکھتا ہے' شراب سے زیادہ ان میں عداوت پیدا کر دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو قتل بھی کر ڈالتے ہیں اور کبھی یہ قتل ہاتھ سے واقع نہیں ہوتا بلکہ شیطانی احوال کے ذریعہ سے صادر ہوتا ہے۔ شیطان ان پر نازل ہوتے ہیں ان میں حلول کر جاتے ہیں' ان کی زبانیں گفتگو کے لیے کھول دیتے ہیں۔ کبھی وہ ترکی، فارسی وغیرہ زبانوں میں باتیں کرنے لگتے ہیں' حالانکہ وہ عرب ہوتے ہیں اور ان زبانوں سے ہرگز واقف نہیں ہوتے اور کبھی عربی میں باتیں کرنے لگتے ہیں مگر ایسی باتیں کہ ان کے معنی کچھ سمجھ میں نہیں آتے اور اہل مکاشفہ ان کے امور کا تجربہ و مشاہدہ رکھتے ہیں۔

یہ لوگ شریعت سے خارج ہونے پر بھی آگ میں گھس جاتے ہیں اور جلتے نہیں' وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کے اندر حلول کیے ہوئے ہیں اور ان کے اجسام کا احساس زائل کر دیتے ہیں تو اسی طرح یہ لوگ بھی آگ کی گرمی اور سختی محسوس نہیں کرتے' شیطان انہیں کبھی آگ میں گھسالے جاتے ہیں اور کبھی ہوا میں اڑاتے پھرتے ہیں اور ایسی حالت میں ان لوگوں پر مرگی کے مریضوں کی طرح ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی ہے۔ مغرب اقصیٰ میں ایک خاص جماعت ایسے ہی لوگوں کی موجود ہے۔ شیطان ان کے اندر حلول کیے رہتے ہیں اور ان سے ایسے عجیب کام کراتے ہیں کہ سماع کے یہ شیدائی بھی ویسے نہیں کر سکتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ حقیقت ہے کہ جنات انسانوں کو اٹھا لے جاتے ہیں' نظروں سے غائب کر دیتے ہیں' ہوا میں اڑائے پھرتے ہیں اور ہمیں اس قسم کے امور کا بہت تجربہ ہو چکا ہے مگر اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

شعبدات کا ظہور قبولیت کی دلیل نہیں:

یہ نام نہاد صوفیہ بھی جب گانے بجانے پر وجد میں آ جاتے ہیں تو کبھی آگ میں گھس پڑتے ہیں، کبھی ہوا میں پرواز کرنے لگتے ہیں اور کبھی کبھی آگ میں لال کیے ہوئے لوہے اپنے اجسام پر رکھ لیتے ہیں' غرض کہ اس قسم کے بہت سے کام کر گزرتے ہیں لیکن اس طرح کے احوال ان پر نہ نماز میں طاری ہوتے ہیں، نہ تلاوت قرآن کے دوران میں اور وجہ صاف ظاہر ہے کہ یہ عبادات شرعی، ایمانی' اسلامی' نبوی اور محمدی عبادات ہیں جو شیطانوں کو دفع کر دیتی ہیں' جب کہ اس کے برعکس ان کی عبادات بدعیہ' شرکیہ اور فلسفیانہ ہیں جو شیطانوں کو جمع کر لیتی ہیں۔

غرض کہ مومن کے پیش نظر ہمیشہ یہ حقیقت رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو جنت سے دور کرتی ہے اور اسے بیان نہ کر دیا ہو اور کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو جہنم سے قریب کرتی ہے اور اسے کھول کر بیان نہ کر دیا ہو۔ اگر اس سماع میں کوئی بھی مصلحت ہوتی تو ضرور اللہ اور اس کے رسول نے بیان کر دی ہوتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ پس دین کامل ہو چکا اور ہدایت کی نعمت تمام ہو چکی ہے' اب کسی نئی عبادت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا' اور بالفرض اگر سماع میں کسی کو اپنے قلب کے لیے کوئی نفع محسوس بھی ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سند نہ ملے تو اس جانب ہرگز التفات نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ فقیہ پر لازم ہے کہ جو قیاس کتاب و سنت کے موافق نہ ہو تو اسے نظر انداز کر دے کیونکہ وہ محض نفس اور شیطان کا ایک دھوکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل 1

مسئلہ سماع کی بحث کا فیصلہ تین اصول یا قواعد پر موقوف ہے' یہ قواعد ایمان وسلوک کے اہم ترین قواعد میں سے ہیں' جو کوئی اپنا مسلک ان قواعد پر استوار نہیں کرتا تو یقین کرنا چاہیے کہ اس کے مسلک کی عمارت ٹھوس بنیادوں پر نہیں بلکہ وہ ریت پر قائم ہے اور ہر لمحہ گر جانے والی ہے۔

پہلا قاعدہ:

ذوق' حال' وجد اصل ہے یا کوئی دوسری چیز اصل؟ ذوق و حال اور وجد حاکم ہے یا وہ کسی دوسرے حاکم کا محکوم؟ یہ بات صاف نہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ گمراہی میں پڑ گئے۔ نام نہاد صوفیہ کی گمراہی ہی اصلاً جہل جہالت سے پیدا ہوتی ہے۔ انہوں نے ذوق و حال کو حاکم قرار دے رکھا ہے، حسن و قبح اور صحیح و فاسد کی تمیز کا اسے پیمانہ بنا رکھا ہے' اسے حق و باطل کے مابین تصور کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کتاب وسنت سے دور جا پڑے اور اس سے اعراض کرنے لگے۔

انہوں نے علم اور نصوص کو اصل قرار نہیں دیا' بلکہ اذواق و مواجید کو حاکم مان کر ان کے تابع فرمان ہو گئے' نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ فساد کا بازار گرم ہو گیا' ایمان کے آثار مٹ گئے اور سلوک کی صحیح اور حقیقی راہیں گم ہو گئیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ریاضتوں' مجاہدوں اور زہد میں اس لیے داخل ہوئے تھے کہ نفس کی خواہشات اور شہوات سے آزاد ہو جائیں' لیکن ہوا یہ کہ وہ معمولی خواہشوں سے نکل کر سخت ترین خواہشوں میں مبتلا ہو گئے، ادنیٰ شہوات سے کٹ کر شدید شہوات کا شکار ہو گئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ ان خود ساختہ ریاضتوں اور مجاہدوں میں پڑنے سے پہلے ان کی حالت بہتر تھی، جن خواہشوں میں وہ مبتلا تھے، تو ان کا معاملہ بہر حال ان نئی خواہشوں کی طرح سخت نہ تھا کیونکہ ان خواہشوں کو انہوں نے نہ علم کے مدمقابل کھڑا کیا تھا' نہ نصوص پر انہیں ترجیح دی تھی اور نہ انہیں اطاعت و دین قرار دیا تھا' بلکہ ان کی برائی کے قائل تھے اور اسی وجہ سے وہ غضب الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے تھے۔

لیکن اپنی خود ساختہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد جن نئی خواہشوں سے دوچار ہوئے، انہیں انہوں نے برا نہیں سمجھا بلکہ الٹے عبادت و اطاعت تصور کر کے بے دھڑک ان کے بندے بن گئے اور مراد الٰہی سے بالکل غافل ہو گئے، ایک خواہش چھوڑ دی اور دوسری سے آلودہ ہو گئے، عقلمند آدمی اگر اپنے نفس اور دوسروں کے حالات پر غور کرے تو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ بندے کی جو بات بھی حکم الٰہی کے خلاف ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ مخالف ذوق میں ہو یا ظاہری صورت میں، تو وہ بات دراصل اس کے نفس کی خواہش اور شہوات ہے' جو کوئی اپنی کسی ایسی بات کو حکم الٰہی پر ترجیح دیتا ہے تو وہ اس آدمی سے کہیں زیادہ بدتر ہے جو اپنے قصور کا معترف اور اپنے گناہ کا قائل ہے، وہ جانتا ہے کہ گناہ کر رہا ہے، اس کو یقین ہے کہ امر الٰہی کی اتباع زیادہ اولیٰ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس گناہ پر توبہ واجب ہے۔

دوسرا قاعدہ:

جب کسی فعل یا حال یا ذوق کے بارے میں سوال پیدا ہو کہ صحیح ہے یا فاسد، حق ہے یا باطل' تو ایسی صورت میں اسے حجت و دلیل کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول حجت وہی ہے جو خود اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے ماخوذ ہے اور جو کوئی اس اصل پر استوار نہیں اس کا علم اور اس کا سلوک بکواس اور بے فائدہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا قاعدہ:

جب کبھی عالم یا سالک کو کسی چیز میں شبہ پڑ جائے کہ وہ مباح ہے یا حرام ہے' تو اس کے نتیجہ' غرض اور ثمرہ پر غور کرے' اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے نقصان وفساد کا قوی احتمال ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ شارع نے ہرگز ہرگز اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اسے مباح قرار دیا ہے، بلکہ یقین کر لینا چاہیے کہ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ چیز انسان کو اس جانب لے جانے والی ہو جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مکروہ و مبغوض ہے' حکیم وخبیر اللہ نے سوئی کے سرے کے برابر بھی شراب کو حرام کر دیا ہے' کیونکہ اس سے شراب خواری کی ترغیب ہو سکتی ہے اور شراب خواری محرمات کے ارتکاب کا سبب ہوتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہی حکیم وخبیر گانے بجانے کو مباح قرار دے گا' حالانکہ وہ شراب سے زیادہ محرمات کی طرف ترغیب دینے والا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ گانا زنا کا افسوں ہے۔ یہ صحیح ہے اور مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے۔ جس نوعمر کو بھی اس کا شوق ہو گیا وہ بگڑ گیا، جس عورت کو بھی اس کی چاٹ پڑ گئی وہ آوارہ گئی، جس جوان اور بوڑھے نے اس کی مزاولت رکھی وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ یہ مشاہدہ ہے، اکثر لوگ اس کی تائید کر سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر چیز کی حقیقت و ماہیت پر غور کرنا چاہیے' پھر اس کی حلت' کراہت یا اباحت کا فیصلہ کرنا چاہیے' گانا ایک اسم ہے اور اس کا اطلاق بہت سی چیزوں پر ہوتا ہے۔ ایک گانا حاجیوں کا ہے، اس میں وہ کعبہ' زمزم اور مقام ابراہیم وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے گانے سننا جائز ہے۔ ایک گانا مجاہدین کا ہے، اس میں وہ جہاد، شہادت کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ اسی طرح اونٹوں کے سامنے حدی خوانوں کا گانا ہے، یہ بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنا اور اپنے حدی خوان سے فرمایا ''اونٹوں پر شیشے ہیں، انہیں آہستہ آہستہ چلا۔'' اونٹوں پہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عورتیں سوار تھیں جنہیں آپ نے شیشوں سے تشبیہ دی۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

”ہم میں اللہ کا رسول موجود ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے دن کی روشنی میں۔“

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

”راتوں کو اس کے پہلو بستر سے نا آشنا ہوتے ہیں جب کہ مشرکین پاؤں پھیلائے ہوئے سوئے ہیں۔“

أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنْ مَّا قَالَ وَاقِعُ

”گمراہی کے بعد اس نے ہمیں ہدایت دکھا دی لہٰذا ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ اس کا قول پورا ہو کر رہے گا۔“

تو ظاہر ہے کہ ایسے گانے کا سننا مباح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے اہل صفہ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک تلاوت کر رہا ہے اور باقی سب سن رہے ہیں، آپ بھی ان کے حلقے میں بیٹھ گئے اور سننے لگے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل ۲

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ایک دوسری جگہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ علماء نے آلات طرب سے خالی گانے پر بھی بحث کی ہے کہ وہ حرام ہے یا مکروہ ہے یا مباح؟ اصحاب احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں تین اقوال مروی ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ سے دو قول روایت کیے جاتے ہیں، ابو حنیفہ اور امام مالک سے اس بارے میں کوئی اختلاف مذکور نہیں، جب کہ ابو عبدالرحمن سلمی اور ابو القاسم قشیری نے امام مالک رحمہ اللہ اور اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایسے گانے کو جائز سمجھتے تھے مگر یہ غلط ہے اور یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ مدینہ کے بعض لوگ ایسے گانے میں شریک ہوا کرتے تھے، مگر یہ فعل عوام کا تھا، ان کے ائمہ و فقہاء کا یہ مشرب نہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اصل یہ ہے کہ جب گانے بجانے یا کسی اور فعل کو طاعت اور قربت و عبادت بتایا جائے تو اس کے ثبوت میں کوئی دلیل شرعی پیش کرنی چاہیے، اسی طرح جب اسے حرام یا غیر حرام کہا جائے تو اس کے لیے بھی دلیل شرعی پیش کرنی چاہیے کیونکہ حرام وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور حلال وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر مشرکین کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے دین میں ایسی باتیں داخل کر دی تھیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تھی، اور ایسی باتوں کو حرام قرار دے دیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار نہیں دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾

(الشوریٰ: ۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔"

اور فرمایا:

﴿إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾

(الاعراف: ۲۸)

"جب وہ کوئی بدکاری کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔"

چند اولیائے کرام کے ملفوظات

ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ:

ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صوفیہ کا کوئی نکتہ میرے سامنے آتا ہے تو میں اسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک دو شاہد عدل یعنی کتاب وسنت سے اس کی تصدیق حاصل نہیں کر لیتا، اور یہ بھی انھی کا قول ہے کہ اگر کسی کے دل میں کوئی بھلائی آئے تو اس وقت تک اس پر عمل نہ کرے جب تک کسی حدیث سے اس کی تصدیق نہ کر لے، اور اگر ایسی کوئی حدیث مل جائے تو "نور علی نور" ہے۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ:

جنید بغدادی رحمہ اللہ کا مقولہ ہے کہ ہمارا یہ علم (یعنی تصوف) کتاب وسنت سے مقید ہے جس کسی نے قرآن نہیں پڑھا اور حدیث نہیں لکھی (یعنی علم حدیث حاصل نہیں کیا ہے) تو اس کے لیے ہمارے علم میں گفتگو کرنا درست نہیں۔

سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ:

سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس حال اور وجد کی تصدیق کتاب وسنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے حاصل نہ ہو وہ باطل ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کام تقلید میں کیا جاتا ہے تو وہ نفس پر عذاب بن جاتا ہے اور جو فعل تقلید کی راہ سے نہیں کیا جاتا وہ نفس کو مسرت بخشتا ہے۔

ابو عثمان نیشاپوری رحمہ اللہ:

ابو عثمان نیشاپوری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے قول و فعل پر سنت کو حاکم بنایا اس کا قول حکیمانہ ہوگا اور جس نے خواہشات کو حاکم بنایا تو اس کی بات بدعت ہوگی۔

ابو الفرج ابن جوزی رحمہ اللہ:

ابو الفرج ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ گانے میں دو نقصان اکٹھے ہیں' ایک طرف تو وہ قلب کو عظمت الٰہی میں تفکر سے روکتا ہے اور اس کی خدمت سے باز رکھتا ہے اور دوسری طرف قلب کو مادی لذتوں کی تحصیل کی طرف راغب کرتا ہے اور اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ تمام مادی لذتیں حاصل کر لی جائیں۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ مادی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی لذت مرد اور عورت کے اختلاط کی لذت ہے مگر یہ لذت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب اس میں تجدد ہوتا رہے' اور ظاہر ہے کہ حلال طریقہ پر تجدد ممکن نہیں' لہٰذا گانا زنا کی ترغیب دیتا ہے۔ گانے اور زنا میں گہری مناسبت ہے۔ گانا روح کی لذت ہے اور زنا نفس کی سب سے بڑی لذت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۳

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ: ابوحنیفہ، مالک اور سفیان ثوری وغیرہم رحمہم اللہ ائمہ کی نظر میں یہ چیز امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے زیادہ مکروہ اور ممنوع ہے۔ پھر مشہور صالحین میں سے کوئی بھی گانے بجانے میں کبھی شریک نہیں ہوا چنانچہ ابراہیم بن ادھم، فضیل بن عیاض، معروف کرخی، سری السقطی، ابوسلیمان دارانی وغیرہم رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی ایسی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا' اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عدوی، ابوالبیان، شیخ حیاۃ وغیرہم رحمہم اللہ مشائخ بھی اس سے ہمیشہ دور ہی رہے بلکہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے امثال مشائخ کی کتابوں میں اس کی مخالفت ملتی ہے۔

بلاشبہ بعض مشائخ نے اس میں شرکت کی ہے' لیکن انہوں نے بھی اسے طرح طرح کی بندشوں سے مقید کر دیا ہے، مثلاً کہا ہے کہ جگہ ایسی ہونی چاہیے، احباب ایسے ہونے چاہئیں، شیخ ایسا ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان مشائخ میں سے اکثر نے آخر عمر میں اس سے توبہ اور کنارہ کشی کر لی تھی، چنانچہ جنید بغدادی رحمہ اللہ جوانی میں سماع کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے، لیکن آخر عمر میں اس سے بالکل کنارہ کش ہو گئے، خود انہی کا قول ہے: جو کوئی قصد اور ارادہ سے سماع میں شرکت کرتا ہے، تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے، اور جو کوئی اتفاقیہ اسے سن لیتا ہے تو وہ راحت حاصل کرتا ہے۔

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قصد و ارادہ کے ساتھ گانا سننا مذموم ہے لیکن اتفاقیہ سن لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تمام گانے یکساں نہیں ہیں، حتیٰ کہ وہ اشعار جن میں محبت، وصل، فراق، شوق اور بے اعتنائی وغیرہ باتوں کا ذکر ہے، ان کے معنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں اور ہر کوئی انہیں اپنے ذوق کے مطابق سمجھ سکتا ہے، ان اشعار میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے، بتوں سے محبت کرنے والے، دوستوں سے محبت کرنے والے، وطن سے محبت کرنے والے، عورتوں سے محبت کرنے والے اور لڑکوں سے محبت کرنے والے یہ سب اپنے حسب حال مطلب دیکھ سکتے ہیں، اور مومن کبھی ایسے اشعار کو سنے گا ہی نہیں جن کے غلط معنی بھی نکل سکتے ہوں۔

لیکن ان کا نقصان نفع سے زیادہ ہی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح شراب اور قمار میں لوگوں کے لیے بعض فائدے ہیں، مگر ان کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے، اسی لیے شریعت نے ان کی اجازت نہیں دی، اور یہ اس لیے کہ شریعت راجح مصلحت ہی کا لحاظ کرتی ہے، جس چیز میں مصلحت کا امکان قوی ہوتا ہے تو شریعت اسے مستحسن رکھتی ہے، لیکن جس چیز میں نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص پانچ درہم چوری کرے، پھر دو درہم خیرات کر ڈالے تو خیرات کرنا اگرچہ نیکی کا کام ہے مگر اس کی وجہ سے چوری مباح قرار نہیں دی جا سکتی تو یہی حال سماع کا ہے، اس میں کبھی کوئی نفع ہو سکتا ہے، مگر اس کا نقصان بہر حال نفع سے زیادہ ہی ہے، یہ نفس میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے، اس سے جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں اور جب اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے تو پھر آدمی کو قرآن کی تلاوت کرنے یا سننے میں لذت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ کبھی کبھی قرآن سے بیزاری بھی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کی تلاوت کرنا یا سننا نفس کے لیے بار گراں بن جاتا ہے، اس سے نفرت ہو جاتی ہے، جس طرح تورات و انجیل اور اہل کتاب و صابئین کے علوم کی تحصیل طبیعت پر گراں ہوتی ہے، اسی طرح گانے بجانے کے دلدادہ کے لیے کبھی قرآن کی تلاوت و سماع میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے تو اس چیز کا یہی نقصان کیا کم ہے کہ آدمی کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے شغف باقی نہیں رہتا؟

چونکہ سماع سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بسا اوقات اس سے وہ بات حاصل ہوتی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتا ہے، بلکہ اس سے نفرت رکھتا ہے، اسی لیے سماع کا حکم نہ اللہ نے دیا، نہ اس کے رسول نے، نہ سلف صالحین نے اور نہ صالح مشائخ نے۔

نفس پر آواز کا اثر واقعات و حالات کے اختلاف سے ہوا کرتا ہے، کبھی مسرت پیدا ہوتی ہے تو کبھی غم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی غصہ آ جاتا ہے تو کبھی کوئی اور جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔ اور اچھی آواز بھی انسان کو اسی طرح مست کر دیتی ہے جس طرح شراب سے مستی پیدا ہو جاتی ہے۔ مستی کے معنی یہ ہیں کہ نفس پر لذت اس درجہ حاوی ہو جائے کہ عقل باقی نہ رہے تو ظاہر ہے کہ ایسی لذت، جس کی موجودگی میں عقل و فہم غائب ہو جائے، کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی، بلکہ الٹا نقصان پہنچاتی ہے، ذکر الٰہی اور نماز سے غافل کر دیتی ہے، عداوت اور پھوٹ پیدا کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل ۴

رہا رقص ناچ، تو اس کی اجازت نہ اللہ نے دی ہے نہ رسول ﷺ نے، نہ کسی امام نے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۸)

''زمین پر اکڑ کر نہ چل۔''

رقص بھی ''مرح'' ہی کی ایک قسم ہے۔ اور فرمایا:

﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ﴾ (لقمان: ۱۹)

''اپنی چال میں میانہ روی ملحوظ رکھو۔''

اور فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ (الفرقان: ۶۳)

''رحمٰن کے بندے جو زمین پر سہولت یعنی متانت و وقار سے چلتے ہیں۔''

مسلمانوں کی عبادت رکوع و سجود ہے، رقص نہیں ہے، رقص کی کبھی کسی نے اجازت نہیں دی، بلکہ نماز تک میں متانت و وقار برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر انسان پر کبھی کوئی ایسی کیفیت طاری ہو جائے جو اسے معتدل و مشروع حالت سے خارج کر دے تو دیکھنا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اگر سبب مشروع و مباح ہو، مثلاً قرآن کریم کے سماع سے اس پر حال و وجد طاری ہو جائے تو اسے معذور سمجھا جائے گا لیکن جو کوئی غیر مشروع اسباب پیدا کر کے اپنے نفس پر ایسی کیفیت طاری کر لیتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ وہ ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جائے گا تو اسے معذور تصور نہیں کیا جائے گا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو یہ جان کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی کہ شراب اسے بدمست کر دے گی، شراب پی لیتا ہے، اب اگر وہ اس حالت میں کوئی حرکت کر گزرے اور اپنے نشہ کا عذر پیش کرے تو ظاہر ہے اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا۔

اس قسم کے فاسد احوال رکھنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک واقعی ان میں مبتلا ہوتے ہیں، تو وہ بدعتی اور گمراہ ہیں اور دوسرے محض تصنع سے کرتے ہیں اور دکھاوے کے لیے اچھلتے کودتے ہیں، تو یہ منافق اور گمراہ ہیں۔

سماع کی حمایت کرنے والوں کے دلائل اور ان کی تردید:

جو لوگ سماع کو مباح قرار دیتے ہیں، ان کے دلائل بالاختصار حسب ذیل ہیں:

۱۔ گانا ایک پر لطف چیز ہے، نفس کو اس سے لذت حاصل ہوتی اور آرام ملتا ہے، چنانچہ شیر خوار بچے تک اچھی آواز غور سے سنتے ہیں بلکہ بعض بچے اس وقت تک سوتے ہی نہیں جب تک انہیں لوری نہ دی جائے یہاں تک کہ اونٹ بھی اچھی آواز سن کر مست ہو جاتے ہیں اور وہ لمبے سفر پوری تیز رفتاری کے ساتھ طے کر جاتے ہیں۔

۲۔ اچھی آواز اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت اور انسان کی خلقت میں ایک اضافہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

﴿يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ﴾ (فاطر: ۱)

”(اللہ) پیدائش میں جتنا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔“

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہاں مسرت حاصل کریں گے۔ مسرت سے مراد لذیذ سماع ہے، اگر سماع جنت میں جائز ہے تو دنیا میں کیونکر حرام ہو سکتا ہے؟

۴۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بات کی بھی ویسی اجازت نہیں دی جیسی خوش الحان نبی کی آواز سننے کی اجازت دی ہے، جب وہ قرآن کو گا کر پڑھے گا، اللہ خود اسے سنتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت نبی ﷺ نے سنی اور ان کی خوش الحانی کی تعریف کی، نیز فرمایا کہ اسے آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار بخش دیا گیا ہے، اس کے جواب میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور بھی زیادہ خوش الحانی سے پڑھتا۔

۶۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو اور سنوارو، اور فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو گا کر نہیں پڑھتا۔

۷۔ نبی ﷺ نے عید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لڑکیوں کا گانا سننے دیا اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا تو فرمایا: اے ابو بکر! انہیں گانے دو کیونکہ سب کے یہاں عید ہوتی ہے اور آج ہم مسلمانوں کی عید ہے۔

۸۔ نبی ﷺ نے شادی کی تقریبات میں گانے کی اجازت دی ہے اور اسے "لہو" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۹۔ نبی ﷺ نے حدی خوانوں کا گانا سنا اور اس کی اجازت دی ہے۔

۱۰۔ نبی ﷺ نے صحابہ کی زبان سے اشعار سنے ہیں۔ صحابہ جنگ خندق میں آپ کے سامنے یہ رجز پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

"ہم نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے کہ ہمیشہ زندگی بھر جہاد کرتے رہیں گے۔"

۱۱۔ جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص آپ کے سامنے یہ رجز پڑھتا تھا۔

۱۲۔ خیبر سے واپسی پر حدی خوان آپ کے سامنے یہ شعر گاتا تھا:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ہدایت بھی نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔“

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

”پس اے اللہ! اپنی سکینت ہم پر نازل کر اور مقابلہ کے وقت ہمیں ثابت قدم کر دے۔“

اَنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغُوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

”دشمنوں نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ وہ ہمیں امتحان میں ڈالنا چاہیں گے تو ہم انکار کر دیں گے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سن کر شاعر کے حق میں دعا کی:

۱۳۔ آپ نے کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ سنا اور اسے پسند کیا تھا۔

۱۴۔ آپ نے اسود بن سریع سے وہ قصائد سنے جن میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی ہے، نیز امیہ بن ابی الصلت کے سو قافیے سنے ہیں، نیز اعشیٰ نے اپنا کلام سنایا تو آپ نے سنا۔

۱۵۔ آپ نے لبید کے اس شعر کی تصدیق کی ہے:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

”بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ باطل ہے اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہو جانے والی ہے۔“

۱۶۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی تھی کہ روح القدس اس وقت تک ان کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مدد کرے جب تک کہ وہ آپ کی مدافعت میں ہوں، ان کے اشعار آپ کو پسند تھے اور فرماتے تھے کہ مشرکین کی ہجو کر، روح القدس تیرے ساتھ ہے۔

۱۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو کبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا:

وَإِذَا نَظَرْتَ اِلٰی أُسْرَةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

''جب تم اس کے چہرے کو دیکھو تو وہ بجلی کی طرح چمکتا ہے۔''

پھر کہنے لگیں! آپ اس وصف کے زیادہ مستحق ہیں، اس پر آپ خوش ہو گئے۔

۱۸۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ نے سماع کی اجازت دی ہے اور فلاں فلاں ولی اللہ اس کی مجلسوں میں شریک ہوئے ہیں لٰہذا جو لوگ اسے حرام قرار دیتے ہیں، وہ درحقیقت ان بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔

۱۹۔ تمام علماء نے بالا جماع فیصلہ کیا ہے کہ خوش الحان پرندوں کی آواز سننا مباح ہے تو پھر ظاہر ہے کہ آدمی کی آواز سننا بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، یا کم از کم اس کی اباحت اسی درجہ کی ہوگی جس درجہ کی اباحت پرندوں کی آواز کی ہے۔ سماعت کے وقت آدمی کی روح اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اگر محبوب حرام ہے تو بلاشبہ سماع اسے حرام کے ارتکاب پر مائل کردے گا اور اس صورت میں سماع اس کے حق میں حرام ہوگا، لیکن اگر محبوب حلال ہے تو سماع بھی اس کے حق میں حلال ہوگا۔ لیکن اگر اس کا محبوب خود اللہ تعالیٰ ہے تو ظاہر ہے کہ سماع اس کے حق میں عبادت و اطاعت بن جائے گا، کیونکہ وہ قلب میں رحمانی محبت کا شعلہ بھڑکائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کردے گا۔

۲۰۔ اچھی آواز سے لطف اٹھانا بالکل ویسا ہی ہے جیسا اچھے مناظر اور اچھی بو سے لطف اٹھانا، اگر کانوں سے اچھی آواز سننا جائز نہیں تو پھر آنکھوں سے اچھا نظارہ دیکھنا اور ناک سے اچھی بو سونگھنا بھی جائز نہ ہوگا، اور ظاہر ہے کہ آج تک کسی نے یہ بات نہیں کہی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکور الصدر بیان میں ان وجوہ پر کافی روشنی پڑ چکی ہے، یہ وجوہ درحقیقت مغالطہ سے خالی نہیں، اور اصل بحث سے ان کا تعلق قوی نہیں کیونکہ کسی چیز کا محض لذیذ ہونا نہ اس کی حلت کی دلیل بن سکتا ہے اور نہ حرمت کی، یہ استدلال ایسا ہی ہے کہ کوئی زنا کو حلال قرار دے اور دلیل یہ پیش کرے کہ زنا میں نفس کے لیے لذت موجود ہے، کوئی طبع سلیم بھی اس کی لذت سے انکار نہیں کر سکتی، مگر محض لذت تسلیم کر لینے سے خود زنا حلال قرار نہیں پا سکتا۔

اکثر محرمات میں کوئی نہ کوئی لذت ضرور موجود ہے۔ کیا مزامیر میں نفس کو لذت حاصل نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے مگر ساتھ ہی واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزامیر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تمام اہل علم مزامیر کی حرمت پر متفق ہیں، ابن الصلاح نے تو دف اور سارنگی پر گانے کی حرمت پر بھی علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔

اونٹوں اور بچوں کو اگر اچھی آواز سننے سے حظ ہوتا ہے تو یہ کوئی شرعی استدلال نہیں بن سکتا، اس سے بھی زیادہ عجیب دلیل ان حضرات کی یہ ہے کہ اچھی آواز اللہ ہی نے پیدا کی ہے، اور وہ اس کی نعمت ہے، لہٰذا اس سے لطف اندوز ہونا مباح ہے، اگر یہ اصول صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا اچھی صورت بھی اللہ ہی نے نہیں پیدا کی؟ کیا حسن بھی اللہ کی نعمت نہیں؟ تو پھر کیا ہر حسین صورت سے لطف اٹھانا علی الاطلاق مباح تسلیم کر لیا جائے گا؟ یہ مذہب تو اباحی لوگوں ہی کا ہو سکتا ہے جن کی نظر میں ہر لذیذ چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

اسی طرح اگر اللہ نے گدھے کی آواز کی مذمت کی ہے تو کیا اس سے طبلہ و رباب پر گانا جائز ثابت ہو سکتا ہے؟ اس مضحکہ خیز استدلال سے بھی زیادہ مضحکہ انگیز استدلال یہ ہے کہ جنت میں جنتی گانا سنیں گے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جنت میں جو کچھ بھی ہو گا وہ سب اس دنیا میں جائز ہے۔ جنت میں شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، سونے چاندی کے برتن استعمال کیے جائیں گے، مرد بھی زیور سے آراستہ ہوں گے، تو کیا یہ سب باتیں اس دنیا میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی روا ہیں؟ کیونکہ جنت میں روا ہوں گی۔

نوٹ: ...... جنت میں شراب، ریشم اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کا ردعمل یہ نہیں ہوگا جو اس دنیا میں انسان کی نفسیات پر غالب ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ دنیا میں ان چیزوں کی حرمت دلیل شرعی سے ثابت ہو چکی ہے تو اس لیے انہیں استعمال کرنا جائز نہیں، مگر سماع کی حرمت دلیل شرعی سے ثابت نہیں، اس لیے اس کا حکم دوسرا ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال دوسرا ہے مگر اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جنت میں سماع کے جواز سے دنیا میں سماع کے جواز پر ان کا استدلال غلط تھا اس لیے کہ ان کا یہ کہنا کہ سماع کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں، یہ مجمل بات ہے۔ سماع سے ان کی مراد کیا ہے؟ گانے سے ان کی غرض کون سا گانا ہے؟ یہ اس لیے کہ بعض سماع اور گانے حرام ہیں، بعض مباح ہیں، بعض مکروہ ہیں، بعض مستحب ہیں، بلکہ بعض واجب بھی ہیں، اس لیے ان لوگوں کو چاہیے کہ پہلے کوئی ایک قسم متعین کریں تو پھر اس کا حکم بیان کیا جائے۔

اگر یہ ان قصائد کا کہیں جن میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کی تعریف کی گئی ہے اور جن میں اس کے دشمنوں کی ہجو کی گئی ہے، تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ایسے قصائد کا سماع جائز ہے، مسلمان ہمیشہ انہیں سنتے، ان کی روایت کرتے اور انہیں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں کیونکہ خود رسول ﷺ نے بھی انہیں سنا ہے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ان پر تعریف کی ہے۔

درحقیقت انہی قصائد نے شیطانی سماع کے دلدادوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ان اشعار کا سننا جائز ہے تو پھر تمام اشعار کا سننا بھی جائز ہے، لیکن یہ غلطی ہے۔ کہاں وہ قصائد جنہیں رسول اللہ ﷺ نے سنا تھا اور کہاں ان لوگوں کے یہ اشعار کہ جن کے سماع میں تقریباً ایک سو نقصانات موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ان لوگوں کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اچھی آواز پسند فرمائی تھی، جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔اس غلط استدلال سے کام لے کر انہوں نے عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی آواز اور طبلہ و سارنگی پر گانے کو مباح سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے اشعار اور گانوں میں محبوب کے قد، دہن، سینے کے ابھار اور پتلی کمر، پُرفسوں آنکھوں، لمبے کالے بالوں، جوانی کی بہار، نازک گلابی رخساروں، وصل، بے پروائی، ظلم، فراق، عتاب، شوق، قلق، غرض کہ اس قسم کی باتوں کا ذکر ہوتا ہے جو قلب کو شراب کے نشے سے بھی زیادہ بگاڑ دیتی ہیں۔کہاں ایک دن کا ناپائدار نشہ اور کہاں حقیقی محبت کا دائمی ردعمل کہ جس کا متوالا اگر ہوشیار ہوتا ہے تو ہلاک ہوچکنے کے بعد بھی ہوشیار ہوتا ہے۔ سماع کا نشہ معلوم ہے کہ شراب کے نشے سے زیادہ سخت ہوتا ہے، اس سے انکار کرنا ذوق و احساس سے انکار کرنا اور حقیقت کو جھٹلانا ہے۔اگر طبیب مریض کو معمولی بدپرہیزیوں سے منع کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بڑی بدپرہیزیوں کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ کہنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے کہ فلاں فلاں ولی اللہ نے ایسا کیا ہے۔اگر یہ صحیح ہو تو دوسرے بکثرت اولیاء نے اس کی مذمت بھی کی ہے اور ایک ولی اللہ دوسرے ولی اللہ پر اعتراض کرسکتا ہے، اولیاء اللہ میں باہم جنگ بھی ہوچکی ہے اور جنگ صفین میں جب طرفین کی فوجیں بڑھیں تو لوگوں نے کہا کہ جنتی جنتیوں سے لڑنے چلے ہیں! اگر ولی اللہ کسی مکروہ و ممنوع فعل کا مرتکب ہو تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہفوات سے ولی اللہ اپنی ولایت سے محروم نہیں ہو جاتا۔ پھر یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اولیائے سلف میں سے کسی نے بھی ایسے بدعتی سماع میں شرکت کی جو دلوں کو شدید ترین فتنوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

نوٹ: ......ولی اللہ ہوتا ہی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا پابند ہو۔قرآن حکیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۵

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اسحاق بن موسیٰ رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اہل مدینہ کس قسم کے گانے کو مباح سمجھتے ہیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ فعل ہمارے یہاں صرف فاسق ہی کرتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کی یہ تصریح ان کے مذہب کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے۔

بعض لوگوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی نسبت کہا ہے کہ انہوں نے ستار یا سارنگی سے شغل کیا ہے، یہ ایک سخت تہمت ہے جو جاہلوں کی ایجاد کردہ ہے۔ یہ میں نے اس لیے بیان کر دیا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی اور محمد بن طاہر مقدسی نے اس باب میں بکثرت حکایات و آثار نقل کیے ہیں، تو جو لوگ علم صحیح اور احوال سلف سے واقف نہیں ہیں وہ ان کی تحریروں سے دھوکے میں پڑ سکتے ہیں۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی میں نیکی، زہد، دین اور تصوف تھا، مگر وہ اپنی کتابوں میں اپنے مقصود کے مطابق صحیح اور غلط روایات جمع کر گئے ہیں، چنانچہ ان کی کتابوں میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو دین میں نفع پہنچا سکتی ہیں اور ایسی باتیں بھی ہیں جو ناواقفوں کے لیے نقصان دینے والی ہیں۔ بعض اہل علم نے ان کی روایت قبول کرنے میں تامل بھی کیا ہے حتیٰ کہ امام بیہقی جب ان سے روایت کرتے تھے تو تصریح کر دیا کرتے تھے کہ یہ ابوعبدالرحمٰن نے ہی اپنے اصل سماع سے سنایا ہے۔ محمد بن طاہر مقدسی اچھے محدث تھے اور حدیث رجال حدیث سے پوری واقفیت رکھتے تھے مگر اکثر متاخرین اہل حدیث و اہل زہد کی طرح وہ بھی ہر صحیح و غلط روایت کو جمع کر دیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر مسئلہ سماع کے متعلق احادیث و آثار جمع کرنے والوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اکثر متاخرین اہل حدیث واہل زہد واہل فقہ واہل تصوف کی عادت ہے کہ جب وہ کسی مسئلے میں کوئی کتاب لکھتے ہیں تو اس میں بلا امتیاز صحیح اور غلط سب کچھ درج کر جاتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے مہینوں، وقتوں، اعمال، عبادات، فضائل اور اشخاص وغیرہ مباحث پر کتابیں لکھی ہیں ان کا یہی حال ہے، اسی طرح بعض لوگوں نے رجب وغیرہ کے روزے، خاص خاص دنوں کی نمازوں، مثلاً اتوار کی نماز، دوشنبہ کی نماز، سہ شنبہ کی نماز، رجب کے پہلے جمعہ کی نماز، نصف شعبان کی نماز، عیدین کی دونوں راتوں کی شب بیداری اور یوم عاشورہ کی نماز وغیرہ امور پر رسائل اور کتابیں لکھی ہیں حالانکہ ان کی درج کردہ احادیث بالاتفاق اہل حدیث، موضوع اور جھوٹی ہیں۔

رجب کے روزے کی نسبت سب سے زیادہ مستند حدیث وہ ہے جو ابن ماجہ نے روایت کی ہے مگر اس میں صاف وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے روزے سے منع فرمایا ہے، نیز ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رجب کے مہینے میں روزہ رکھنے والوں کو اپنے درے سے مارتے تھے اور انہیں روزہ افطار کرنے پر مجبور کر دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رجب کو رمضان کے مشابہ نہ بناؤ۔

مذکورۂ بالا نمازوں کے بارے میں سب سے بہتر حدیث وہ ہے جو صلوٰۃِ تسبیح کے متعلق وارد ہے، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے، لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ابن مبارک رحمہ اللہ سے اس نماز کے متعلق ایک ایسا قول مروی ہے جس سے وہ فرض نماز کے درجے میں آ جاتی ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ تمام آثار واحادیث موضوع اور سراسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کذب و بہتان ہیں، حالانکہ انہیں ابو طالب مکی، ابو حامد الغزالی، شیخ عبد القادر جیلانی، ابوالقاسم بن عساکر، ابوحفص بن شاہین، عبدالعزیز کنانی، ابوعلی بن بنا، ابو الفضل بن ناصر وغیرہم نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور ابو الفرج ابن جوزی نے بھی اسی قسم کی بعض احادیث اپنی کتاب فضائل شہور میں روایت کی ہیں، مگر اپنی کتاب موضوعات میں صاف تصریح کر دی ہے کہ وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۶

عقائد و اعمال میں معیارِ صحت:

ان تمام گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ سے جو آثار نقل کیے جاتے ہیں انہیں آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ ان کی تحقیق ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح معقولات و نظریات میں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اذواق و مواجید و مکاشفات و مخاطبات میں بھی تحقیق و تدقیق ضروری ہے، کیونکہ ان تینوں صنفوں، منقولات، معقولات اور مواجید میں حق بھی ہوتا ہے اور باطل بھی، لہٰذا دونوں کی تمیز و تفریق لازمی ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ جو چیز کتاب اللہ اور صحیح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہو وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ٥٩)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔“

(اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولوا الامر کی اطاعت اسی وقت کی جائے گی جب کہ ان کی دعوت اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ہوگی، ورنہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مخلوق کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جائز نہیں۔ ع۔ ح)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل ۷

جو کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء ناچ رنگ میں شرکت کرتے اور اس سے محبت ورغبت رکھتے تھے تو وہ کذاب اور مفتری ہے۔ بلکہ شیطان ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے اور ان کے دلدادوں پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ شیطان نے کہا اے رب! میرے لیے ایک گھر خاص کر دے تو اللہ نے فرمایا تیرا گھر حمام ہے، اس نے کہا میرے لیے ایک قرآن بنا دے (قرآن کے لفظی معنی ہیں ہر وہ کلام جو بار بار پڑھا جائے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا قرآن شعر ہے، اس نے کہا میرے لیے ایک مؤذن مقرر کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا مؤذن مزمار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ﴾ (الاسراء: ٦٤)

''تو اپنی آواز سے جسے بلا سکتا ہے بلا اور اپنے لاؤ لشکر سے ان پر یورش (یلغار) کر۔''

شیطان کی آواز کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ گاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا نُهِيتُ عَنْ صَوْتَيْنِ اَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ صَوْتِ لَهْوٍ وَّلَعْبٍ وَّ مَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ وَصَوْتِ لَطْمِ خُدُوْدٍ وَّ شَقِّ جُيُوْبٍ وَّدُعَاءٍ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"مجھے دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ لہو ولعب اور مزامیر شیطان کی آواز اور منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور جاہلیت کے نعروں کی آواز۔"

اہل مکاشفات میں اکثر کو یہ کشف ہو چکا ہے کہ گانے بجانے کی مجالس میں شیطان موجود رہتے ہیں اور شیطان اہل مجلس میں سے بعض پر مسلط ہو جاتے ہیں اور انہیں شیطانی وجد میں مبتلا کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ ان میں سے بعض حاضرین کے سروں پر بھی ناچنے لگتے ہیں۔ بعض اہل کشف مشائخ نے تو یہاں تک دیکھ لیا کہ شیطان نے انہیں اٹھا لیا اور انہیں لے کر ناچنے لگا، پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور بھاگ گیا اور یہ گر پڑے۔

ان امور میں ایسے اسرار و حقائق پنہاں ہیں کہ ان کا ادراک و مشاہدہ صرف ایمانی بصیرت اور ایقانی مشاہدہ رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں لیکن جو کوئی شریعت کی پابندی کرتا اور بدعتی راستوں سے دور رہتا ہے تو اگرچہ وہ ان اسرار و حقائق سے واقف نہ ہو، ہدایت یاب ہوتا اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا مالک بن جاتا ہے۔ اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو رہنما کے پیچھے مکہ کو جاتا ہے، وہ شخص اگرچہ راستے اور اس کے پیچ وخم سے ناواقف ہوتا ہے، وہ ہر جگہ پانی اور کھانا پاتا اور منزل مقصود پر شاد کام پہنچ ہی جاتا ہے۔ لیکن جو کوئی سچے رہنما کے پیچھے نہیں چلتا تو وہ راستہ سے ہٹ جاتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے یا ایک مدت پریشان رہنے کے بعد پھر رہ راست پر آ جاتا ہے اور سچے رہنما رسول اللہ ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بشیر ونذیر، سراجِ منیر اور صراطِ مستقیم کا ہادی بنا کر بھیجا ہے۔

شیطان کے آثار جاہلانہ سماع کے دلدادوں پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ منہ سے تھوک اڑتا ہے اور مکروہ چیخیں بلند ہونے لگتی ہیں، ٹھیک ان لوگوں کی طرح جن پر مرگی کا دورہ ہوتا ہے اور جنہیں شیطان پچھاڑ ڈالتا ہے۔ نیز ان کے جذبات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور شیطان کی مراد کے مطابق ان پر جوش طاری ہو جاتا ہے۔ کبھی مذموم شہوت زور پکڑتی ہے تو کبھی غصہ سے بے خود ہو جاتے ہیں۔ کبھی مظلوم پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو کبھی منہ پیٹتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گریبان چاک کر لیتے ہیں۔ کبھی نامرادوں کی سی چیخ مارتے ہیں۔ غرض کہ اس قسم کے شیطانی آثار ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ شراب کے متوالوں کی طرح مضراب کی آواز کے متوالے بھی ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں، نماز سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ قرآن کی حلاوت انہیں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے معانی کے فہم اور اس کی پیروی سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔

اس طرح یہ لوگ ان لوگوں کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں جو لہو ولعب خرید کر اللہ کی راہ سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ پھر ان میں بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور اپنے شیطانی احوال کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح بعضوں کی نظر آدمی کو قتل کر ڈالتی ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب یہ اپنے شیطانی احوال سے کسی کو قتل کریں تو ان سے قصاص لینا چاہیے کیونکہ وہ قاتل وظالم ہیں۔

یہی حال کافر، بدعتی اور ظالم فقراء کا بھی ہے۔ ان میں بھی کبھی مشرکین واہل کتاب کی طرح زہد وعبادت پائی جاتی ہے اور بے دین خوارج کا بھی یہی حال تھا جن کی نسبت نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَقِرَاءَتَهٗ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ.))

''تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے۔ اپنے روزوں اور اپنے قراءت کو ان کے روزوں اور قراءت کے سامنے بے حقیقت خیال کرو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔''

ان تمام روحانی فساد پر بھی کبھی باطنی احوال ان لوگوں کا حاصل ہو جاتے ہیں۔ باطنی اقتدار کا معاملہ ظاہری اقتدار کی طرح ہے۔ جس طرح ظاہری قوت واقتدار مومن وکافر سب کو حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح باطنی اقتدار بھی سب حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ ہو سکتے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور پرہیز گاری ان کا شعار ہے۔

ظاہری و باطنی قوت و اقتدار ولایت کے لیے لازم نہیں ہے کبھی ولی اللہ کو یہ دونوں اقتدار حاصل ہوتے ہیں اور کبھی وہ کمزور ہوتا ہے، یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے۔ اسی طرح اللہ کا دشمن کبھی کمزور ہوتا ہے اور کبھی طاقت ور ہوتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے لے۔ اور کبھی کفار کو مومنین پر غلبہ بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو کئی مرتبہ مغلوب ہو جانا پڑا تھا لیکن نتیجہ ہمیشہ متقین ہی کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (المؤمن: ۵۱)

”بے شک ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی مدد کریں گے دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔“

جب مسلمان کمزور ہوتے ہیں اور دشمن ان پر غالب ہوتا ہے تو اس کی وجہ خود مسلمانوں کے اپنے قصور اور گناہ ہوتے ہیں جو واجبات کی ادائیگی میں ظاہراً و باطناً کوتاہی کرتے ہیں اور ظاہری و باطنی آپس کی عداوت انہیں کمزور کر ڈالتی ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

”مقابلہ کے دن تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ پھیر لی تھی، انہیں تھوڑے سے نفع پر شیطان نے بھٹکا دیا تھا۔“

اور فرمایا:

﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا قُلْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾ (آل عمران: ١٦٥)

"جب تم پر مصیبت پڑی تو تم نے کہا کہ یہ کہاں سے آئی؟ (اے رسول!) کہ دیجیے کہ یہ خود تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج: ٤٠، ٤١)

"اور اللہ انہیں نصرت دے گا جو اسے نصرت دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں استحکام دے دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے، اور تمام معاملات کا نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ۸

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ تالیاں بجانا، گانا، ڈھول بجانا، بانسریاں بجانا، ایسی مجالس میں شریک ہونا اور اسے عبادت و دین سمجھنا اسلام سے نہیں ہے، نہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے، نہ آپ کے خلفاء نے روا رکھا ہے نہ مسلمانوں کے کسی امام نے اسے مستحسن قرار دیا ہے اور نہ دینداروں میں سے کسی نے بھی کبھی یہ فعل کیا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ صحابہ کے زمانہ میں، نہ تابعین کے زمانہ میں، نہ تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ خیر القرون میں کوئی مسلمان بھی اس قسم کے سماع میں کبھی شریک نہیں ہوا، نہ حجاز میں، نہ شام میں، نہ یمن میں، نہ عراق میں، نہ خراسان میں، نہ مغرب میں اور نہ مصر میں، بلکہ یہ چیز سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ یہ تیسری صدی میں ایجاد کی گئی ہے اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی نسبت فرمایا کہ بغداد میں میں ایک ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل...... ۹

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص سمع و رقص کو پسند کرتا ہے اور دوسرے شخص نے اسے اس فعل سے منع کیا تو اس پر اس نے حسب ذیل اشعار کہے:

انکروا رقصا وقالوا حرام
فعليكم من اجل ذاك سلام

''انہوں نے رقص کو ناپسند کیا اور کہنے لگے کہ حرام ہے تو اسی لیے ہمارا بس ان کو سلام ہے۔''

اعبدالله يا فقيه وصل
والزم الشرع فالسماع حرام

''اے فقیہ! اللہ کی عبادت کر، نماز پڑھ، اور شریعت کی پابندی کر، کیونکہ سماع حرام ہے۔''

بل حرام عليك ثم حلال
عند قوم احوالهم لاتلام

''بے شک تیرے لیے حرام ہے، مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جو خاص احوال رکھتے ہیں اور جن کے احوال قابل ملامت نہیں۔''

مثل قوم صفوا وبان لهم من
جانب السطور جذوة وكلام

''ان لوگوں کی طرح وہ ہیں جو پاک ہو گئے ہیں اور جن کے لیے طور کے پہلو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے روشنی اور کلام ظاہر ہوا تھا۔"

فاذا قوبل السماع بلهو
فحرام علی الجميع حرام

"اگر یہ سماع لہو ولعب کے مقابلہ میں رکھا جائے تو بے شک سب کے لیے حرام ہے۔"

تو شرعاً ایسے آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

شیخ الاسلام نے جواب دیا: الحمد لله رب العالمين ان اشعار میں بہت بری بات کہی گئی اور جھوٹ بولا گیا ہے۔ان کا آغاز شریعت کی مخالفت سے ہوتا ہے اور اختتام زندیقیت اور الحاد کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ان اشعار میں اس جماعت کے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے جنہوں نے آگ دیکھی تھی اور جن سے طور پر سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کی تھیں۔ یہ محض شاعری نہیں ہے بلکہ اس گروہ کا خیال ہی یہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اپنی خودساختہ ریاضتوں کے ذریعہ سے وہ اس درجہ تک پہنچ سکتے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ ان سے ہم کلام ہونے لگے گا۔

اور ایسے لوگ حقیقت میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اپنی خرافات شامل کر کے دوسروں کو گمراہ کرتے اور شیطان کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ سے ہم کلام ہونے کا بعض اہل سماع کا دعویٰ:

اس گروہ میں تین قسم کے لوگ ہیں:

۱۔ ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ کر اللہ ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور یہی اعتقاد وحدۃ الوجود کا مذہب رکھنے والوں کا بھی ہے۔مثلاً مصنف فصوص الحکم (ابن عربی) وغیرہ۔ان کا دعویٰ ہے کہ وہ انبیاء سے بڑھ کر ہیں اور یہ کہ ان سے اللہ کا کلام ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد علیہم السلام سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہوتا ہے! تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے اس کلام سے ظاہر ہے ان لوگوں کا کفر یہود و نصاریٰ سے کہیں زیادہ سخت ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ انبیائے کرام علیہم السلام کو باقی تمام لوگوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بعض انبیاء کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔

۲۔ دوسرے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ ان سے بالکل اسی طرح باتیں کرتا ہے جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کی تھیں۔ یہی خیال فلاسفہ اور ان کے صوفیہ کا بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام محض ایک فیض تھا جو عقل فعال کی طرف سے ان کے قلب پر جاری ہو گیا تھا اور ان کا خیال ہے کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام افضل تھے مگر ریاضت کر کے آدمی وہ خطاب سننے لگ جاتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا۔ اگرچہ خطاب کے اصلی مخاطب صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ مشکوٰۃ الانوار میں یہی لکھا ہے اور دوسرے بہت سے لوگوں کا بھی یہی خیال ہے۔

شاعر کا یہ کہنا کہ: ''اے فقیہ! تو شریعت کی پابندی کر اور نماز پڑھ'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ تم لوگ شریعت کو مانو، رہ گئے ہم لوگ، تو ہمارا راستہ شریعت کے علاوہ کوئی اور ہے، تو جس شخص کا دعویٰ یہ ہو کہ رضوان الٰہی اور ثواب الٰہی تک پہنچنے کا شریعت کے ماسوا دوسرا طریقہ ہے تو وہ کافر ہے، اس سے توبہ کرانی چاہیے، اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن ماردینی چاہیے۔

ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ بندہ رسولوں کی پیروی کے بغیر بھی اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ خواص اولیاء اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اسی طرح مستغنی ہیں جس طرح حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے مستغنی تھے، لیکن یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے لیے مبعوث نہیں کیے گئے تھے اور ان کی پیروی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ہر انسان پر واجب ہے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کا معاملہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت [illegible]

[illegible]

گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو [illegible]

[illegible]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل ۱۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ مؤذن مینار پر کھڑے ہو کر ایسے اشعار پڑھتا ہے جن میں فراق اور احباب کی جدائی کا ذکر ہوتا ہے، ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا اور مؤذن سے کہا کہ اس کے بدلے تم تسبیح و تحمید کرو اور ربانی قصائد پڑھو۔ اس شخص کا اعتراض اور تجویز صحیح ہے یا غلط؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا:

الحمد للہ! بے شک مؤذن کو ایسے اشعار پڑھنے سے منع کرنا چاہیے جو نوحہ و ماتم اور مراثی کی قسم سے ہو، نیز غزلیں پڑھنے سے بھی روکنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے میں بہت سی خرابیاں ہیں اور اس میں وہ ذکر الٰہی بھی نہیں ہے جو مؤذن کے لیے مشروع ہے۔ ایسے اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جن میں توبہ و استغفار اور عبرت و موعظت موجود ہو۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روزے کی حقیقت

اس رسالے میں امام ابن تیمیہ نے مفاسد روزہ بیان کیے ہیں کہ کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور ان کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطبہ

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا .)) ❶

❶ یہ خطبہ' خطبہ حاجت کے نام سے مشہور ہے۔ صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے کلام اور خطبوں سے پہلے اسے پڑھا کریں جس سے اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ سے مدد چاہیے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے رسائل اور کتابوں میں اس خطبہ سے آغاز کرنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ جس سے آپ کے اتباع سنت اور اس کو زندہ کرنے کے جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں نے مکتبہ ظاہریہ کے مخطوطہ میں ان کی تحریر پڑھی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حاشیہ میں اسے درج کر دیا جائے۔ اس خطبہ کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

میں نے عوام الناس کو خطاب کرنے، عام و خاص سارے لوگوں کو مخاطب بنانے، انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دینے، اس کی ان کے اندر سمجھ پیدا کرنے اور انہیں وعظ ونصیحت کرنے اور مجادلہ ومباحثہ کرنے میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ اس نبوی خطبہ سے خطاب ہو جب کہ ہمارے زمانے کے شیوخ جن سے ہم نے اخذ واکتساب کیا ہے اور دوسرے لوگ مساجد ومدارس میں تفسیر وفقہ کی مجلسوں کا افتتاح دوسرے خطبوں سے کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں:

" الحمد للّٰه رب العالمين وصلى اللّٰه على خاتم النبيين وعلى اله وصحبه اجمعين ورضى اللّٰه عنا وعنكم وعن مشايخنا وعن جميع المسلمين" یا " وعن السادة الحاضرين و جميع المسلمين"

اسی طرح میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ نکاح میں وہ مسنون خطبہ نہیں پڑھتے اور ہر قوم دوسری سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف نکاح کے لیے ہی خاص نہیں ہے بلکہ تمام ضروریات کے لیے یہ خطبہ ہے اور نکاح بھی اس میں شامل ہے۔

تمام عادات وعبادات میں اور اقوال واعمال میں شرعی سنتوں کا خیال رکھنا ہی صراط مستقیم کا ملتجا ہے اور جو اس کے ماسوا ہے اگرچہ شریعت نے اس سے روکا نہ ہو لیکن اس میں نقص ہے اور وہ نظر انداز کر دینے کے لائق ہے۔ کیونکہ بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔"

میرا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں میں نے اس باب کی ساری احادیث کو جمع کر دیا ہے، ان کے طرق اور الفاظ، صحیح اور غیر صحیح وغیرہ کی تخریج کی ہے اور ان سے متعلق بعض نوٹس بھی بڑھائے ہیں۔ چند سال قبل یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے اور مکتب اسلامی نے مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔

نوٹ: ...... حدیث کے تمام سلسلوں میں شہادتین میں شہادت کا فعل واحد استعمال ہوا ہے جب کہ اس سے پہلے تمام افعال جمع استعمال ہوئے ہیں۔ اس میں ایک لطیف حکمت ہے جسے شیخ الاسلام نے اجاگر کیا ہے۔ میں نے اپنے اس رسالہ میں اسے نقل کیا ہے۔ جسے ضرورت محسوس ہو اس رسالہ کے ص ۱۵ پر دیکھ لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱):

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟

اس کی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جو نصوص اور اجماع سے ثابت ہے اور وہ یہ ہیں: کھانا پینا اور جماع کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

''اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو، نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ سیاہی شب کی دھاری سے سپیدۂ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے، تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔''

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس آیت شب باشی، کھانے اور پینے سے روزہ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے یہ حکم گزر چکا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ سمجھتے تھے کہ روزہ کھانے پینے اور جماع کرنے سے رکے رہنے کا نام ہے اور ''صیام'' (روزہ) کا لفظ وہ اسلام سے پہلے بھی استعمال کرتے تھے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''عاشورہ وہ دن ہے جس میں قریش دورِ جاہلیت میں بھی روزہ رکھتے تھے۔'' ❶

متعدد سلسلوں سے روایتیں ملی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی فرضیت سے پہلے یوم عاشورہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور ایک منادی روزہ رکھنے کا اعلان کرتا تھا۔ ❷ معلوم ہوا کہ اس لفظ کا محل استعمال ان کے ہاں مشہور تھا۔

اس طرح نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ حیض کا خون روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ حائضہ روزے نہ رکھے بلکہ ان کی قضا کرے یہ بھی لقیط بن صبرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ناک میں پانی خوب ڈالو، ہاں اگر تم روزے سے ہو تو درست نہیں ہے۔'' ❸

---

❶ مسلم کے الفاظ (۱۴۶:۳) یہ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''قریش جاہلیت میں عاشورہ کے روزے رکھتے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کا مہینہ فرض ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کے روزے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔''

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں عاشورہ کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام لانے والے ایک شخص کو حکم دیا کہ ''لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے کھا لیا ہے وہ بقیہ دن روزے سے رہے اور جس نے نہیں کھایا ہے وہ روزہ رکھے اس لیے کہ آج یوم عاشورہ ہے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے (۱۴۹۸/۱) اس کی تخریج کی ہے اور لفظ انہی کے ہیں اور مسلم اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

❸ صحیح حدیث ہے، چاروں اصحاب سنن نے اور ابن جارود نے منتقی (۴۶) میں، حاکم (۴۸۰۱) نے مستدرک میں، طیالسی نے مسند (۱۳۴۱) میں اور احمد (۳۳۰۴) نے لقیط کے واسطے سے مرفوع روایت کی ہے۔ الفاظ یوں ہیں: ''اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کر لیا کرو۔ اور ناک میں پانی خوب ڈالا کرو......'' حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ ذہبی اور دوسرے لوگوں نے ان کی موافقت کی ہے جیسا کہ صحیح سنن ابی داؤد میں مذکور ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ ناک میں پانی ڈالنا روزہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔ سنن میں دو حدیثیں ہیں۔ ایک ہشام بن حسان بواسطہ محمد بن سیرین بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو قے آ جائے اور وہ روزے سے ہو تو اس پر قضا واجب نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کر دے تو وہ قضا کرے۔''

یہ حدیث اہل علم کے ایک گروہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے، بلکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس میں کچھ نہیں ہے۔ خطابی کہتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ ترمذی کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے صرف عیسیٰ بن یونس کے واسطہ سے یہ حدیث معلوم ہے اور فرمایا: میں اسے محفوظ نہیں سمجھتا۔ کہتے ہیں: اور یحییٰ ابن ابی کثیر نے عمر بن الحکم کے واسطے سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال نہیں تھا کہ قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

خطابی کہتے ہیں: ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ حفص بن غیاث نے ہشام سے اس کی روایت کی ہے جس طرح عیسیٰ بن یونس سے کی ہے، وہ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس امر میں اہل علم میں کوئی اختلاف بھی ہے کہ جسے قے آ جائے اس پر قضا واجب نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کر دے اس پر قضا واجب ہے البتہ کفارہ کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ عام اہل علم کا کہنا ہے کہ قضا کے علاوہ کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے، اور عطا کہتے ہیں: اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے، اور اوزاعی روایت کی ہے اور یہ ابو ثور کا قول ہے کہ میں کہتا ہوں کہ پچھنا لگوانے والے پر کفارہ کے وجوب کے سلسلے میں جو ایک روایت امام احمد سے منقول ہے اس کا تقاضا یہی ہے، اس لیے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوانے پر قضا کو واجب قرار دیا ہے تو جان بوجھ کر قے کرنے والے پر بدرجہ اولیٰ قضا واجب ہو گی لیکن ظاہری مسلک یہی ہے کہ کفارہ بغیر جماع کے واجب نہیں ہے جیسے امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں نے اس حدیث کو ثابت نہیں مانا ہے انہیں کوئی ایسا سلسلہ معلوم نہ ہو سکا جس پر وہ اعتماد کر سکتے۔ انہوں نے اس کی علت بھی واضح کر دی ہے یعنی یہ کہ عیسیٰ بن یونس منفرد ہیں حالانکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ حفص بن غیاث نے ان کی موافقت کی ہے ❶ اور ایک دوسری حدیث اس کی گواہی دیتی ہے۔

اور وہ حدیث وہ ہے جسے احمد اور اہل سنن جیسے ترمذی نے ابوداؤد رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور روزہ توڑ دیا۔ میں نے اس کا تذکرہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے کہا: انہوں نے صحیح کہا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی انڈیل کر دیا تھا۔ لیکن احمد کے الفاظ یہ ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پھر وضو کیا۔“ احمد نے اس کی روایت حسین المعلم کے واسطے سے کی ہے۔ ❷

---

❶ شیخ الاسلام اس ترجیح کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ جو علت بیان کی گئی ہے وہ پائی نہیں جاتی یعنی عیسیٰ بن یونس کا تنہا ہونا کیونکہ حفص بن غیاث نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ دونوں شیخ الاسلام کے بقول ثقہ ہیں، حجت ہیں جن سے شیخین نے استدلال کیا ہے اور ان دونوں کے سلسلے سے ابن ماجہ (۱۶۷۶) نے حاکم (۱/۴۲۷) ہشام بن حسان کے واسطے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ: ”شیخین کی شرط کے مطابق حدیث صحیح ہے“ اور امام ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ حدیث صحیح ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ عیسیٰ بن یونس تنہا ہیں تو بھی حدیث صحیح ہے کیونکہ وہ ثقہ ہیں، مامون ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ”التقریب“ میں لکھا ہے، اس لیے ان کا تنہا ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بھلا یہ حدیث صحیح کیوں نہ ہو گی جب کہ ان کی موافقت بھی ہو گئی ہے۔

❷ اسی طرح دوسری روایتیں بھی آتی ہیں۔ مسند احمد (۶/۴۴۳) کی یہ حدیث جو حسین کے طریق کے ہے یحییٰ ابن ابی کثیر کے واسطے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے بتایا عبدالرحمٰن ابن عمرو الاوزاعی نے بواسطہ یعیش بن ولید بن ہشام نے، اور انہیں بتایا ان کے باپ نے، وہ کہتے ہیں مجھے بتایا معدان بن ابی طلحہ نے کہ ابوداؤد نے انہیں بتایا ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پھر روزہ توڑ دیا۔“ وہ کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ ابوداؤد نے مجھے بتایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور روزہ توڑ دیا تو انہوں نے کہا: وہ سچے ہیں، میں نے آپ کو وضو کا پانی انڈیل کر دیا تھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اثرم کہتے ہیں، میں نے احمد سے کہا: لوگ اس حدیث کے بارے میں مذبذب ہیں تو انہوں نے کہا: حسین المعلم اس کو صحیح بنا دیتے ہیں اور ترمذی کہتے ہیں: حسین کی اس حدیث

احمد کے نزدیک اصل الفاظ "قاء فاء فطر" ہیں لیکن لوگوں نے "قاء فتوضاء" کو ان کی طرف منسوب کر دیا اور اس میں مؤلف نے اپنے دادا مجد الدین عبد السلام کی پیروی کی ہے کیونکہ انہوں نے "المنتقٰی" میں اسی طرح نقل کیا ہے اور "رواہ احمد والترمذی" کی مہر بھی لگادی۔

اس غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب "التحقیق" (۱/۱۳۰) میں امام احمد کے طریق سے مذکورہ سند کے ساتھ حسین المعلم کے واسطے سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں الفاظ "قاء فتوضاء" کے ہیں۔ ابو داؤد اور دارمی نے اور طحاوی نے اپنی دونوں کتابوں میں اور ابن الجارود، دارقطنی، بیہقی، ان تمام لوگوں نے حسین کے طریق سے المسند کی روایت کی طرح روایت کی ہے البتہ ترمذی ان سے مختلف ہیں انہوں نے اسی سلسلہ کو دوسرے الفاظ "قاء فتوضاء" سے روایت کیا ہے لیکن مشہور محقق احمد شاکر رحمہ اللہ نے ترمذی پر اپنے حواشی میں یہ ذکر کیا ہے کہ اس لفظ کے سلسلے میں ترمذی کے مختلف نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نسخے میں پہلے الفاظ ہیں اور کسی نسخے میں بعد کے الفاظ ہیں اور کسی نسخے میں ان دونوں کو جمع کر دیا ہے یعنی "فافطر فتوضاء" ہے۔ اس روایت کی شہادت اس روایت سے بھی ملتی ہے جو مسند (۶/۴۴۹) مطبوعہ مکتبہ اسلامی میں دوسرے طریق سے بواسطہ یعیش بن الولید پوری سند سے ساتھ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کر دی پھر روزہ توڑ دیا۔ آپ کے پاس پانی لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا" اور اس کے سارے رجال ثقہ ہیں، اگر یہ مضطرب نہ ہوتی یا اضطراب کی وجہ نہ پائی جاتی جس کی طرف اثرم کا کلام اشارہ کر رہا ہے۔"

اس پوری جماعت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو احمد (۵/۲۷۷) اور دوسرے لوگوں نے دوسرے طریق سے بواسطہ بلج بواسطہ ابو شیبہ ابو الطہری کی ہے وہ کہتے ہیں۔ ثوبان نے کہا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قے کی پھر روزہ توڑ دیا۔ یہ بھی معلوم نہیں کون ہیں اور نہ ان کے شیخ کا کچھ پتہ ہے، جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔ اور ابن حبان نے اپنے قاعدے کے مطابق ان دونوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور انہی کی اتباع احمد شاکر نے کی ہے۔ انہوں نے بھی اس توثیق پر اعتماد کر کے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اس توثیق کی تنقید، جس کا تذکرہ علماء نے کیا ہے ان سے مخفی رہی جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت بعض متحللین حدیث کی تردید میں اپنے ایک رسالے میں کی ہے لیکن یہ چیز پہلی سند کے لیے شاہد ہونے سے اسے نہیں روک سکتی۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ٹھہرا کہ جماعت کی روایت ترمذی کی تیسری روایت کی مخالف نہیں ہے اور احمد کی روایت اس کی گواہی دیتی ہے اس لیے کہ جماعت کی روایت ثوبان رضی اللہ عنہ کے قول میں وضو پر بھی مشتمل ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے رسولؐ نے قے کی اور روزہ توڑ دیا اور وضو کیا۔ اس مفہوم پر تمام روایات متفق نظر آتی ہیں اور ان میں کوئی (جاری ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں صرف یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا اور مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وضو کرنا مسنون ہے اگر یہ کہا جائے کہ قے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے تو اس میں حدیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

یہ اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اسی سے انہوں نے قے کے بعد وضو کے وجوب پر استدلال کیا ہے حالانکہ اس سے وجوب معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ اگر اس سے شرعی وضو مراد لیا ہے تو اسی طرح بعض صحابہ سے نکلنے والے خون سے وضو کے واجب ہونے کے سلسلے میں بعض چیزیں آتی ہیں۔ ❶ لیکن اس میں وجوب پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے اور شرعی دلائل میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو وجوب کو

(بقیہ حاشیہ) اختلاف نہیں رہ جاتا۔ رہی ابو شیبہ الطہری کی روایت جس میں وضو کا ذکر نہیں ہے، تو ضعیف الاسناد ہونے کے باوجود اپنے ماقبل کی روایت کی مخالفت نہیں کرتی جس میں وضو کا اضافہ ہے اس لیے کہ ثقہ کا اضافہ قابل قبول ہے، چاہے کسی دوسرے ثقہ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ تو جس چیز کا اس میں تذکرہ نہیں ہے وہ ضعیف کیسے ہوگی؟

❶ مجھے نہیں معلوم کہ اس سلسلہ کی کوئی چیز صحابہ سے ثابت ہے، سوائے اس عمل کے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نکسیر کے بارے میں منقول ہے۔ امام مالک کے الموطا (۳۸/۱۔۴۶) میں نافع سے روایت کی ہے کہ ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب نکسیر آتی تو واپس جاتے اور وضو کرتے پھر لوٹ آتے، نماز مکمل کرتے اور کسی سے بات نہ کرتے۔'' مالک اور ان کے علاوہ ایک جماعت کے طریق سے بیہقی نے اس کی تخریج ''السنن الکبریٰ'' (۲۵۶/۲) میں کی ہے اور لکھا ہے کہ ''یہ عمل ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔'' پھر انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے تین طرق سے روایت کی ہے جو سب ضعیف ہیں لیکن میں نے اس کا ایک چوتھا طریق پایا ہے جس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' (۲:۱۰۱۴) میں کی ہے: ہمیں بتایا علی بن مسہر نے بواسطہ سعید، بواسطہ قتادہ، بواسطہ فلاس، بواسطہ علی رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں جب نماز میں آدمی کو نکسیر پھوٹ جائے یا قے ہو جائے تو اسے وضو کر لینا چاہیے اور بات نہ کرے اور اپنی نماز مکمل کرے۔'' یہ صحیح سند ہے اگرچہ فلاس نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے۔ اور الجوہر النقی (۲۵۲/۲) میں ابن ترکمانی کا قول کہ ''یہ صحیح کی شرط پر ہے'' صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے مجموعی طرق کے اعتبار سے صحیح ہے بلکہ یہی ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

پھر ابن ترکمانی (۱۴۲/۱، ۱۴۳) کہتے ہیں اور ابن عبدالبر کی ''الاستذکار'' میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معروف مسلک نکسیر سے وضو کا واجب ہونا ہے اور یہ وضو کو توڑ دیتی ہے جب کہ خون بہ رہا ہو۔ اسی طرح جسم سے بہنے والے ہر خون کا یہی حکم ہے۔ اس کے مثل علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ نکسیر اور جسم سے بہنے والا ہر خون حدث ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بتلائے بلکہ دار قطنی وغیرہ نے حمید بن انس سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پچھنا لگوایا اور وضو نہیں کیا، اور پچھنے کی جگہ کو دھونے سے زیادہ اور کچھ نہ کیا۔ ❶ اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے "حجۃ المخالف" میں اس کی روایت کی ہے اور اسے ضعیف نہیں کہا ہے۔ حالانکہ ان کی عادت یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے جرح کرتے ہیں۔ ❷

رہی وہ حدیث جو روایت کرتی ہے کہ "تین چیزیں روزہ نہیں توڑتی ہیں: قے ۔ پچھنا

⇦⇦⇦ ہے۔" میں کہتا ہوں: "بہنے والے خون کا حکم نکسیر سے ملانا اور اس کی نسبت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا اس روایت کی نفی کرتا ہے جو ابن ابی شیبہ نے بکر بن عبد اللہ المزنی سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں "میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے چہرے کی ایک پھنسی اکھیڑ دی اور اس سے کچھ خون نکل آیا، چنانچہ آپ نے اپنی انگلی سے اسے رگڑ دیا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔"
اور اس کی سند صحیح ہے۔

❶ اس کی تخریج دار قطنی (ص ۵۵، ۵۷) نے صالح بن مقاتل کے طریق سے کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا ابی نے اور انہیں بتایا ابو ایوب سلیمان بن داؤد نے حمید کے واسطے سے اور ان کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کے رسولؐ نے پچھنا لگوایا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا اور پچھنے کی جگہوں کو دھونے سے زیادہ اور کچھ نہ کیا۔"
اور دار قطنی کے طریق سے بیہقی نے اس کی تخریج کی ہے (۱۴۱:۱) اور کہا ہے: اس کی سند میں ضعیف لوگ ہیں۔
میں کہتا ہوں: اس سے ان کی مراد صالح اور ان کے باپ سلیمان ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان" میں لکھا ہے اور دار قطنی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے صالح کے بارے میں لکھا ہے کہ "وہ قوی نہیں ہیں اور ابن نافع کے شیوخ میں سے ہیں۔" اور امام زیلعی نے "نصب الرایہ" (۴۳/۱) میں لکھا ہے کہ "دار قطنی کہتے ہیں: صالح بن مقاتل قوی نہیں ہیں اور ان کے باپ غیر معروف ہیں اور سلیمان بن داؤد مجہول ہیں۔"
حافظ ابن حجر نے "تلخیص الحبیر" (ص ۴۱) میں کہا ہے کہ "اس سند میں صالح بن مقاتل ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور ابن عربی نے دعویٰ کیا ہے کہ دار قطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ انہوں نے "السنن" میں اس کے بعد ہی کہا ہے کہ صالح بن مقاتل قوی نہیں ہیں اور امام نووی نے ان کا تذکرہ ضعیف کی فصل میں کیا ہے۔
میں کہتا ہوں: انہوں نے دار قطنی کے بارے میں جو لکھا ہے میں اسے "السنن" میں اشارہ کردہ دونوں جگہوں پر حدیث کے بعد نہ پاسکا۔ شاید انہوں نے کسی تیسری جگہ اس کا ذکر کیا ہو۔ واللہ اعلم

❷ میں کہتا ہوں: ابن جوزی کی یہ عادت معمول نہیں ہے اس لیے کہ بیشتر وہ حدیث کے کمزور ہونے کے باوجود اس کے سلسلے میں خاموش رہتے ہیں خاص طور پر جب ان کے مسلک کی تائید میں ہو۔ یہ حدیث ان کے مسلک ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگوانا اور احتلام۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ ''ہرگز روزہ نہ توڑیں، نہ وہ جو قے کردیں نہ وہ جنہیں احتلام آجائے، نہ وہ جو پچھنا لگوائیں۔'' تو اس کی ثابت سند وہ ہے جو ثوری اور دوسرے لوگوں نے زید بن اسلم کے واسطہ سے، پھر ان کے کسی ساتھی کے واسطہ سے، پھر کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور یہ شخص گمنام ہے۔ ❶ اس کی روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ لیکن عبدالرحمن علم رجال کے ماہرین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ❷

میں کہتا ہوں: دو سلسلوں سے ان کی زید سے مرفوع روایت ان کی مرسل روایت

⇐⇐⇐ کے خلاف ہے۔ حیرت ہے کہ اس حدیث کے کمزور ہونے اور اس کی بہت سی علتیں ہونے کے باوجود اس پر خاموش رہے۔

اور اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ شیخ الاسلام کو ان کی خاموشی سے حدیث کی صحت کی غلط فہمی ہوگئی اور ان کی پیروی ان کے شاگرد علامہ محمد بن عبدالہادی نے کی ہے جنہوں نے اپنی کتاب ''تنقیح التحقیق لابن الجوزی'' میں ابن الجوزی کے سکوت پر ان کا ساتھ دیا ہے (۱/۱۳۵) پھر فقہی نقطہ نظر سے بھی ابن جوزی کی موافقت میں انہوں نے جواب دیا ہے اور لکھا ہے: ''ہمارے ساتھی کہتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہو اور انس رضی اللہ عنہ نے آپ کو وضو کرتے نہ دیکھا ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر نماز پڑھ لی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اتنا خون نہ نکلا ہو جو روزہ توڑ دے۔'' یہ سارے احتمالات باطل ہیں۔ ضعیف کے ضعیف ہونے کا علم دے کر اللہ نے ہمیں اس کے ابطال کے لیے وقت ضائع کرنے سے بچالیا۔ والحمد لله علی توفیقه۔

❶ ''نصب الرایة'' (۲ : ۴۴۸) میں ابوداود کی سند سے یہ شخص ساقط ہوگیا ہے۔ چنانچہ انہیں صحت سند کا وہم ہوگیا ہے۔ اس سے واقفیت ضروری ہے۔

❷ بلکہ یہ حد درجہ ضعیف ہیں اور یہ حدیث توسل آدم بالنبی کے راوی ہیں، جیسا کہ میں نے ان کا تذکرہ ''الاحادیث الضعیفة والموضوعة'' میں کیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی مخالف نہیں ہے، بلکہ اسے تقویت دیتی ہے ❶ اور حدیث زید بن اسلم کے واسطے سے صحیح ہے۔

---

❶ میں کہتا ہوں یہ قابل غور ہے، اس لیے کہ عبدالرحمن بن زید حد درجہ ضعیف ہیں جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔امام طحاوی کہتے ہیں: ''ان کی حدیثیں علمائے حدیث کے نزدیک انتہا درجہ کی کمزور ہیں۔'' اور نصب الرایہ (۲:۴۴۷) کے مطابق ابن المدینی، ابن سعد، ابن بزار نے انہیں بہت ضعیف کہا ہے اس لیے جب موقع آتا ہے تو ان سے استدلال نہیں کیا جاتا اور یہاں انہیں صحیح سمجھا جا سکتا ہے، جب کہ انہوں نے ثوری جیسے ثقہ حافظ کی مخالفت کی ہے۔جس آدمی کے بارے میں لوگوں کو ابہام تھا اسے انہوں نے عطا کا نام دیا ہے اور اس نام پر ہشام بن سعد نے ان کی موافقت کی ہے۔لیکن صحابی کے نام کے سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے تو ثوری کہتے ہیں کہ زید بن اسلم کے واسطہ سے، پھر عطاء ابن یسار کے واسطہ سے، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مرفوع حدیث ہے۔

دار قطنی (۲۳۹) نے اور ابن عدی نے ''کامل'' (ق ۲:۱۵۹) میں اور ابو محمد مخلد نے الفوائد (ق ۱:۲۸۹) میں اس کی تخریج کی ہے اور اسی طرح بزار نے دو طریقوں سے روایت کی ہے: عن أبی خالد الاحمر سلیمان بن حبان بن ھشام اور ابن عدی نے کہا ہے: ''حدیث ہشام کے علاوہ مجھے اس اسناد کے بارے میں کوئی علم نہیں۔''

میں کہتا ہوں: اگر چہ اس کی تخریج مسلم نے کی ہے لیکن لوگوں نے ان کے حفظ کے سلسلے کلام کیا ہے اس لیے مخالفت کے وقت اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔اسی لیے حدیث کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر ''التلخیص'' ص (۱۹۰) میں کہتے ہیں: یہ معلول ہے یعنی ان کی طرف انگلی اٹھتی ہے اور حافظ ہیثمی نے ''الجمع'' (۳:۱۷۰) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بزار نے دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، ان میں سے ایک کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کا ظاہر صحت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مخالفت نہ ہوتی تو صحیح تھی، لیکن اس حدیث کی شاہد حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ ہے اور ان سے اس حدیث کے دو طرق ہیں:

۱۔عن یزید بن عیاض عن ابی علی الفدکی عن ابی قاسم عن ابی عبد الرحمن عنه۔طبرانی نے ''الاوسط'' (۱:۱۰۱-۱۰۲) میں اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ ''ثوبان رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند کے ساتھ یہ مروی ہے۔

میں کہتا ہوں، حافظ کہتے ہیں: ''یہ کمزور سند ہے'' اور میں کہتا ہوں کہ بہت ہی کمزور سند ہے اس لیے کہ ابن عیاض پرلے درجے کا جھوٹا آدمی ہے جیسا کہ امام مالک وغیرہ نے کہا ہے۔

۲۔عن ابی صالح عبد الله بن صالح عن اللیث عن خالد بن یزید عن سعید بن أبی ھلال عن ابن خصیفة۔ یزید بن عبداللہ بن خصیفہ کے طبقہ سے ہیں جس کی صحاح ستہ نے تخریج کی ہے۔اگر وہ نہیں تو مجھے نہیں معلوم۔پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ ابن جعدبہ کا بدلا ہوا نام ہے۔اس لیے کہ اس کی تخریج ''الرویانی'' نے اپنی مسند (ج ۲۵:۱۴۴) میں عن ابی صالح بسنده عن ابی ھلال عن ابی جعدبة اللیثی کی ہے اور ابن جعدبہ وہی یزید بن عیاض ہے جو پہلے طریق میں ہے۔گھوم کر بات وہیں آئی کہ یہ حدیث پرلے درجے کے جھوٹے شخص سے مروی ہے اس لیے اس سے استشہاد نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس میں الفاظ یہ ہیں: ”جب اسے قے آجائے“ ((اذ ذرعة القيء)) ❶ متعدد لوگوں نے زید بن اسلم سے اس کی مرسل روایت کی ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: حدیث زید بن اسلم کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جسے قے آجائے اس لیے کہ اسے احتلام سے ملا دیا ہے اور جس شخص کو بغیر اختیار کے احتلام ہو جائے جیسے سونے کی حالت میں، تو یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

رہی حجامت (پچھنا لگوانا) کی حدیث تو یا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث کے لیے ناسخ ہوگی یا منسوخ۔ وہ حدیث یہ ہے کہ ”انہوں نے پچھنا لگوایا اور حالت احرام میں روزے سے تھے۔“ ❷ اور اس میں قے کا لفظ استعمال ہوا ہے اگر اسے استقاءة (جان بوجھ کر قے کرنا) کے معنی میں لے لیں تو شاید وہ منسوخ بھی ہو جائے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ پچھنا لگوانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روکا تھا وہ بعد کے دور کا ہے اور جب قولی اور عملی نصوص میں تضاد ہو جائے اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑنا پڑے تو قولی نص ہی کو ناسخ ماننا پڑے گا اور ان میں سے کسی کو ناسخ یا منسوخ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مثال دوسری روایات بھی ناسخ یا منسوخ ہو جائیں گی۔ ❸

---

❶ میرے پاس جو اصول احادیث ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ اضافہ مجھے نہیں ملا۔ بیہقی نے ”المعرفہ“ میں لکھا ہے جیسا کہ ”نصب الرأية“ (۲:۴۴۶) میں ہے: ”اس حدیث کو محمول کیا جائے گا اس شخص پر جسے قے آجائے تاکہ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو سکے۔“ اگر یہ اضافہ حدیث زید بن اسلم کے کسی طریق میں ہوتا تو بیہقی ایسا کیوں کہتے۔ واللہ اعلم۔

❷ حدیث کے یہ الفاظ بعض راویوں کے وہم کا نتیجہ ہیں۔ صحیح الفاظ یہ ہیں ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور وہ حالت احرام میں تھے۔“ جیسا کہ بخاری اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے، جیسا کہ اس حدیث پر تبصرہ حاشیہ میں اس کا ذکر آئے گا جہاں مصنف نے اسے لفظ ”صحیح“ سے منسوب کیا ہے، اس رسالہ کے اختتام سے چند صفحات پہلے۔

❸ وَأَمَّا حديث الحجامة سے لے کر نسخ قرينة تک کی ساتوں سطریں اصل میں لكن هذا فيه اذا ذرعة القيء کے بعد تھیں لیکن ہم نے اسے یہاں منتقل کر دیا کہ یہی زیادہ مناسب تھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رہا وہ شخص جو منی نکالنے کی کوشش کرے اور انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ احتلام کے لفظ کا اطلاق اس حالت پر ہوتا ہے جب سوتے میں منی گر جائے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ قیاس تو یہ کہتا ہے کہ خارج ہونے والی کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹنا چاہیے اور جان بوجھ کر قے کرنے والے کا روزہ اس لیے ٹوٹ جاتا ہے کہ کچھ کھانے کے لوٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ حائضہ عورت کا روزہ ٹوٹ جانا بھی خلاف قیاس ہے۔

ہم نے اصول میں تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قیاس صحیح کے خلاف ہو۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ بغیر عذر کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا کبائر میں شامل ہے اسی طرح جو شخص بغیر کسی عذر کے دن کی نماز رات تک ٹال دیتا ہے تو وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ نمازیں قبول نہیں ہوتیں، علماء کے نمایاں تر قول کے مطابق۔ جیسے کوئی شخص جمعہ چھوڑ دے اور رمی جمار فوت کر دے اور دوسری متعین عبادات کو نظر انداز کر دے تو ان سب کی قضا کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی آتی ہے کہ رمضان میں جماع کرنے والے پر قضا واجب ہے؟

تو کہا جائے گا کہ قضا کا حکم اس لیے دیا جاتا ہے کہ انسان کسی عذر کی وجہ سے قے کرتا ہے جیسے مریض کو قے کے ذریعہ سے علاج کرنا پڑتا ہے یا انسان اس وقت قے کرتا ہے جب اسے شبہ ہو کہ اس نے کیا چیز کھالی ہے جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ [1] نے کہانت کی کمائی کو قے کر دیا تھا۔

---

[1] سید رشید رضا کہتے ہیں: بخاری نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو کما کر لاتا تھا اور آپ اسے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کچھ لے آیا اور آپ نے اسے کھا لیا۔ تب غلام نے کہا: آپ جانتے ہیں وہ کیا چیز تھی؟ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: دور جاہلیت میں میں نے کسی آدمی کے لیے کہانت کی تھی (اسی نے یہ دیا ہے)۔ آپ نے اپنی انگلی منہ میں ڈالی اور قے کر دی۔''
اور بیہقی (۴:۲۲۶) نے ابومروان کے طریق سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابراہیم بن سعد نے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر قے کرنے والا معذور ہو تو اس کا یہ فعل جائز ہے اور اس کا شمار ان مریضوں میں ہو گیا جو قضا کرتے ہیں اور کبائر کا ارتکاب کرنے والوں میں اس کا نام نہیں آئے گا۔ جو بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔ رہا شب باشی کے لیے قضا کا حکم تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اسے بہتیرے حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث ہیں اور متعدد سلسلوں کی ہیں لیکن کسی میں قضا کا حکم نہیں ہے۔ ❶ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

⇐⇐ اور وہ کہتے ہیں مجھے بتایا لیث بن سعد نے زہری کے واسطے سے۔ سند وہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: اس کی جگہ تم ایک دن کا روزہ رکھو۔

اور بیہقی کہتے ہیں: اور اسی طرح ہے عن عبد العزیز الدراوردی عن ابراهيم ابن سعد اور ابراہیم بن سعدی نے زہر سے حدیث سنی ہے لیکن انہوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا ہے، بس لیث بن سعد بواسطہ زہری اور ابواویس المدنی بواسطہ زہری ان الفاظ کا پتہ چلتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو مروان کا نام محمد بن عثمان بن خالد اموی ہے اور وہ سچے ہیں لیکن غلطی کر جاتے ہیں لیکن دراوردی نے ان کی موافقت کی ہے جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس طرح وہ خطا سے محفوظ ہو گئے۔ اسی طرح ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابراہیم بن سعد کے واسطہ سے تخریج کی ہے جیسا کہ "التخليص" میں ہے اور ابواویس کی روایت کی تخریج دار قطنی (۲۵۱) اور بیہقی نے کی ہے اور ابواویس کا نام عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس ہے اور وہ سچے ہیں لیکن وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سے مسلم نے استدلال کیا ہے۔ ان کی موافقت عبد الجبار بن عمر الدکلی نے کی ہے اور وہ قوی نہیں ہیں جیسا کہ بیہقی نے کہا ہے۔ ان کی متابعت ہشام بن سعد نے بھی کی ہے۔ البتہ حمید بن عبد الرحمن کی جگہ ابو مسلمہ بن عبد الرحمن کا نام لیا ہے۔ اس کی تخریج ابو داؤد (۲۳۹۳)، دار قطنی (۲۵۲) اور بیہقی (۴:۲۲۶-۲۲۷) نے کی ہے اور ہشام کے اندر حافظہ کے اعتبار سے ضعف پایا جاتا ہے جس کا تذکرہ پیچھے آ چکا ہے۔

اور امام مالکؒ (۱: ۲۹۷-۲۹۹) کے یہاں سعد بن میتب کی مرسل روایت اور نافع بن جبیر اور محمد بن کعب کی مرسل کی شہادت ملتی ہے۔ آخر الذکر دونوں مرسل روایات کا تذکرہ حافظ نے الفتح (۴/۱۵۰) میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ان تمام طرق کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اضافہ کی اصل ہے۔"

❶ یہ قابل غور ہے اس لیے کہ متعدد لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے اور اصل حدیث صحیحین اور دوسری کتابوں میں زہری کے طرق سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حمید بن عبد الرحمن نے بتایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک دن ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے قضا کا حکم دیا ہوتا تو یہ لوگ اسے نظر انداز ہرگز نہ کرتے کیونکہ یہ ایک شرعی حکم تھا جس کی وضاحت واجب تھی۔ جب آپ ﷺ نے قضا کا حکم نہیں دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قضا قبول نہ ہوگی۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس نے بھول کر یا نادانستہ نہیں بلکہ جان بوجھ کر روزہ توڑا ہے۔

جو بھول چوک کر شب باشی کر لے اس کے سلسلہ میں امام احمد اور دوسروں کے ہاں تین اقوال ملتے ہیں اور تین روایات بھی ہیں:

(۱) نہ کوئی قضا ہے نہ کفارہ اور یہ امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور بہتیرے لوگوں کا قول ہے۔

(۲) اس پر قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔ یہ امام مالک کا قول ہے۔

(۳) اس پر کفارہ بھی ہے اور قضا بھی، اور یہ امام احمد کا مشہور قول ہے۔

پہلا قول بالکل واضح ہے اور وہ اپنی جگہ پر بالکل نمایاں ہے، اس لیے کہ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی پابندی کو غلطی سے یا بھول کر توڑ ڈالے تو اللہ اس کا مواخذہ نہیں کرے گا۔ اس وقت اس کی حیثیت گویا غلطی نہ کرنے والے کی ہوئی۔ اس لیے اس پر کوئی گناہ بھی نہیں آئے گا اور جس پر کوئی گناہ نہ آئے، اسے نافرمان یا ممنوع حکم کا مرتکب کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت اس کی حیثیت یہ ہوئی کہ اس نے مامور پر عمل کیا اور ممنوع ترک کر دیا۔ اس طرح کی غلطی سے عبادت باطل نہیں ہوتی۔ عبادت اس وقت باطل ہوتی ہے جب کسی حکم کو انجام نہ دیا جائے یا ممنوعہ احکام کا ارتکاب کر ڈالا جائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

⇦⇦⇦ جماع کر لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ٹھہرا رہا، یہاں تک کہ نبی ﷺ کی خدمت میں کھجور کی ایک ٹوکری پیش کی گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس نے کہا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا: اس ٹوکری کو صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے زیادہ محتاج کون ہے؟ بخدا ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ میں کوئی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج اور مفلس نہیں ہے۔ نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک آپ ﷺ کے دانت نظر آگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ سیاق کلام بخاری کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھول کر یا غلطی سے حج کی پابندیاں ٹوٹ جائیں تو حج باطل نہیں ہوتا یہاں تک کہ بھول کر یا نادانستہ جماع کر لینے سے بھی۔ یہی امام شافعی کا واضح ترین قول ہے۔

کفارہ اور فدیہ تو اس لیے واجب ہوتا ہے کہ جو چیز تلف ہوگئی ہے یہ اس کا بدل ہے جیسے اگر بچہ یا سونے والا مجنون تلف کر دے تو اس کا تاوان اسے دینا پڑتا ہے۔ اور بھول کر یا دانستہ شکار کرنے والے پر جو فدیہ واجب ہوتا ہے وہ دراصل غلطی سے قتل کرنے کی دیت کی منزلت میں ہے اور اس کے قتل سے واجب ہونے والا کفارہ قرآن اور اجماع کے نص سے ثابت غلطی ہے۔

رہیں دوسری پابندیاں، تو وہ اس باب سے متعلق نہیں ہیں، جیسے ناخن تراشنا، مونچھ کاٹنا، خوشبو اور لباس کا استعمال وغیرہ۔ اگر وہ فدیہ دے گا تو یہ فدیہ ممنوعات کی فدیہ کی جنس سے ہوگا۔ یہ شکار جو بدل پر مشتمل ہے، کی منزلت میں نہیں ہوگا۔ بھول چوک کرنے والے اور نادان غلطی کر جانے والے کے سلسلے میں نمایاں اور واضح ترین فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر وہ کوئی ممنوع کام کر ڈالے تو اسے شکار کو چھوڑ کر بقیہ کسی کا تاوان نہیں دینا ہے۔

اس میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں:

ایک قول مذکورۂ بالا کا ہے جو اہل ظاہر کا قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نسیان کی حالت میں سب کا تاوان دینا ہوگا یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور قاضی اور ان کے ساتھیوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جن چیزوں میں اتلاف ہوتا ہے، جیسے شکار کا قتل، حلق کرانا، ناخن کاٹنا اور جن میں اتلاف اور بربادی نہیں ہوتی جیسے خوشبو اور لباس کا استعمال، ان دونوں کے درمیان فرق کیا جائے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ یہ امام احمد کا دوسرا قول ہے اور ان کے اصحاب کے ایک گروہ نے اسے اختیار کیا ہے اور یہ قول دوسرے اقوال کے مقابلہ میں زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہے۔لیکن بال اور ناخن کا کاٹنا،لباس اور خوشبو سے متعلق ہے،قتل صید سے نہیں۔ یہ زیادہ اچھا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ قتل صید ایک غلطی ہے جس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ یہ امام احمد کا ایک اور قول ہے اس قول کی بنیاد پر بال اور ناخن بدرجہ اولیٰ نکل جاتے ہیں۔

اسی طرح اس کے حق میں یہ بات بھی جاتی ہے کہ روزہ دار بھول چوک کر یا غلطی سے کھا لے یا پی لے یا شب باشی کر لے تو اس پر کوئی قضا واجب نہیں ہے۔ یہ سلف وخلف کے ایک گروہ کا قول ہے ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بھول چوک کر یا غلطی سے ان چیزوں کے ارتکاب کرنے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے امام مالک رحمہ اللہ ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ قیاس ہے لیکن اس کی مخالفت کی ہے بھول جانے والے کے حق میں، حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وارد ہونے کی وجہ سے۔ [1]

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن غلطی کر جانے والے کا ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ابو حنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھول جانے والے کو استحسان کی جگہ میں رکھتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے پیرو اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں نسیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے کہ اس سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف یہ ممکن ہے کہ اس وقت تک افطار نہ کرے جب تک سورج کے غروب ہو جانے کا اسے یقین نہ ہو جائے اور جب بھی طلوع فجر کا اسے شک ہو کھانا پینا روک دے۔

یہ تفریق کمزور ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس لیے کہ روزہ دار کے لیے سنت یہ ہے کہ افطار میں جلدی کرے، اور سحری میں تاخیر کرے اور جب بدلی چھائی ہوئی ہو تو وہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جس میں شک نہ شامل ہو الا یہ کہ لمبا وقت گزر جائے جس میں مغرب کی

---

[1] حدیث کے الفاظ ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''روزے کی حالت میں جو بھول جائے اور کھا لے یا پی لے تو وہ اپنا پورا کر لے اس لیے کہ اسے اللہ نے کھلا اور پلا دیا ہے۔'' (متفق علیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز بھی فوت ہونے لگے اور اس کے ساتھ افطار میں جلدی کرنے کا حکم بھی فوت ہو جائے مغرب کی نماز کی جلد ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس پر غروب آفتاب کے سلسلے میں شک ہو جائے یقین کی حد تک مغرب کو مؤخر کرے گا اور بسا اوقات شفق کے غروب تک وہ اسے مؤخر کردے گا لیکن اسے غروب آفتاب کا یقین نہ آسکے گا۔

یہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور دوسرے اسلاف سے منقول ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ بدلی کے دنوں میں لوگ مغرب کو دیر سے پڑھنا اور عشاء کو جلد پڑھ لینا مستحب سمجھتے تھے۔ اسی طرح ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں ادا کرتے تھے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اور دوسرے لوگوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ان کے بعض ساتھیوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرتے تھے لیکن معاملہ یوں نہیں ہے اس لیے کہ عصر اور عشاء میں تو یہ چیز احتیاط کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ یہ جمع بین الصلاتین اس لیے مسنون ہے کہ ان دو نمازوں کو عذر کی وجہ سے اکٹھا کرلیا جاتا ہے اور بدلی بھی عذر کے قائم مقام ہے۔ اس لیے پہلی نماز بالکل آخری وقت میں اور دوسری نماز بالکل اوّلین وقت میں ادا کی جاتی تھی اور اس میں دو مصلحتیں تھیں:

۱۔ تاکہ لوگوں کو آسانی ہو جائے اور بارش کے خوف سے ایک ہی بار انہیں ادا کرلیں جس طرح کہ بارش کی حالت میں ادا کرتے ہیں۔

۲۔ مغرب کے وقت کا ہو جانا یقینی ہو جائے۔ اسی طرح ظہر اور عصر کو واضح تر قول کے مطابق جمع کرتے تھے اور یہی امام احمد سے بھی ایک روایت آتی ہے۔ ان دونوں نمازوں کو کیچڑ اور بارش اور سخت ٹھنڈک کی وجہ سے جمع کرتے تھے۔ یہی علماء کا واضح تر قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک میں بھی واضح ترین یہی قول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عصر اور عشاء کو مقدم کرنے کی "غلطی" ظہر اور مغرب کو مقدم کرنے کی غلطی سے بہتر ہے۔ اگر آخر الذکر دونوں نمازوں کو وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے ادا کر لے تو کسی حال میں وہ جائز نہ ہوگی۔اس کے خلاف ظہر اور مغرب کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کی ادائیگی جائز ہے اس لیے کہ معذوری کی حالت میں وہی ان کا وقت ہے اور اشتباہ کی حالت معذوری کی حالت ہے اس لیے اشتباہ کے ساتھ جو دو نمازوں کو جمع کرنا بہتر ہے اس سے شک کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے۔

یہ ہے وہ احتیاط جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے لیکن یہ احتیاط وقت مشترک میں نماز کے تیقن کے ساتھ ہے۔آپ دیکھتے نہیں کہ فجر میں استحباب کا کہیں ذکر نہیں ہے نہ عشاء اور عصر میں۔اگر اس کو اندیشہ کی وجہ سے جمع کیا جاتا کہ کہیں نماز وقت سے پہلے نہ ہو جائے تو فجر اور عشاء میں بھی اس کو اپنایا جاتا، جب کہ احادیث میں بدلی کے دن عصر کی نماز پہلے پڑھ لینے کا حکم ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے ”بدلی کے دن نماز جلد ادا کر لو اس لیے کہ جس نے عصر کی نماز ترک کر دی تو اس کا سارا کیا کرایا غارت ہو گیا۔“ (1)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر بدلی کے دن مغرب کی نماز تاخیر کے ساتھ پڑھنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے تو افطار کو بھی اسی طرح مؤخر کرنا چاہیے، تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ مغرب کی تاخیر عشاء کی تقدیم کے ساتھ اس طرح مستحب ہے کہ شفق غائب ہونے سے پہلے اسے پڑھ لے۔ اگر اسے اتنی دیر تک مؤخر کر دیا گیا کہ شفق غائب ہو جائے تو مستحب نہیں ہے اور اس حد تک افطار کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے۔

اس لیے بارش کے دن مسنون طریقہ یہی ہے کہ مغرب کے وقت میں تقدیم کر کے نماز پڑھی جائے، شفق کے غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ اس میں لوگوں

(1) اس سیاق میں یہ حدیث کمزور ہے۔اس کی تخریج احمد (۵:۳۶۱) اور ابن ماجہ (۶۹۴) نے بواسطہ اوزاعی، یحییٰ، ابن ابی کثیر، بواسطہ ابوقلابہ، بواسطہ مہاجر، بواسطہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی ہے وہ کہتے ہیں ”ہم آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”بكروا بالصلوة في يوم النعيم فانه من فاتة الصلوة العصر فقد حبط عمله“ (یعنی بدلی کے دن نماز اول وقت پر ادا کرو، اس لیے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کا سارا کیا کرایا غارت ہو گیا۔)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بڑی زحمت ہے۔ شریعت نے جمع کو اسی لیے جائز کہا تا کہ مسلمان تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور یہ بات بھی ہے کہ مستحب تقدیم و تاخیر یہ نہیں ہے کہ ان دونوں کو ملا دیا جائے بلکہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو مؤخر کیا جائے اور عصر کو مقدم کیا جائے، چاہے ان دونوں کے درمیان زمانی فصل ہو۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں ہو، اس طرح کہ لوگ ایک نماز پڑھ لیں اور دوسری کا انتظار کریں، انہیں دوبارہ گھر جا کر واپس نہ آنا پڑے۔ اسی طرح جمع کے جواز کے لیے مسلسل نماز پڑھتے رہنا شرط نہیں ہے جس کا تذکرہ ہم نے دوسرے مقامات پر کیا ہے۔

صحیح بخاری میں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے صحیح و ثابت حدیث ہے وہ کہتی ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدلی کے دن رمضان میں ایک دن ہم نے افطار کیا پھر سورج نکل آیا۔" اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: بدلی کے دن غروب کے یقینی ہونے تک افطار کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے اس لیے کہ صحابہ نے ایسا نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے متعلق بعد کے دور کے لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے زیادہ ان کی اطاعت کرتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قضا واجب نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قضا کا حکم دیا ہوتا تو یہ بات عام ہوتی اور یہ چیز منقول ہوتی جس طرح ان کا افطار کرنا منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ جب ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہشام بن عروہ سے پوچھا گیا: کیا قضا کا حکم دیا گیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا قضا سے نجات کی کوئی سبیل بھی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہشام کی تنہا رائے ہے جو انہوں نے حدیث کو سامنے رکھ کر دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ معمر نے ان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے ہشام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے نہیں معلوم لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں۔ انہوں نے اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذکر کیا ہے، اور بخاری نے ان سے اس کا ذکر کیا ہے اور حدیث کی روایت انہوں نے ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر سے اور انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔ ہشام اپنے باپ سے زیادہ واقف حال تھے۔ یہ اسحاق بن راہویہ کا قول ہے اور احمد نے کہا ہے: قیاس یہ ہے کہ وہ روزہ نہیں توڑے گا۔ ہم نے اسے صرف قولِ عمر کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا اور اسحاق بن راہویہ احمد بن حنبل کے ساتھی ہیں اور ان کے اصول وفروع ان کے مسلک کی موافقت میں ہیں اور ان دونوں کی اکثر مسائل میں مطابقت ہے اور کوسج نے اپنے مسائل احمد اور اسحاق سے پوچھے۔ اسی طرح حرب کرمانی نے اپنے مسائل احمد اور اسحاق سے دریافت کیے۔ اس لیے ترمذی امام احمد اور اسحاق کے قول کو جمع کرتے ہیں اور ان دونوں کے قول کی روایت کوسج کے مسائل کی گئی ہے۔

اسی طرح ابو زرعہ، ابو حاتم، ابن قتیبہ اور دوسرے ائمہ اہل سنت وحدیث احمد اور اسحاق کے مسلک کو سمجھتے تھے اور ان دونوں کے قول کو دوسرے تمام اقوال پر مقدم رکھتے تھے اور ائمہ حدیث جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ بھی ان دونوں کے پیروکاروں میں سے ہیں اور ان سے علم وفقہ حاصل کیا ہے اور داؤد اسحاق کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اسحاق رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے: میں اسحاق سے پوچھتا ہوں اور اسحٰق مجھ سے پوچھتے ہیں۔

اور شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق، ابو عبید، ابو ثور، محمد بن نصر المروزی، داؤد بن علی اور دوسرے لوگ سب فقہائے حدیث ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی کتاب میں کہتے ہیں:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

(البقرة: ۱۸۷)

"تمہارے لیے روزے کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا، اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں سے شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدۂ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔ تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے ساتھ یہ آیت بتاتی ہے کہ ظہور فجر تک کھانے پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ طلوع فجر میں شک ہونے کے باوجود کھانے پینے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے، جیسا کہ اپنے مقام پر اس سلسلے میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل

سرمہ لگانا، حقنہ (پاخانے کے راستے سے پیٹ تک دوا پہنچانا) کا استعمال کرنا، تقطیر (پیشاب کے راستے سے اندر دوا داخل کرنا)، ماموسہ (جس کا سر کچل دیا گیا ہو) اور جائفہ (ایسا زخم لگے جو پیٹ تک پہنچ جائے) کا علاج کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

کچھ لوگ ان میں سے کسی چیز کو روزہ کے لیے ناقص نہیں مانتے۔ کچھ علماء سرمہ کو چھوڑ کر بقیہ تمام چیزوں کو ناقص روزہ رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ تقطیر کے سوا ساری چیزوں کو ناقص کہتے ہیں۔ اور کچھ اہل علم ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ تقطیر سے اور بقیہ تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔

سب سے واضح قول یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز روزہ نہیں توڑتی اس لیے کہ روزے کا تعلق دین اسلام سے ہے جس کی خاص و عام تمام چیزوں کی معرفت ضروری ہے۔ اگر یہ امور اللہ کے حرام کردہ ہوتے اور اللہ نے روزہ دار کو ان سے روکا ہوتا اور ان سے روزہ فاسد ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا کہ اس کی وضاحت کر جاتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے ضرور واقف ہوتے اور اسے امت تک پہنچاتے جس طرح شریعت کی تمام تفصیلات پہنچائی ہیں۔ چونکہ کسی اہل علم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کچھ بھی نقل نہیں کیا، نہ صحیح حدیث، نہ ضعیف، نہ مسند، نہ مرسل، اس لیے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی کوئی چیز بیان نہیں کی۔ سرمہ کے سلسلہ میں جو حدیث مروی ہے وہ کمزور ہے، ابوداؤد نے سنن میں اس کی روایت کی ہے، اور ان کے علاوہ کسی دوسرے نے اس حدیث کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روایت نہیں کی، نہ مسند احمد میں نہ دوسری معتمد کتابوں میں۔

ابوداؤد کہتے ہیں حدثنا النفیلی' حدثنا علی بن ثابت ، قال حدثنی عبدالرحمن بن النعمان ❶ بن معبد بن هوذة عن ابيه عن جدة عن النبی ﷺ ''آپ ﷺ نے سوتے وقت اثمد (ایک قسم کا پتھر جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے) استعمال کرنے کا حکم دیا کہ یہ راحت بخش ہے اور فرمایا'' روزہ دار کو اس سے بچنا چاہیے۔'' ابوداؤد کہتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔

منذری کہتے ہیں: اور عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ اور ابو حاتم رازی کہتے ہیں: وہ سچے ہیں لیکن کون ان کے والد اور ان کی عدالت اور ان کے حافظے کے متعلق جانتا ہے؟ یہی حال معبد کا ہے۔ یہ ایک دوسری ضعیف حدیث سے ٹکرا رہی ہے جس روایت نے اس کی سند کے ساتھ حسن بن مالک سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں ابوعلی بن واصل نے بتایا، وہ کہتے ہیں ہمیں حسن بن عطیہ نے بتایا، انہیں ابو عاتکہ نے بتایا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ: ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا: میری دونوں آنکھوں میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ ہوتے ہوئے سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ ترمذی کہتے ہیں اس کی سند قوی نہیں ہے اور نبی ﷺ سے اس باب میں کچھ بھی منقول نہیں ہے اور ابو عاتکہ ضعیف ہیں۔ یہ ترمذی کا قول ہے۔ اس شخص کے سلسلے میں بخاری کہتے ہیں کہ یہ منکر حدیث ہے، اور نسائی کہتے ہیں کہ: ثقہ نہیں ہے، اور رازی کہتے ہیں کہ اس سے حدیثیں غائب ہو جاتی ہیں۔ ❷

❶ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی علت نعمان بن معبد ہیں جیسا کہ اس کی طرف منذری نے اشارہ کیا ہے اور وہ ان کے بقول ''غیر معروف'' ہیں اور تقریب میں انہیں ''مجہول الحال'' کہا گیا ہے۔

❷ میں کہتا ہوں: اس کا نام طریف بن سلیمان یا سلیمان بن طریف ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے بارے میں کہتے ہیں ''ضعیف ہے اور سلیمان نے اس میں مبالغہ کیا ہے۔'' میں کہتا ہوں کہ امام بخاری ان سے بھی آگے ہیں کیونکہ وہ اس شخص کو منکر حدیث کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ذہبی کی ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ حقنہ لینے اور مامومہ اور جائفہ کا علاج کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے محض قیاس سے کام لے کر اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان کی سب سے مضبوط دلیل جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یہ ہے: ''ناک میں پانی خوب ڈال لیا کرو، الا یہ کہ تم روزے سے ہو۔'' (حدیث) اس سے انہوں نے کہا کہ جو چیز پیٹ میں پہنچ جائے وہ روزہ توڑ دے گی جیسے حقنہ، تقطیر وغیرہ، چاہے وہ کھانے اور غذا کی جگہ جائے یا پیٹ کے اندر کہیں اور جائے۔

جن لوگوں نے تقطیر کو مستثنیٰ کیا ہے وہ کہتے ہیں: تقطیر پیٹ تک اثر نہیں کرتی۔ اس میں تو صرف ٹپکایا جاتا ہے۔ احلیل (پیشاب کا سوراخ) میں جانے والی چیز ایسی ہی ہے جیسے ناک یا منہ میں چلی جائے۔

جنہوں نے سرمہ کو مستثنیٰ کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ آنکھ قبل (آگے کی شرمگاہ) اور دبر (پیچھے کی شرمگاہ) کی طرح گزرگاہ نہیں ہے بلکہ وہ سرمہ پی لیتی ہے جس طرح جسم تیل اور پانی پی لیتا ہے۔

اور جو سرمہ کو ناقص روزہ کہتے ہیں وہ دلیل دیتے ہیں کہ سرمہ انسان کے اندر تک نفوذ کرتا ہے یہاں تک کہ انسان کی ناک سے پانی بہنے لگتا ہے اس لیے کہ آنکھ کے اندر وہ گزرگاہ ہے جو حلق کے اندر تک جاتی ہے۔

جب لوگوں کی دلیل اس طرح کے قیاسات ہیں تو ان کی وجہ سے متعدد اسباب کی روشنی میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

پہلا سبب یہ ہے کہ قیاس اگر حجت ہے تو اسے صحت کی شرائط پوری کرنی چاہیے۔

⇐⇐⇐ ''المیزان'' اور حافظ ابن کثیر کی ''اختصار علوم الحدیث'' وغیرہ میں ہے۔

یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے جس میں انس رضی اللہ عنہ کا فعل ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔ ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے اور حافظ ''تلخیص'' میں کہتے ہیں کہ ''اس میں حرج نہیں کہ اسے قبول کرلیا جائے۔'' (ص:۱۸۹)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہم اصول میں کہہ چکے ہیں کہ نصوص نے تمام شرعی احکام کی وضاحت کر دی ہے۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اگر کسی چیز کو حرام نہیں کہا ہے نہ اسے واجب کیا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نہ وہ حرام ہے نہ واجب اور یہ کہ اس کے وجوب یا تحریم کو ثابت کرنے والا قیاس فاسد ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو ان چیزوں کے روزہ توڑ دینے پر دلالت کرتی ہو۔ اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ یہ چیزیں روزہ کو نہیں توڑتی ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جن احکام کی معرفت امت کے لیے ضروری تھی ان کی عام وضاحت رسول اکرم ﷺ کے لیے ناگزیر تھی اور ضروری تھا کہ امت اسے نقل کرے۔ جب ایسی بات نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دین میں شامل نہیں ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ معلوم ہے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں روزہ رکھنا فرض نہیں قرار دیا گیا۔ بیت الحرام کو چھوڑ کر کسی اور گھر کا قصد کرنا واجب نہیں ہے۔ رات اور دن میں صرف پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ محض عورت کی ملاقات کی وجہ سے (مباشرت اور انزال کے بغیر) غسل کو واجب نہیں کیا گیا نہ بڑی گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے وضو کو واجب کیا گیا ہے (اگرچہ خروج کا اندیشہ رہتا ہے)۔ نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد دو رکعتیں مسنون قرار دی گئیں جس طرح کہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد دو رکعتوں کی ادائیگی مسنون ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منی نجس نہیں ہے، اس لیے کہ اس سلسلے میں کسی سے کوئی ایسی سند منقول نہیں ہے جس سے استدلال کیا جا سکے کہ آپ ﷺ نے مسلمان کو منی سے اپنے بدن اور کپڑے دھونے کا حکم دیا ہو اگرچہ اس کی عام ضرورت پیش آتی رہتی ہے بلکہ آپ ﷺ نے حائضہ عورت کو حکم دیا چونکہ ضرورت کم ہی پڑتی ہے اس لیے حیض سے اپنی قمیص دھو لے بلکہ مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ منی سے اپنے کپڑوں اور جسموں کو صاف کر لیں۔

وہ حدیث جسے بعض فقہاء نے روایت کیا ہے کہ "پیشاب، پاخانہ، منی، مذی، اور خون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کپڑے دھو لیے جائیں'' تو یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے نہ معتمد حدیث کی کتابوں میں درج ہے نہ علمائے حدیث میں سے کسی نے ایسی سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے جس سے استدلال کیا جا سکے۔ ❶ اور عمار سے روایت کی گئی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ ان کا قول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منی لگنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے کپڑے دھوئے ❷ اور انہیں خوب زور سے مل دیا۔ ❸

---

❶ اس کی روایت ابویعلی نے کی ہے اور ان سے ابن جوزی نے "التحقیق" (۱:۶۳۔۶۴) میں روایت کی ہے عن ثابت بن حماد حدثنا علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن عمار بن ياسر مرفوعا به ۔ البتہ اس روایت میں "مذی" کی جگہ "القیء" ہے۔

اسی طرح طبرانی نے "الاوسط" (۱:۱۱) میں، ابن عدی نے "الکامل" (ق:۱:۱۴۷) میں، دارقطنی (۴۷) نے اور بیہقی (۱:۱۴) نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ "یہ باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور علی بن زید سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور ثابت بن حماد پر احادیث وضع کرنے کا اتہام ہے۔"

اور دارقطنی نے کہا ہے کہ: "اسے ثابت بن حماد کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ حد درجہ ضعیف ہیں۔"

اور عبدالحق الاشبیلی نے "الاحکام الکبریٰ" (ق ۱:۲۷) میں کہا ہے: "ثابت بن حماد کی احادیث منکر اور بدلی ہوئی ہیں۔"

ابن عراق نے "تنزیہ الشریعۃ" (۲:۷۳) میں اپنے اصل "ذیل الأحادیث الموضوعۃ" للسیوطی (۹۹) کی اتباع میں ہے۔ اور ابن تیمیہ نے کہا ہے جسے ان سے ابن الہادی نے "التنقیح" میں نقل کیا ہے کہ "یہ حدیث اہل علم کے نزدیک جھوٹ ہے۔"

میں کہتا ہوں: تحقیق ابن الجوزی کے ساتھ التنقیح کے مطبوعہ نسخہ میں مؤلف سے یہ منقول عبارت موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

❷ صحیحین اور دوسری کتابوں میں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں مروی ہے، وہ کہتی ہیں:

"میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھو دیا کرتی تھی پھر آپ نماز کے لیے نکلتے تھے اور تھوڑے سے پانی کا اثر آپ کے کپڑے پر باقی رہتا تھا۔"

دارقطنی (۴۶) نے اس کی روایت کی ہے اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ "پھر آپ ﷺ نماز کے لیے نکلتے اور میں دھلنے کے اثر سے دھبہ کو دیکھتی رہتی۔" اور کہا کہ یہ صحیح ہے۔

❸ ابوداود (۳۷۱) نے ہمام بن حارث کے واسطہ سے تخریج کی ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ چنانچہ احتلام ہو گیا اور کپڑے سے جنابت کے نشانات کو دھوتے ہوئے انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی نے دیکھ لیا۔ اس نے جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو انہوں نے فرمایا: "تم مجھے دیکھ چکی ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت منی سے کپڑے دھلنے کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ کپڑے میل کچیل، گرد وغبار اور تھوک وغیرہ لگنے کی وجہ سے بھی صاف کیے جاتے ہیں۔ واجب تو اسی وقت ہوسکتا ہے جب آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہو جب کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو ان چیزوں کے لگ جانے کی وجہ سے کپڑے دھونے کا حکم نہیں دیا نہ یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا ہو۔ ہاں انہیں اس پر باقی رکھا۔ اس سے جواز یا استحباب کا پہلو البتہ نکلتا ہے۔ لیکن وجوب کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہے نہ پیشاب و پاخانہ کے راستوں کو چھوڑ کر کسی اور راہ سے نجاست خارج ہونے سے وضو واجب ہوتا ہے اس لیے کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ سے کوئی ایسی چیز نقل نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لوگ برابر پچھنا لگواتے تھے، قے کرتے تھے اور جہاد میں زخمی ہوتے تھے اور کسی صحابی نے اپنی رگ خون نکالنے کے لیے کاٹ دی تھی، اور اسی کو نصاء کہتے ہیں۔ لیکن کسی مسلمان نے یہ نقل نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو اس کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم دیا ہو۔

اسی طرح لوگ اپنی بیویوں کو شہوت اور بغیر شہوت کے چھوتے ہی رہتے تھے لیکن کسی مسلم نے روایت نہیں کی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم دیا ہو۔

⇐⇐⇐ منی کو رگڑتی ہوں۔'' اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے اور اسے '' حسن صحیح '' کہا ہے اور یہ حدیث مسلم (۱:۱۴۴، ۱۲۵، ۱۲۴) میں متعدد طرق سے مروی ہے۔

دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں'' میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی رگڑ دیا کرتی تھی اگر وہ خشک ہوتا اور اسے دھوتی اگر تر ہوتا۔'' اور اس کی سند صحیح ہے۔

احمد نے (۲۴۳:۶) جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ اذخر کے عرق سے اپنے کپڑے سے منی اڑا دیا کرتے تھے پھر اس میں نماز پڑھ لیتے تھے اور اگر خشک ہوتا تو اسے رگڑ دیا کرتے، پھر اسی میں نماز پڑھ لیتے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن سے بھی اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی بلکہ لمس سے مراد جماع کرنا ہے، جیسا کہ اپنے موقع پر اس کی تفصیل آ گئی ہے۔

اور ذکر (مرد کے آگے کی شرمگاہ) کو چھونے سے وضو کرنے کا جو حکم دیا ہے وہ محض استحباب ❶ کے پہلو سے ہے، چاہے بغیر شہوت کے چھوا ہو یا شہوت کی تحریک پر۔

اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو چھو لے اور شہوت حرکت میں آ جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وضو کر لے۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو سوچے اور اس کی شہوت حرکت میں آ جائے اور پھر منتشر ہو جائے۔ اسی طرح جو شخص نابالغ لڑکے کو یا کسی اور کو چھو لے اور پھر منتشر ہو جائے۔ پس شہوت کی حرکت پر وضو کرنا غصہ کے وقت وضو کی جنس سے ہے اور یہ مستحب ہے۔

اس لیے کہ سنن ❷ میں ہے، نبی ﷺ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ''غصہ شیطان کی جانب سے ایک فعل ہے اور شیطان آگ کا بنایا ہوا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کر لے۔''

اس طرح وہ شہوت جو غالب آ جائے وہ بھی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور چونکہ اس سے آگ اس کے قریب آ جاتی ہے اس لیے وضو کے ذریعہ سے اسے بجھانے کا مستحب حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ آگ اسے لگے تو بدن پر ضرور اثر انداز ہو گی اور جب وہ وضو

❶ استحباب کی کوئی دلیل نہیں ہے، وجوب کا حکم ہے اور یہ مؤلف کا قول ہے اور یہی صحیح ہے، بشرطیکہ شہوت کی تحریک پر ہو۔

❷ یہاں مراد سنن ابوداؤد ہے اور وہ (۴۷۸۴) اور احمد (۴:۲۲۶) عروہ بن محمد السعدی کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے بتایا اور انہیں میرے دادا نے بتایا ہے۔ مرفوع روایت ہے۔ اس اسناد میں ضعف ہے اس لیے کہ مذکورہ عروہ کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا اور اس کے باوجود ان پر تبصرہ کیا ہے کہ وہ غلطیاں کرتے تھے۔ اور حافظ نے '' التقریب '' میں ''مقبول'' کہہ کر ان کی نرمی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جب موافقت ہو تو قابل قبول ہے ورنہ انفرادیت کے وقت حدیث نرم ہو گی جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں کہا ہے۔ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے آگاہ رہا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے گا تو پانی سے آگ بجھ جائے گی۔

نصوص میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو یہ بتائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے بلکہ نصوص یہ بتاتے ہیں کہ وضو واجب نہیں ہے۔ وضو کا مستحب ہونا ان لوگوں کے مقابلہ میں معتدل رائے ہے جو اسے واجب مانتے ہیں، اس حدیث ہی کو منسوخ کر دیتے ہیں، اور یہ مسلک امام احمد نے اقوال میں سے ایک قول ہے۔

اس طریقے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جانور (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) کا پیشاب اور ان کی لید نجس نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان چیزوں سے عام طور سے سابقہ پیش آتا رہتا ہے۔ عرب قوم اونٹوں اور بھیڑوں کی قوم تھی۔ وہ جانوروں کے مکانات میں بیٹھتے اور نماز ادا کرتے تھے اور اس میں مینگنیاں بھری ہوتی تھی۔ اگر یہ مینگنیاں اور پیشاب پاخانے کے حکم میں ہوتے تو نجس قرار پاتے اور اللہ کے رسول ﷺ ان سے بچنے کا حکم دیتے اور تاکید کرتے کہ ان کے بدن اور کپڑے ان سے لت پت نہ ہوں اور نہ ان میں نماز ادا کریں۔

حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ بکریوں کے باڑے ❶ میں نماز ادا کرتے تھے اور بکریوں کی بیٹھنے کی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اور اونٹ کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز پڑھنے سے روک دیا ہے۔ ❷ اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کی مینگنیوں کے نجس ہونے کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ یہ حکم ویسے ہی ہے جیسے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم ہے۔

❶ شیخین اور دوسرے لوگوں نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''نبی ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔'' اور ترمذی (۱۸۲:۲) نے کہا ہے کہ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

❷ اس سلسلے میں متعدد صحابہ سے احادیث مروی ہیں۔ ان میں ابو ہریرہ، جابر بن سمرہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں ''بکریوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز نہ پڑھو۔'' رہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ تو اس کی تخریج مسلم اور احمد نے کی ہے اور حدیث براء رضی اللہ عنہ کی تخریج ابوداؤد و احمد نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بکریوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو وضو کر لو اور چاہو تو نہ کرو۔

اور فرمایا ہے: اونٹ جنات سے پیدا کیے گئے ہیں [1] اور ہر اونٹ کی کوہان پر ایک شیطان رہتا ہے۔ [2]

اور فرمایا: فخر اور گھمنڈ اونٹوں والے کاشتکاروں میں ہوتا ہے اور سکینت بکری والوں میں ہوتی ہے۔ [3]

چونکہ اونٹ کے اندر وہ شیطنت ہوتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے اس لیے اس کا گوشت کھانے کے بعد وضو کا حکم دیا ہے۔ یہ چیز اس شیطنت کو بجھا دیتی ہے اور اس کی باڑ میں نماز ادا کرنے سے روک دیا اس لیے کہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔ جس طرح حمام میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے کیونکہ وہ شیطانوں کی قیام گاہ ہے۔ اس لیے کہ خبیث روحوں کی قیام گاہ اس بات کی سزاوار ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ خبیث جسموں کی

---

[1] امام احمد (۴:۸۵، ۸۶، ۵:۵۴، ۵۵، ۵۶) نے، ابن ماجہ (۷۶۹) نے اور بیہقی (۲:۴۴۹) نے بطریق حسن بواسطہ عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''بکریوں کی باڑ میں نماز پڑھ لو اور اونٹ کی باڑ میں نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطان سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' اور احمد کی روایت میں ہے: ''کیونکہ وہ جنات سے بنائے گئے ہیں۔ کیا تم ان کی آنکھوں کو اور بھڑکنے کو نہیں دیکھتے جب وہ بدکتے ہیں؟'' اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اس لیے اس کی اسناد کو شوکانی نے ''نیل الاوطار'' (۲:۲۳) میں صحیح کہا ہے لیکن حسن بصری مدلس ہیں اور انہوں نے اس روایت کو عن فلاں عن فلاں کہہ کر بیان کیا ہے۔ اگر انہوں نے عبداللہ سے سنا ہے تو صحیح ہے۔

[2] ان الفاظ کے ساتھ حاکم (۱:۴۴۴) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوع قرار دیا ہے۔ اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ''تو انہیں سواری کے کام میں لاؤ کیونکہ اللہ نے انہیں سواری بنایا ہے۔'' اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ پھر حاکم نے اور دارمی (۲:۲۸۶) نے حمزہ بن عمرو اسلمی کی حدیث مرفوع سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے ''ہر اونٹ کے اوپر شیطان رہتا ہے تو جب تم ان پر سواری کرو تو اللہ کا نام لے لیا کرو تا کہ تمہاری کوئی ضرورت باقی نہ رہ جائے۔'' اور حاکم نے کہا ہے ''مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔'' اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے اور اس کی تخریج انہوں نے اور احمد نے (۴:۲۲۱) ابو لاس خزاعی کی حدیث سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے ''مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔'' اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

[3] اس کی تخریج شیخین اور احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جگہوں کے مقابلے میں بلکہ روحیں خبیث جسموں کو محبوب رکھتی ہیں۔ اسی لیے کھجوروں کے جھنڈ شیطانوں کی قیام گاہ تھے جہاں وہ قیام کرتے تھے اور حمام اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں اور نجس سرزمین کے مقابلے میں یہ جھنڈ اس بات کے زیادہ سزاوار تھے کہ ان میں نماز پڑھنے سے روک دیا جائے۔

کھجوروں کے جھنڈ کے سلسلہ میں خاص نص وارد نہیں ہے اس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک اس کا حکم بالکل واضح تھا، اس سلسلے میں کسی بیان کی ضرورت نہ تھی اس لیے کوئی مسلمان ان جھنڈوں میں بیٹھتا تھا نہ ان میں نماز پڑھتا تھا بلکہ گھروں میں پاخانہ بنوانے سے پہلے وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے خشکی یا کھلے میدان کا رخ کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ حمام میں یا اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ باغات کے جھنڈوں میں نماز نہ پڑھنا اس سے کہیں زیادہ مناسب اور سزاوار ہے، حالانکہ وہ حدیث بھی روایت کی جاتی ہے جس میں قبرستان، بوچڑ خانہ، گھور، باغات کے جھنڈ، راستے کا اوپری حصہ اور اونٹ کی باڑ میں اور بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔

فقہائے حدیث کا اس میں باہم اختلاف ہے۔ امام احمد کے ساتھی اس میں دو قول رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ان جگہوں کو ممنوع سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ ❶

❶ میں کہتا ہوں یہی قول صحیح ہے، اس لیے کہ حدیث صحیح نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت ارواء الغلیل (۲۸۱) میں کی ہے لیکن اس کے دو جملے صحیح ہیں: اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے روکنا۔ اس کی تخریج دو حدیثوں سے پہلے ہو چکی ہے اور مقبرہ میں نماز کی ممانعت۔ اسی سلسلے میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں ''پوری سرزمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔'' اسے تمام اصحاب سنن نے نسائی کو چھوڑ کر اور حاکم اور احمد نے روایت کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے۔ انہی میں مؤلف بھی ہیں جیسا کہ میں نے ''ارواء الغلیل'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نے احمد رحمہ اللہ کی تحریروں میں اس سلسلے میں کوئی نہ اجازت پائی نہ رکاوٹ، حالانکہ عذاب کی جگہوں پر نماز پڑھنے کو وہ مکروہ کہتے ہیں۔

اس سے یہ بات ان کے بیٹے عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند حدیث کی وجہ سے جسے ابوداؤد نے روایت کی ہے ❶ انہوں نے کھجوروں کے جھنڈ، اونٹوں کے باڑے اور حمام کو ممنوع کہا ہے۔

اور ان تینوں کا تذکرہ خرقی وغیرہ نے بھی کیا ہے۔

جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ کبھی اس کا حکم نص کے مآخذ پر قیاس کے ذریعہ سے واضح کرتے ہیں تو کبھی حدیث سے ثابت کرتے ہیں، اور جنہوں نے فرق کیا ہے وہ حدیث میں کلام کرتے اور فرق بیان کرنے کے ضرورت مند ہیں اور منع بھی کیا گیا ہے۔ کبھی یہ منع مکروہ رہا ہے اور کبھی حرام رہا ہے۔

وہ احکام جن کی عام طور سے ضرورت پیش آتی رہتی ہے جب ان کے سلسلے میں ناگزیر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمومی وضاحت کریں اور امت اسے اخذ کر لے تو یہ معلوم ہے کہ سرمہ لگانا اور اس نوعیت کی دوسری چیزیں عموم بلوی کی فہرست میں آتی ہیں اور عام طور پر ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے جیسے تیل، غسل، خوشبو، دھونی وغیرہ کی عام طور سے ضرورت پڑتی ہے۔

---

❶ انہوں نے کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں ابو صالح غفاری کے طریق سے اس کی روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل سے گزرے۔ موذن نے عصر کی اذان کی اجازت چاہی۔ جب آپ وہاں سے نکل آئے تب آپ نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور نماز کھڑی ہوئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: ''میرے حبیب نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور مجھے اس بات سے روکا تھا کہ بابل میں نماز پڑھوں اس لیے کہ اس پر اللہ کی لعنت آ چکی ہے۔'' اور بیہقی (۲:۴۵۱) نے ابوداؤد کے طریق سے اس کی روایت کی ہے اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن حجر اور دوسرے لوگوں نے اس کی صراحت کی ہے جیسا کہ میں نے ضعیف سنن ابی داؤد (۷۶) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا تو اللہ کے نبی ﷺ اس کی وضاحت ضرور کرتے جیسا کہ دوسری چیزوں کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ جب آپ ﷺ نے اس طرح کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرمہ بھی خوشبو، دھونی اور تیل کی جنس سے ہے۔ دھونی کبھی کبھی ناک میں چڑھ جاتی ہے اور دماغ میں داخل ہو کر جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ تیل کو بدن پیتا ہے اور اپنے اندر داخل کرتا ہے اور اس سے انسان قوت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح خوشبو سے ایک نئی قوت محسوس کرتا ہے۔ جب روزہ دار کو ان چیزوں کے استعمال سے نہیں روکا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کا خوشبو استعمال کرنا، دھونی دینا اور تیل لگانا جائز ہے۔ اسی طرح سرمہ لگانے کا معاملہ بھی ہے۔

دور نبوی ﷺ میں مسلمان جہاد میں یا کہیں زخمی ہوتے تھے، کسی کا سر کچل جاتا تھا اور کسی کے پیٹ میں تلوار یا برچھی یا نیزہ اتر جاتا تھا۔ اگر ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا تو آپ ﷺ اس کی وضاحت ضرور کرتے۔ آپ ﷺ نے جب اس سے روزہ دار کو نہیں روکا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

تیسرا سبب یہ کہ قیاس کے ذریعہ سے تفطیر (روزہ کے لیے کسی چیز کا ناقض ہونا) کو ثابت کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ قیاس صحیح ہو یعنی قیاس یا تو اپنے جامع باب پر ہوتا ہے یا فارق کے ابطال پر۔ اگر اصل میں کسی علت کی کوئی دلیل مل جائے تو اس فرع تک پہنچا دیا جاتا ہے یا یہ معلول ہو جاتا ہے۔ شریعت میں جن اوصاف کا خیال رکھا گیا ہے ان کے سلسلہ میں ان دونوں میں کوئی فارق نہیں ہے اور یہ قیاس یہاں نابود ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو یہ بتائے کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے روزہ توڑنے کا سبب بتایا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز بھی دماغ یا بدن تک پہنچ جائے یا جو منفذ سے داخل ہو یا جو پیٹ تک پہنچ جائے یا اسی طرح کی اور دوسری چیزیں جن پر یہ قیل وقال کرنے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور اس کے رسول نے کھانا اور پانی کو روزہ دار پر حرام اسی مشترک معنی کی وجہ سے ٹھہرایا ہے جو کھانے پینے کی چیزوں اور ماَمومہ اور جائفہ کی دوا کے دماغ اور پیٹ تک پہنچنے اور سرمہ، حقنہ اور تقطیر وغیرہ کے اندر تک اثر انداز ہونے کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اور جب اس وصف سے اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کو متعلق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو کوئی کہہ دیتا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بس اس چیز کو مفطر بنا دیا ہے اور وہ بلا دلیل یہ کہہ دیتے ہیں۔ دوسرا بغیر دلیل کے کہتا ہے کہ اللہ نے اس چیز کو حلال کیا ہے اور اس چیز کو حرام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سلسلے میں وہ ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اسے اللہ نے کہا ہے یا نہیں اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور جو علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اشتراک حکم لگانے کے لیے کافی ہے تو وہ ایسے شخص کے مقام پر ہیں جو کسی ایسے مسلک کی صحت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے یا کسی لفظ کے ایسے معنی کو لیتا ہے جو رسول اکرم ﷺ نے مراد نہیں لیا۔ یہ اجتہاد ہے جس پر ان کو ثواب ملے گا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان باتوں کو شرعی حجت تسلیم کر لیا جائے جس کی اتباع مسلمانوں پر واجب ہو۔

چوتھا سبب: قیاس اس وقت صحیح ہوگا جب شارع کا کلام حکم کی علت پر دلالت نہ کرے۔ جب ہم اصل کے اوصاف کا تجزیہ کریں تو ان میں وصف معین کے سوا کوئی ایسی چیز نظر نہ آسکے جسے علت کہا جا سکے۔

اور جب ہم نے اصل کی علت مناسبت یا الٹ پھیر یا اس چیز کے قائلین کے بقول ہم آہنگ مشابہت کی وجہ سے ثابت کر دی تو ضروری ہے کہ ان کا تجزیہ کریں ورنہ اصل میں دو مناسب اوصاف ہو جائیں گے اور یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ یہ حکم فلاں وصف کی وجہ سے لگایا گیا ہے فلاں وصف کی وجہ سے نہیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ نص اور اجماع نے کھانے پینے، جماع کرنے اور حیض آنے کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے روزہ ٹوٹنے کو ثابت کر دیا ہے اور نبی ﷺ نے وضو کرنے والے کو بہت زیادہ ناک میں پانی ڈالنے سے منع کر دیا ہے جب وہ روزے سے ہو، اور استنشاق ناک میں پانی ڈالنا پر ان کا قیاس ان کی مضبوط ترین دلیل ہے، جس کا ذکر آ چکا ہے، حالانکہ یہ کمزور قیاس ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص ناک کے دونوں سوراخوں سے پانی کھینچے گا، پانی اس کے حلق اور پیٹ تک جائے گا اور اس سے وہ مقصد حاصل ہو جائے گا جو منہ سے پینے سے حاصل ہوتا ہے اور پانی سے اس کے بدن کو تقویت ملے گی، اس کی پیاس بجھے گی اور اس کے معدہ میں کھانا ہضم ہو گا جس طرح پانی پینے سے ہضم ہوتا ہے۔

اگر استنشاق کے سلسلہ میں نص موجود نہ ہوتی تو عقل سے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ یہ بھی پینے سے ہی تعلق رکھتا ہے اور ان میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک میں منہ سے پانی جاتا ہے اور دوسرے میں ناک سے اور یہ غیر معتبر ہے، بلکہ منہ تک پانی کا چلا جانا روزہ کے لیے ناقص نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ روزہ ٹوٹنے کا یہ راستہ ہے لیکن سرمہ، حقنہ، جائفہ، اور مامومہ کے علاج وغیرہ میں یہ بات نہیں ہے اس لیے کہ سرمہ سے قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ غذائیت نہیں ملتی، نہ کوئی سرمہ اپنے پیٹ، ناک یا منہ میں داخل کرتا ہے، یہی معاملہ حقنہ کا ہے، اس سے کسی صورت میں بھی غذائیت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بدن میں جو کچھ ہوتا ہے اسے خالی کر دیتا ہے۔ جیسے وہ کوئی مسہل دوا سونگھ لے یا اتنا خوف زدہ ہو جائے کہ اس کا پیٹ چلنے لگے۔ حقنہ معدہ تک نہیں پہنچتا [1] اور

[1] المصباح میں ہے: جب مریض کے مخرج سے اس کے پیٹ میں دوا پہنچائی جائے تو کہیں گے: حَقَنْتُ الْمَرِيضَ اور اسم حقنہ ہے اور اس سے احتقان آتا ہے جیسے فرقہ اسم ہے افتراق کا۔ پھر ہر اس دوا پر اس کا اطلاق ہونے لگا جو علاج کے لیے استعمال کی جائے۔ جمع حُقَن ہے، جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَف آتی ہے۔ یہی وہ حقنہ ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ان کا یہ قول برحق ہے لیکن اس زمانے میں ایک اور حقنہ ہے اور اس میں بعض غذائی مواد آنتوں تک پہنچایا جاتا ہے جس سے مریض کو تقویت دینا مقصود ہوتا ہے اور آنت معدہ کی طرح ہضم کرنے والا آلہ ہے تو حقنہ کی یہ قسم روزہ کو توڑ دے گی اور اسی مریض کے لیے جائز ہے جس کے لیے روزہ توڑ دینا مباح ہو۔ (رشید رضا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مامومہ اور جائفہ کے علاج میں جو دوا معدہ تک جاتی ہے وہ اس غذا کے مشابہ نہیں ہوتی جو مریض کے پیٹ میں جاتی ہے۔ ❶ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اَلصَّومُ جُنَّةٌ))

''روزہ ڈھال ہے۔'' ❷

دوسری حدیث ہے: ''شیطان ابن آدم کے خون کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے تو بھوک اور روزے سے اس کے راستوں کو تنگ کر دو۔'' ❸

روزہ دار کو کھانے اور پینے سے روک دیا گیا اس لیے کہ یہ چیزیں قوت کا باعث ہیں اس لیے کھانا پینا بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے بہت زیادہ خون پیدا ہوتا ہے جس میں شیطان

---

❶ جائفہ: زخم جو پیٹ تک پہنچ جائے۔ مامومہ: سر میں زخم کاری جو دماغ تک پہنچ جائے۔

❷ نسائی نے اس کی مرفوع روایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کی ہے اور احمد نے حدیث قدسی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسی طرح شیخین نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے۔

❸ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیحین اور دوسری کتابوں میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے واسطے سے اس کی تخریج کی گئی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ نہیں ہے "فَضَيِّقُوا الخ" اور احادیث کی مطبوعہ کتابوں یا مخطوطات میں اس کی اصل کا مجھے پتہ نہیں۔ البتہ غزالی نے اپنی کتاب الاحیاء میں (۱:۳۲۸، ۷) دو جگہوں پر حدیث میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی تخریج کرنے والے حافظ عراقی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ اس طرح کی چیز مؤلف کی نگاہ سے اوجھل رہی لیکن اس اضافہ کے بغیر ہی انہوں نے اس حدیث کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ شاید کسی نرے جاہل نقل کرنے والے شخص کی طرف سے یہ اضافہ درج ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود رشید رضا رحمہ اللہ پر اس کا حال مخفی رہا۔ انہوں نے اس رسالہ کی تعلیق میں اس پر کوئی نوٹ نہیں چڑھایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گردش کرتا ہے اور وہ خون جس کے ساتھ شیطان دوڑتا ہے، غذا سے پیدا ہوتا ہے۔ حقنہ، سرمہ، تقطیر، مامومہ اور جائفہ کے علاج سے نہیں اور یہ خون ناک میں پانی ڈالنے سے بھی پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ پانی خون بناتا ہے۔ اس لیے روزہ کی تکمیل کے لیے اس سے روک دیا گیا۔

چونکہ نص اور اجماع سے ثابت اصل میں یہ تمام معانی واسباب موجود ہیں، اس لیے ان کا یہ دعویٰ کہ شارع نے اوصاف کی وجہ سے، جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے، یہ حکم لگایا ہے، ان اوصاف سے ٹکراتا ہے اور اصل میں کوئی ٹکراؤ یا مخالفت اس طرح کے تمام قیاسات کو باطل کر دیتی ہے اگرچہ یہ واضح نہ ہو کہ جس وصف کا یہ لوگ دعویٰ کر رہے ہیں، وہی صحیح ہے اور دوسرا غلط ہے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں: بلکہ شارع نے یہ حکم ایسے اوصاف کی وجہ سے لگایا ہے جو مقام نزاع میں نہیں پائے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محل نزاع میں حکم کی علت نہیں ہے اور یہ محل نزاع اور فساد قیاس کے حکم کے نابود ہونے سے آزاد ہے اس لیے کہ وہ وصف جس کا شارع نے اصل میں قصد کیا تھا، جب فرع میں نہیں پایا جاتا تو معلوم ہوا کہ شارع نے فرع میں حکم کو ثابت نہیں کیا ہے اور علت نہ ہونے کی وجہ سے حکم نہیں لگے گا، اور یہ قیاس عکس وفرق ہے جو قیاس کی ایک قسم ہے۔

اوپر جو کچھ گزر چکا ہے اس سے قیاس درہم برہم ہو جاتا ہے جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے اور یہ قیاس عکس کا اثبات ہے جو فرع میں حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اوپر دلیل میں معارضہ تھا، یہاں مستقل دلیل ہے اور وہ حکم میں معارضہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کوئی دلیل دیں گے تو ہم کہیں گے: یہ معلوم ہے کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا روزے دار کو حکم دیا گیا ہے اور یہ نص اور اجماع سے ثابت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ثابت حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: ''شیطان ابن آدم کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ بلاشبہ خون کھانا اور پانی سے پیدا ہوتا ہے اور اگر کھا پی لیا جائے تو شیطان کی جریان گاہ ❶ خوب وسیع ہو جاتی

❶ اس سے مراد خواہشات ہیں۔ (رشید رضا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بھوک کے ذریعہ سے اس کی گزرگاہوں کو تنگ کر دو۔ جب وہ تنگ ہو جائیں گے تو دل اچھے کام کرنے پر آمادہ ہوں گے، جن سے جہنم کے دروازے بند ہوں گے، جن سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں اور منکرات سے دور رہنے کے لیے تیار ہوں گے۔ اور شیاطین جکڑ دیے جائیں گے تو ان کی قوت اور کارکردگی کمزور پڑ جائے گی اور رمضان میں وہ تمام کام نہیں کر سکیں گے جو دوسرے مہینوں میں بے محابہ کرتے رہتے ہیں۔ حدیث میں یہ نہیں کہا کہ شیطان قتل کرائے جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ جکڑ دیے جاتے ہیں اور جکڑا ہوا شیطان بھی نقصان پہنچا سکتا ہے لیکن دوسرے مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں بہت کم کر سکے گا اور یہ آدمی کے روزے کا کمال اور اس کے نقص کے لحاظ سے ہوگا۔ جس شخص کا روزہ کامل ہوگا، شیطان اس سے اتنا دور رہے گا جتنا ناقص روزہ والے سے دور نہیں ہوگا۔ چنانچہ روزہ دار کو کھانے پینے سے روکنے میں ظاہر ہے اور حکم اسی کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

شارع کا کام اس وصف اور اس کی تاثیر کا لحاظ رکھنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف حقنہ، سرمہ وغیرہ میں نابود ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ سرمہ پیٹ کے اندر تک اتر جاتا ہے اور خون میں تبدیلی لے آتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے بھاپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ناک سے چڑھ کر دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور خون کو بدل دیتی ہے، جیسے تیل کے بارے میں کہا جاتا ہے جسے جسم پی لیتا ہے۔ ممنوع وہ چیز ہے جو معدہ تک پہنچ جائے جیسے غذا، اور خون کو بدل دے اور بدن میں تقسیم ہو جائے۔

ہم اسے پانچواں سبب کہتے ہیں اور سرمہ، حقنہ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کو دھونی، تیل اور دوسری چیزوں پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں چیزوں میں ایک چیز مشترک ہے۔ وہ یہ کہ دونوں ہی قسموں سے بدن کو غذا نہیں ملتی اور معدہ میں خون کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وصف نے یہ واجب قرار دیا ہے کہ یہ امور روزہ توڑنے کا سبب نہ بنیں اور یہ چیز محل نزاع میں پائی جاتی ہے۔

فرع کو دو اصل اپنی طرف کھینچتے ہیں اور شریعت میں قابل لحاظ صفات کی مشابہت کی وجہ سے فرع ان دونوں سے قریب ہوتی محسوس ہوتی ہے اور ہم نے شریعت میں جس صفت کا لحاظ کیا گیا ہے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ روزہ دار مٹی یا کنکری یا دوسری چیزیں کھالے جس سے بار آور تغذیہ ممکن نہ ہو سکے تو کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہوگا کہ ان چیزوں کو معدہ قبول کرتا ہے اور اس سے خون میں تبدیلی آتی ہے جس سے بدن بڑھتا ہے لیکن یہ ناقص غذا ہے تو اس کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے وہ زہر یا کوئی نقصان دہ چیز کھالے۔ وہ اس شخص کی منزلت میں ہوگا جس نے بہت زیادہ کھالیا ہو، اور بدہضمی یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہو گیا ہو، اس لیے روزے کی حالت میں اس سے روکنا اس کے لیے اور زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ ان چیزوں سے عام دنوں میں بھی روکا گیا ہے۔ اس کی حیثیت زنا کی ہے۔ جب رمضان میں مباح وطی سے بھی روک دیا گیا ہے تو ممنوع حرام ہے اور زیادہ سختی سے روکا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور حیض بھی روزہ کے لیے ناقص ہے جب کہ ان دونوں میں یہ علت نہیں پائی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نص اور اجماع سے ثابت احکام ہیں، اس لیے ان کے اثبات کے لیے قیاس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ کھانے پینے سے روکنا اور اس سے روزہ کا ٹوٹنا ایک حکمت کے پیش نظر ہو سکتا ہے اور جماع کی حرمت اور اس سے روزہ کے ٹوٹ جانے میں دوسری حکمت ہو سکتی ہے اور حیض کو روزہ کے لیے مفطر بنانے میں کوئی تیسری حکمت کام کر سکتی ہے، اس لیے کہ حیض کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ حرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے کہ نص اور اجماع سے روزہ توڑ دینے والی چیزیں جب اختیاری (جیسے کھانا پینا اور جماع کرنا) اور غیر اختیاری (جیسے حیض کا خون) میں تقسیم ہوگئیں تو اسی طرح ان کی علتیں بھی تقسیم ہو جاتی ہیں۔

پس ہم کہتے ہیں: رہا جماع، تو یہ اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ منی کے انزال کا سبب ہے جو استقاءۃ (جان بوجھ کر قے کر دینا)، حیض اور پچھنا لگوانا کے برابر ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم اس کی وضاحت کریں گے۔ یہ ایک طرح کا خالی کرنا ہے نہ کہ کھانے پینے کی طرح بھرنا، اور دوسری جہت سے یہ ایک شہوت ہے اس لیے کھانے پینے کے برابر ہے۔

حدیث قدسی ہے: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے کو میری خاطر چھوڑتا ہے۔'' [1]

اللہ کی خاطر اپنی مرغوب چیزوں کو چھوڑنا ہی محبوب و مقصود عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے۔ جیسے محرم کو اپنے معمولات لباس، خوشبو اور بدن کی دوسری لذتیں چھوڑنے پر اجر ملتا ہے۔ اور بدن کی سب سے بڑی لذت ہے اور نفس کا سرور اور اس کا انبساط ہے۔ شہوت کو اور خون اور بدن کو کھانے کے مقابلہ میں کہیں بڑھ کر تحریک کرتا ہے۔ چونکہ شیطان ابن آدم کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اور غذا اس خون کو بڑھاتی ہے جو شیطان کی کارگاہ اور جریان گاہ ہے اس لیے جب وہ کھاتا پیتا ہے تو اس کا نفس شہوتوں کی طرف لپکتا ہے اور عبادات سے محبت اور اس سے متعلق اس کے ارادے کمزور پڑ جاتے ہیں اور یہ مفہوم جماع کے بارے میں کافی واضح

---

[1] شیخین اور دوسرے لوگوں نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کا ہر عمل بڑھا دیا جاتا ہے۔ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے، مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ اپنی شہوات اور اپنا کھانا میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے خوشی کے دو مواقع ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ اللہ کو پسند ہے۔ بخاری نے حدیث کے آغاز میں اتنا اور اضافہ کیا ہے ''روزہ ڈھال ہے۔ فحش گوئی نہ کرے، جھگڑے نہیں اور اگر کوئی اس سے جھگڑے یا اسے گالی دے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مؤثر ہے اس لیے کہ یہ نفس کے ارادہ کو شہوات کی طرف بڑھاتا ہے اور عبادات سے اس کی دلچسپی کو بہت کم کر دیتا ہے بلکہ جماع کرنے والے پر ظہار کا کفارہ واجب ہے اور اس پر غلام کی آزادی یا جو سنت اور اجماع سے اس کا قائم مقام ثابت ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ شنیع ترین حرکت ہے اور اس کے داعی و محرکات بہت طاقتور ہوتے ہیں اور اس سے فساد بھی بہت زیادہ پھیلتا ہے۔ جماع کو حرام کرنے میں یہ سب سے بڑی حکمت ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ بدن کو خالی کر کے کمزور کر دیتا ہے تو یہ دوسری حکمت ہے۔ ان دونوں میں اس کی حیثیت کھانے اور حیض کی ہوگئی اور اس بارے میں جماع بہت زیادہ اثر کن ہے کیوں کہ کھانے اور حیض سے کہیں زیادہ یہ روزے کو فاسد کر دیتا ہے۔

ہم یہ حیض کی حکمت اور قیاس کے مطابق اس کے جریان پر گفتگو کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں: شریعت نے ہر چیز میں عدل ملحوظ رکھا ہے۔ اور عبادات میں غلو کرنا وہ ظلم ہے جس سے شارع نے روکا ہے اور اس نے عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اسی لیے جلد افطار کرنے (1) اور دیر سے سحری کھانے کا اس نے حکم دیا ہے (2) اور مسلسل روزہ سے روکا ہے۔ (3)

اور فرمایا: افضل روزہ یا عادلانہ روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ (4) وہ ایک روزہ رکھتے تھے اور ایک روز ناغہ کرتے تھے اور جب جنگ میں مڈبھیڑ ہوتی تو فرار اختیار نہیں کرتے تھے۔

---

(1) شیخین اور دوسرے لوگوں نے حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی تخریج کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ خیریت سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ اور احمد (۵: ۱۴۷،۱۷۲) نے حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اضافہ بھی کیا ہے کہ ''اور سحری میں تاخیر کرتے رہیں گے'' حافظ نے الفتح میں اس پر سکوت اختیار کیا ہے اس کے رجال میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں۔

(2) ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہم انبیاء کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جلد افطار کریں، سحری دیر سے کھائیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

طبرانی نے المعجم الکبیر میں اس کی تخریج کی ہے اور ان سے ضیاء المقدسی نے المختارہ میں کی ہے اور اسی طرح ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبادات میں میانہ روی شریعت کا اہم ترین مقصد ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (المائدۃ: ۸۷)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔''

اس نے حلال کو حرام ٹھہرانا ظلم کہا ہے جو عدل کی ضد ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾

(النساء: ۱۶۰، ۱۶۱)

''ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔''

چونکہ انہوں نے ظلم کیا اس لیے حلال و طیب چیزیں بھی ان پر حرام کر دی گئیں۔ اس

⇐⇐⇐ ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کے طریق سے کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ کہتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا۔ یہ صحیح سند ہے۔ اس کی تخریج دار قطنی اور طیالسی نے اور بیہقی نے بطریق طلحہ عمرو بواسطہ عطا کی ہے اور طلحہ ضعیف ہیں۔

❹ شیخین نے اپنی اپنی صحیح میں حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے اس کی تخریج کی ہے۔

❺ شیخین اور دوسرے لوگوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیہم روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: آپ تو پیہم روزہ رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔ شیخین نے اس کی تخریج حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے اور اس میں ہے ''میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے برعکس عادلانہ امت کے کہ اس کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور خبیث وخراب چیزیں حرام کر دی گئیں۔

چونکہ یہ بات ہے اس لیے روزہ دار کو ان چیزوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا کہ وہ ایسی چیزیں خارج نہ کرے جس سے وہ کمزور ہو جائے اور وہ مادہ نکل جائے جس سے اسے غذا حاصل ہو رہی ہے ورنہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے نقصان ہوگا اور اس کی عبادت عدل پر مبنی نہ رہ کر غلو اور تعدی سے محفوظ رہ سکے گی۔

خروج ہونے والی چیزیں دو قسم کی ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جس سے احتراز کرنے پر انسان قادر نہیں ہے یا جس کا خروج انسان کو نقصان نہیں پہنچاتا، تو اس قسم سے روکا نہیں گیا ہے۔ جیسے پیشاب، پاخانہ کہ ان دونوں کا خروج نہ نقصان دہ ہے نہ ان سے اجتناب ممکن ہے اگر خروج کا وقت آ جائے۔ ان کا خروج نقصان دہ ہونے کے بجائے مفید ہے۔

اسی طرح اگر قے آ جائے تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ ایسے ہی سوتے میں احتلام سے نہیں بچا جا سکتا۔

ہاں اگر وہ جان بوجھ کر قے کر دے تو قے اس کھانے پانی کو نکال دیتی ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور جو معدہ میں تبدیلی لاتا ہے۔ یہی حال قصداً منی کے انزال کا ہے۔ ساتھ ہی اس میں شہوت بھی ہے۔ وہ اس منی کا خروج کرتا ہے جو معدہ میں تبدیلی اور الٹ پھیر کا باعث بنتی ہے اور وہ اس خون کو خارج کر دیتا ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اس لیے منی کے خروج میں اگر افراط ہو جائے تو یہ انسان کے لیے نقصان دہ ہے اور اس کے ساتھ خون بھی نکلنے لگتا ہے۔

وہ خون جو حیض کے زمانے میں نکلتا ہے اس میں خون ہی کا خروج ہوتا ہے اور حائضہ دوسرے اقدامات میں جب کہ خون کا خروج نہ ہو رہا ہو روزہ رکھ سکتی ہے۔ اس دوسری حالت میں اس کا روزہ اعتدال پر مبنی ہوگا۔ اس میں وہ خون نہ نکلے گا جو بدن کو تقویت دیتا ہے اور

www.KitaboSunnat.com

حیض کی حالت میں روزہ رکھنے سے یہ واجب آئے گا کہ اس میں اس کا وہ خون خارج ہو جائے جو اس کا مادہ ہے اور اس کے بدن کو نقصان پہنچے گا اور اسے کمزور کر دے گا اور اس کا روزہ اعتدال کی حدود سے نکل جائے گا اسی لیے اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایام حیض کے ماسوا دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔

اس کے برعکس مستحاضہ کا معاملہ ہے۔اس لیے کہ استحاضہ پورے اوقات پر حاوی ہے۔ اس کا کوئی متعین وقت نہیں ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے، بلکہ اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر روزہ استحاضہ کے آخر تک ملتوی کر دے تو آخر میں پھر استحاضہ آ سکتا ہے۔اس لیے عورت کے لیے اس سے بچنا اس طرح ممکن نہیں ہے جس طرح قے سے اور زخموں اور پھوڑوں سے خون رسنے سے اور احتلام سے احتراز کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اسے حیض کے خون کے برعکس روزے کا منافی نہیں بتایا۔

اس پر پچھنا اور فصد کے خون کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ پچھنا کے سلسلے میں علماء میں اختلاف ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ٹوٹتا؟ اور نبی ﷺ کے اس قول کہ پچھنا لگانے اور پچھنا لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کی بے شمار احادیث ہیں جن کی حافظین حدیث ائمہ نے توضیح کی ہے۔

متعدد صحابہ نے روزہ دار کے لیے پچھنا کو مکروہ قرار دیا ہے۔بعض صحابہ ایسے تھے جو صرف رات میں پچھنا لگواتے تھے۔

اہل بصرہ کا معمول تھا کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو پچھنا لگانے والوں کی دکانیں بند کر دیتے تھے۔اور حجامت (پچھنا) روزہ کو توڑ دیتی ہے یہ اکثر فقہائے حدیث کا مسلک ہے جیسے احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ، ابن المنذر رحمہم اللہ وغیرہ۔

اور اہل حدیث فقہاء اسی پر عامل ہیں، وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں سب سے ممتاز ہیں۔ اور جو لوگ پچھنا لگوانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

استدلال کرتے ہیں جو "الصحیح" میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے پچھنا لگوایا حالانکہ آپ ﷺ حالت احرام میں روزے سے تھے۔ ❶

احمد وغیرہ نے اس اضافہ "وھو صائم" پر اعتراض کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ثابت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور حالت احرام میں تھے۔ احمد کہتے ہیں، یحییٰ بن سعید نے کہا: شعبہ کہتے ہیں حکم نے صائم کے لیے حجامت کے سلسلے میں مقسم کی حدیث نہیں سنی۔ یعنی شعبہ کی حدیث جو عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ نبی ﷺ نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے حالت احرام میں تھے۔ ❷

---

❶ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیحین کی کسی کتاب میں نہیں ہے جیسا کہ مصنف خود آگے کہتے ہیں۔ بلکہ بخاری کے ہاں ان الفاظ کے ساتھ ہے: پچھنا لگوایا اور وہ احرام باندھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور روزے سے تھے۔ اس کو بطریق وھیب عن ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے پھر اسے بطریق عبدالوارث روایت ہے وہ کہتے ہیں ہمیں ایوب نے بتایا لیکن اس میں حدیث کا پہلا آدھا حصہ نہیں ہے اور ترمذی نے دونوں الفاظ کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کی ہے جسے مؤلف نے بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لیے کہ ترمذی کی روایت بتاتی ہے کہ پچھنا ایک ہی دن بحالت صیام و احرام آپ ﷺ نے لگوایا اور یہ مشکل ہے اس لیے کہ نبی نے احرام کی جہت کی طرف صرف غزوہ فتح مکہ میں سفر کیا ہے اور اس وقت آپ ﷺ صوم کی حالت میں نہیں تھے، جیسا کہ "التلخیص" میں ہے اور بخاری کی روایت میں اس طرح کا کوئی اشکال نہیں ہے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو حالات کے بارے میں خبر دے دی گئی ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے الگ اور مستقل ہے۔ اسی لیے حافظ کہتے ہیں کہ ترمذی کی روایت سے بعض راویوں کو وہم ہو گیا ہے اور جو صحیح بخاری کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مستقل حالت میں صدور ہوا ہے اور اس میں ہر کوئی دشواری بھی نہیں ہے اور اس کو تقویت اس سے بھی ملتی ہے کہ اکثر احادیث نے الگ الگ بیان کیا ہے یعنی ہر قضیہ دوسرے سے الگ ہے۔

❷ ان الفاظ کے ساتھ احمد نے روایت کی ہے لیکن اس میں (۱:۲۲۲، ۲۸۶، ۳۴۴) محرم نہیں ہے۔ یہ شعبہ سے متعدد طرق سے روایت ہے اور طحاوی نے بطریق ابن ابی لیلیٰ بواسطہ حکم روایت کی ہے اور اس میں محرم کا اضافہ ہے اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں۔ اس طرح انہوں نے ابوداؤد نے، ابن ماجہ، احمد نے اور بیہقی نے یزید بن ابی زیاد بواسطہ مقسم متعدد طریق سے روایت کی ہے اور اس میں یزید سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس لفظ کے ساتھ حدیث صحیح نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہنا کہتے ہیں: میں نے احمد سے حدیث حبیب بن الشہید عن میمون بن مہران عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے تھے اور حالت احرام میں تھے، یہ کیسی حدیث ہے؟ تو انہوں نے کہا: صحیح نہیں ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری نے اسے منکر کہا ہے ❶ صرف میمون بن مہران کی احادیث بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما پندرہ ہیں۔

اثرم کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ کو اس حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا چنانچہ انہوں نے اسے ضعیف قرار دے دیا اور فرمایا: انصاری کی کتابیں فتنہ کی نذر ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ اپنے غلام کی کتابوں سے روایت کرنے لگے اور یہ حدیث انہی میں سے ہے۔

اور مہنا کہتے ہیں: میں نے احمد سے حدیث قبیصہ کے بارے میں پوچھا جو انہوں نے سفیان سے بواسطہ حماد بواسطہ سعید بن جبیر بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور احرام کی حالت میں پچھنا لگوایا تو انہوں نے فرمایا: یہ قبیصہ کی طرف سے غلطی کا نتیجہ ہے۔

اور میں نے قبیصہ کے بارے میں یحییٰ سے پوچھا تو انہوں نے کہا سچا آدمی ہے اور جس حدیث کی انہوں نے سفیان سے بواسطہ سعید روایت کی ہے اس میں ان کی طرف سے غلطی ہو گئی ہے۔

مہنا کہتے ہیں: اور میں نے احمد سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور بحالت احرام وصیام تھے؟ تو آپ نے فرمایا: اس میں صائم کا لفظ نہیں ہے صرف محرم کا لفظ ہے۔ اس کا ذکر سفیان نے بواسطہ عمرو بن دینار بواسطہ طاؤس بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح کیا ہے۔

---

❶ میں کہتا ہوں: اس سلسلے سے ترمذی نے اس کی روایت کی ہے لیکن اس میں "محرم" کا لفظ نہیں ہے جیسا کہ عنقریب یہ حدیث آئے گی اور یہی صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق سے روایت ہے وہ معمر سے اور وہ ابن خثیم سے اور وہ سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کرتے ہیں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھی ہیں انہوں نے اس میں صائم کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ❶

میں کہتا ہوں: امام احمد نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس پر بخاری و مسلم متفق ہیں اسی لیے انہوں نے اس حدیث سے اعتراض کیا جس میں روزہ دار کے پچھنا لگوانے کا ذکر کیا ہے اور دونوں صرف محرم کے پچھنا لگوانے پر متفق ہیں ❷۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا دونوں نے صحیحین میں بواسطہ عمرو بواسطہ طاؤس بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔''

ان لوگوں نے حجامت والی حدیث کی نہایت کمزور تاویلات کی ہیں جیسے وہ کہتے ہیں: یہ دونوں غائب تھے یا وہ کہتے ہیں: دوسرے سبب سے یہ روزہ توڑتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بہتر تاویل وہ ہے جو امام شافعی نے اختیار کی ہے وہ کہتے ہیں

---

❶ میں کہتا ہوں: اگرچہ جن لوگوں کا امام احمد نے نام لیا ہے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ دوسرے لوگوں نے تو اس کا ذکر کیا ہے، جیسے بخاری کے نزدیک عکرمہ ہیں اور یہ حدیث گزر چکی ہے، ترمذی (۱۴۹:۱) کے ہاں میمون بن مہران ہیں اور اس کے الفاظ یہ ہیں آپ نے پچھنا لگوایا اور آپ روزے سے تھے۔ اور فرمایا کہ حدیث حسن ہے اس سلسلے سے غریب ہے۔ اور زاد المعاد میں ابن قیم کا قول کہ صحیح نہیں ہے اس تحقیق سے قابل رد ہے اور فتح الباری (۱۵۵:۴) میں حافظ کے بقول یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن ''پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے'' کی حدیث کو منسوخ کرنے کے لیے مندرجہ بالا حدیث سے استدلال کرنا خالی از بحث نہیں ہے اس سلسلے میں حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے استدلال کرنا زیادہ موزوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے والے کو حجامت (پچھنا لگوانے) کی رخصت دی ہے۔ دارقطنی (۲۳۹) اور دوسروں نے صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے، جیسا کہ فتح الباری میں ہے اس لیے اسے اختیار کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ رخصت عزیمت کے بعد ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ حدیث ان احادیث کو منسوخ کر دیتی ہے جن میں حجامت (پچھنا) کو روزہ کے ٹوٹنے کا سبب بتایا ہے چاہے حاجم ہو یا محجوم جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے کہا ہے۔

❷ اس میں اختلاف ہے بخاری نے روزہ کو بھی ثابت کیا ہے لیکن احرام سے الگ کر کے جیسا کہ اس کی تحقیق پیچھے گزر چکی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ یہ قول ۱۸ رمضان کا ہے اور روزے اور احرام کی حالت میں آپ ﷺ نے اس کے بعد پچھنا لگوایا ہے۔اس لیے کہ احرام تو رمضان کے بعد ہی باندھتے ہیں اور یہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ مذکورہ حدیث میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے اس رمضان کے بعد کہا ہو جس میں آپ ﷺ نے حاجم اور محجوم دونوں کے روزہ ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا تھا بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ذیقعدہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا اور حجۃ الوداع کے موقع پر دسویں سال حج کا احرام باندھا۔

بحالت روزہ آپ ﷺ کا پچھنا لگوانا کسی احرام میں واضح نہیں ہے منسوخ کرنے کا دعویٰ دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ایک یہ کہ آپ ﷺ نے حج میں یا عمرہ جعرانہ میں کیا ہو اس لیے کہ حاجم و محجوم کے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث غزوہ مکہ کے موقع پر ہے۔ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنا اس سے قبل کسی عمرہ میں یا تو عمرۃ القضیہ یا عمرۃ الحدیبیہ میں لگوایا ہو۔

دوسری شرط یہ کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جب آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا اس وقت روزے کی حالت میں نہیں تھے،لیکن حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ روزہ رمضان کے مہینے کا نہیں تھا۔ اس لیے کہ رمضان میں احرام نہیں باندھا تھا۔ بلکہ سفر میں احرام باندھا تھا اور سفر میں روزہ واجب نہیں ہے بلکہ صحیح میں جو ثابت ہے وہ یہ کہ آخر میں آپ ﷺ سفر میں روزہ نہ رکھتے تھے اور یہ کہ عام الفتح کو آپ ﷺ نکلے یہاں تک کہ جب کدید کے مقام پر پہنچے تو روزہ توڑ دیا اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔اس کے بعد معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہو۔اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ جس احرام میں آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا وہ فتح مکہ سے پہلے باندھا ہوگا اور حاجم و محجوم والی حدیث بلاشبہ عام فتح مکہ کی ہے۔اسی طرح بہترین احادیث میں آیا ہے۔

احمد کہتے ہیں:

ہمیں بتایا اسماعیل نے بواسطہ خالد الحذاء بواسطہ ابو قلابہ بواسطہ ابو اشعث بواسطہ شداد بن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اوس رضی اللہ عنہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عام الفتح کو ایک آدمی کے سامنے گزرے جو بقیع میں پچھنا لگوا رہا تھا اور رمضان کی ۱۸ تاریخ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجم اور محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ❶

امام احمد یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا اسماعیل نے انہیں بتایا ہشام الدستوائی نے، بواسطہ یحییٰ بن ابی کثیر، بواسطہ ابو قلابہ، بواسطہ ابو اسماء، بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو رمضان میں پچھنا لگوا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔''

اور کہتے ہیں: ہمیں بتایا ابو الجواب نے، بواسطہ عمار بن زریق، بواسطہ عطاء بن السائب، وہ کہتے ہیں مجھے بتایا حسن نے، بواسطہ معقل بن سنان الاشجعی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں رمضان کی ۱۸ تاریخ کو پچھنا لگوا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔ امام ترمذی علی بن المدینی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس باب میں صحیح ترین احادیث ثوبان اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما کی ہیں۔

اور ترمذی کہتے ہیں: ❷ میں نے بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس باب میں ثوبان اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں صحیح ترین احادیث اور نہیں ہیں۔ میں نے کہا: اس میں اضطراب کیا ہے؟ فرمایا دونوں میرے نزدیک صحیح ہیں اس لیے کہ یحییٰ بن سعید نے دونوں حدیثیں بیان کی ہیں ایک روایت انہوں نے ابو قلابہ سے بواسطہ ابو اسماء بواسطہ ثوبان کی ہے دوسری ابو قلابہ سے، بواسطہ ابو الاشعث، بواسطہ شداد بن اوس۔

میں کہتا ہوں: بخاری نے جو بات کہی ہے وہ ان دونوں حدیثوں کی صحت پر سب سے

---

❶ میں کہتا ہوں صحیح سند ہے لیکن ابو سعید کی صحیح حدیث (جو اوپر گزر چکی ہے) کے ذریعہ منسوخ ہے۔
❷ اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ حدیث سنن میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی تصنیف ''العمل الکبری'' میں ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۲:۴۷۲) میں ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

زیادہ مضبوط دلیل ہے جن کی روایت ابو قلابہ نے کی ہے انہوں نے اضطراب کی بات اس لیے کہی تھی کہ وہی حدیث ابو قلابہ سے دو سندوں سے مروی ہے۔ ❶

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے ابو قلابہ سے اسی حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اس طرح متعدد طرق سے حدیث ان کے پاس ہے اور زہری نے حدیث بواسطہ سعید بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور کبھی کسی اور شخص کے واسطہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے یہی حدیث ناسخ ہے چاہے تاریخ معلوم نہ ہو۔

جب دو حدیثیں آپس میں متعارض ہوں ایک اصل سے منتقل ہو رہی ہو اور دوسری اصل پر باقی رہے تو ناقل ہی کو ناسخ ہونے میں اصل مانا جائے گا تاکہ دوبارہ حکم کی تبدیلی لازم نہ آئے اگر یہ طے ہو جائے کہ حجامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو اس سے روکنے سے پہلے لگوائی تو حکم کی تبدیلی لازم نہیں آئے گی اور اگر یہ معلوم ہو کہ روکنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تو دوبارہ حکم کی تبدیلی لازم آئے گی۔

اور یہ بات بھی ہے کہ جب روزہ واجب نہ ہو تو روزہ کے وقت پچھنا لگوا کر روزہ توڑا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ نبی نفل روزوں کو ان کی وہ اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے توڑ دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے۔ اگر لوگ کہتے کہ ہمارے پاس کھانا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے اسے قریب کرو کیونکہ میں روزے سے تھا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال اگرچہ معلوم نہ تھا، تاہم اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو دیکھا یا دیکھنے والوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور بخاری وغیرہ نے کہا ہے: یہ غیر محفوظ ہے۔ ان کی مراد رافع سے خاص طور پر ہے چاہے بخاری کی بات صحیح ہو یا احمد کی۔ لیکن یہ حدیث قطعی طور پر صحیح ہے بلکہ متواتر ہے مختلف صحابہ سے مروی ہے، جیسے ابو موسیٰ، معقل بن یسار، اسامہ بن زید، بلال، علی، عائشہ، ابو ہریرہ، انس، جابر، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، ابی یزید انصاری، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ان سب کی تخریج حافظ ابن حجر نے "التلخیص" (۱۹۰) میں کی ہے۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور التعلیق (ص ۴۹) میں اس کے منسوخ ہونے کی صحیح دلیل گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو آپ ﷺ کے دل کا حال معلوم تھا کہ آپ ﷺ نے اپنا روزہ برقرار رکھا جس کے خلاف منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ اس پر یہ حجت دو پہلوؤں سے غالب ہے ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

دارقطنی کی اَب روایت بتاتی ہے کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث ناسخ ہے۔ وہ کہتے ہیں: ہمیں بغوی نے بتایا، وہ کہتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے بتایا، وہ کہتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے بتایا، بواسطہ عبداللہ بن مثنیٰ بواسطہ ثابت، بواسطہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں: شروع میں ہمیں روزہ دار کے لیے حجامت (پچھنا) کی کراہت اس وقت معلوم ہوئی جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پچھنا لگوایا اور وہ روزہ سے تھے، نبی ﷺ آپ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ پھر نبی ﷺ نے روزہ دار کے لیے حجامت (پچھنا) کی رخصت دے دی اور انس رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے تھے۔

دارقطنی کہتے ہیں: یہ سب ثقہ ہیں اور میں اس کی کوئی علت نہیں جانتا ابو الفرج ابن الجوزی کہتے ہیں: احمد بن حنبل نے کہا: خالد بن مخلد کی بہت سی منکر احادیث ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس چیز کے منکر ہونے پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اسے کسی معتمد کتاب حدیث نے روایت نہیں کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بخاری کی شرط کے مطابق ظاہر ہیں ہے۔

بصریوں کا مشہور مسلک یہی رہا کہ پچھنا روزے کو توڑ دیتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے خیبر کو چھٹے سال کے آخر میں اور ساتویں سال کے آغاز میں آئے تھے۔ اس لیے کہ خیبر کی جنگ ساتویں سال ہوئی تھی اور کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے موتہ کے سال آئے اور فتح مکہ میں حاضر نہیں تھے تو انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ساتویں سال ایک ہی روزہ رکھا۔

اگر یہ حکم اس سال لاگو کیا گیا تو یہ چیز پھیل گئی ہوگی اور مذکورہ حدیث اس کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں سال کی ہے اور اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو نبی ﷺ نے یہ بات ایک سال بعد دوسرے سال کہی ہے اور کسی نے ثابت الفاظ میں آپ ﷺ سے یہ نقل نہیں کیا کہ آپ نے اس کے بعد پچھنا لگوانے کی اجازت دی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نے انس رضی اللہ عنہ کی طرف وہ بات منسوب کر دی ہو جو آپ نے کہی، یا انہیں یہی بات معلوم رہی ہو کہ آپ ﷺ نے رخصت دی ہے، اور کوئی زائد حکم نہ سنا ہو یا کسی تابعی نے اس سے انہیں باخبر کیا ہو۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے جو روایت کی ہے وہ نہ انس رضی اللہ عنہ سے محفوظ ہے نہ ثابت رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ لوگ روزہ دار کے لیے پچھنا لگوانے کو ناپسند کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں البتہ اگر اس کی وجہ سے کمزوری آ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے نبی ﷺ کے عہد میں۔ یہ حدیث ثابت ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں صرف یہ ہے کہ وہ لوگ صرف کمزوری کی وجہ سے اسے ناپسند کرتے تھے۔ وہ روزہ کو نہیں توڑتا ہے نہ اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی رخصت دی ہو اور یہ دونوں باتیں اس قول کی مخالف ہیں کہ وہ لوگ محض کمزوری کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ اگر انہیں یہ بات معلوم ہوتی کہ آپ ﷺ نے رخصت دی ہے تو جس چیز کی رخصت نبی ﷺ نے دی تھی اسے کبھی مکروہ قرار نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ ان کے پاس محض یہ علم تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کمزوری کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور یہی صحیح مفہوم ہے اور روزہ دار کا روزہ توڑ دینے کی علت بھی، جیسے قے کر دینے یا حیض کا خون آ جانے کی وجہ سے کمزوری آتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اس حکم کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ یہ روایت آپ ﷺ کے ان خاص صحابہ نے کی ہے جو سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ﷺ کے اندرون سے بھی واقف ہوتے تھے۔ جیسے بلال اور عائشہ، اسامہ، اور ثوبان رضی اللہ عنہم اور ان انصار نے روایت کی ہے جو آپ ﷺ کے رازدار تھے جیسے رافع بن خدیج اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما۔ مسند احمد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے: ہمیں بتایا عبدالرزاق نے وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا معمر بن یحییٰ بن ابی کثیر نے، بواسطہ عبداللہ بن قارظ، بواسطہ سائب بن یزید، بروایت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنا لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں: اس باب میں صحیح ترین حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی ہے۔

اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا یحییٰ بن سعید نے بواسطہ اشعث حرانی، بواسطہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا یزید بن ہارون نے، وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابوالعلاء نے، بواسطہ قتادہ، بواسطہ شہر بن حوشب، بواسطہ بلال رضی اللہ عنہ، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجم اور محجوم دونوں کے روزے ٹوٹ گئے۔ اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا علی بن عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا عبدالوہاب ثقفی نے، وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا یونس بن عبید نے، بواسطہ حسن، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجم و محجوم دونوں کے روزے ٹوٹ گئے۔ اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا ابونضر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابومعاویہ نے، بواسطہ سفیان، بواسطہ لیث، بواسطہ عطاء، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجم و محجوم دونوں کے روزے ٹوٹ گئے۔ اور حسن بصری کے بارے میں اگرچہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسامہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، لیکن اس باب میں ان کے پاس متعدد صحابہ کی احادیث تھیں جنہیں وہ معقل بن سنان اور اسامہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے تھے۔ بخاری کہتے ہیں: اور حسن بصری [1] جب رمضان کا مہینہ آتا تو بصرہ کے لوگ حجاموں (پچھنا لگانے والوں) کی دکانیں بند کروا دیتے تھے۔ اس کا ذکر احمد وغیرہ نے کیا ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری وفات پانے والے صحابیوں میں ہیں۔ اہل بصرہ ان

---

[1] اصل میں اسی طرح غیر مکمل جملہ موجود ہے۔ شاید مکمل اس طرح ہے جیسا کہ فتح الباری ۱۷۵/۹ میں ہے۔ ترمذی نے "العلل الکبری" میں نقل کیا ہے بخاری سے کہ انہوں نے کہا: اس بات کا احتمال ہے کہ حسن نے متعدد صحابہ سے سنا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے استفادہ کرتے تھے۔ اگر انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کے بعد پھر رخصت دے دی تھی تو بصرہ کے باشندوں کو اس کا ضرور علم ہوتا اور حسن بصری اور ان کے ساتھی اس پر ضرور عمل کرتے، خاص طور پر جب کہ کہا جاتا ہے کہ ثابت رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی تھی اور ثابت رضی اللہ عنہ بصرہ کے مشہور شیخ اور حسن بصری کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی اور اہل بصرہ کے ہاں منسوخ حدیث رائج تھی اور ناسخ حدیث انس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی اور وہ ان سے شب و روز استفادہ کرتے تھے لیکن اس حدیث سے ناواقف تھے اور ان کے علماء کے پاس یہ حدیث موجود نہ تھی جن کے ہاں روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ رائج تھا؟ اور اس کی تائید اس وجہ سے بھی ہوئی ہے کہ ابو قلابہ انس رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں تھے اور انہوں نے دو طریقوں سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ''حاجم و محجوم کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔''

پھر اس مسلک کے ماننے والے کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہے چار اقوال میں منقسم ہو گئے۔

پہلا قول: ...... پچھنا لگانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں لگوانے والے کا ٹوٹ جائے گا اس لیے کہ پچھنا لگانے والے سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جو روزے کو نقصان پہنچائے۔ اس کا خرقی نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ روزہ اس وقت ٹوٹ جاتا ہے جب کوئی پچھنا لگواتا ہے لیکن پچھنا لگانے والے کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ ❶ لیکن امام احمد اور ان کے جمہور ساتھی یہی کہتے ہیں۔

کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور نص اس پر گواہ ہے اس لیے اسے ترک کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے، خواہ اس کی علت ہماری سمجھ میں نہ آئے۔

دوسرا قول: ...... پچھنا لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس شخص کا بھی جو

❶ دیکھیے: ''مختصر الخرقی'' ص ۵۸ مطبوعہ مکتب اسلامی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پچھنا لگوائے اور اس سے خون نکل آئے اور محض فصد کھلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اسے احتجام نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قول قاضی اور ان کے اصحاب کا ہے اور اس کا ذکر ''المحرر'' کے مصنف نے بھی کیا ہے۔ پھر اسی قول کے مطابق اس امر میں اختلاف ہو گیا کہ کان میں نشتر لگانے کو حجامت کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں متاخرین میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: کان میں نشتر لگانا حجامت میں شامل ہے۔ یہی ہمارے شیخ ابو محمد المقدسی کا مسلک ہے اور اسی کی طرف تمام علماء کا کلام رہنمائی کرتا ہے اس لیے کہ کسی نے اس چیز کو خصوصیت سے ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ چیز حجامت میں شامل نہ ہوتی تو اس کا ذکر کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کان میں نشتر لگانا حجامت میں شامل رہا ہے۔ ہمارے شیخ ابو محمد کہتے ہیں: یہی صحیح ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تشریط (کان میں نشتر لگوانا) حجامت میں شامل نہیں ہے بلکہ یہ فصد سے بھی کمزور تر چیز ہے، اس لیے اگر یہ کہا جاتا ہے کہ فصد کھلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو تشریط میں بھی دو نقطۂ نظر کی گنجائش ہے۔ یہ ابو عبداللہ ابن احمدان کا قول ہے۔ اور پہلا قول صحیح ہے اس لیے کہ تشریط حجامت ہی میں شامل ہے یا ہر پہلو سے اس کے مثل ہے کیونکہ حجامت پنڈلی ہی کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ سر، گردن اور گردن کے پچھلے حصے وغیرہ میں بھی پچھنا لگوایا جاتا ہے اور جس نے ان دونوں میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کان میں نشتر لگانے والا حاجم کی طرح خون کی بوتل سے نہیں چوستا ہے اس لیے وہ حاجم کی فہرست میں نہیں آتا نہ وہ محجوم میں شامل ہے، پس کہا جاتا ہے: بلکہ وہ محجوم میں داخل ہے اگرچہ حاجم میں داخل نہیں ہے یا اگر لفظ میں داخل نہیں ہے تو ہر پہلو سے اس کی مثل ہے، ان دونوں میں اصلاً کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ اور کبھی کبھی کہا جاتا ہے: کان میں نشتر لگانے والا حاجم بھی ہے لیکن اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ میں وہی حاجم مستعمل ہے جو عام طور پر مشہور ہے اور وہ لوگ تشریط نہیں کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسرا قول: ...... رہا لفظ محجوم، تو اس میں معروف و غیر معروف سب شامل ہیں اس لیے کہ لفظ محجوم کا جو رول ہے وہ سب پر حاوی ہے۔ اس کے برخلاف لفظ حاجم کے معنی سب پر حاوی نہیں ہیں یا یہ کہا جاتا ہے کہ اگرچہ حاجم کا لفظ سب پر ہو لیکن چوسنے والا حاجم اصل نشانہ ہے کہ اس کے حلق تک خون پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نشتر لگانے والے کا روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اس لفظ کو دونوں پر حاوی سمجھتے ہیں۔ اور اس حکم کو تعبدی مانتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ کہتے ہیں کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن فصد کھلوانے سے نہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم تعبدی ہے، اس کا مفہوم سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے فصد کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں، اور ان میں ابن عقیل بھی ہیں کہ پچھنا لگوانے والے کا روزہ محض نشتر لگوانے سے ٹوٹ جاتا ہے، چاہے خون نہ نکلا ہو اس لیے کہ اس پر حجامت کا اطلاق ہو جاتا ہے اور یہ سب سے ضعیف قول ہے۔ [1]

چوتھا قول: ......اور صحیح ہے، اسے عالم و عادل وزیر ابوالمظفر بن ہبیرہ نے اختیار کیا ہے اور المذهب اور دوسری کتابوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حجامت اور فصد دونوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ حجامت میں جو مفہوم ہے وہ عقلی طبعی اور شرعی لحاظ سے فصد میں بھی پایا جاتا ہے اور چونکہ آپ ﷺ نے حجامت پر ابھارا اور اس کا حکم دیا ہے اس لیے حجامت کے ہم معنی فصد وغیرہ کی طرف بھی اسے ترغیب سمجھی جائے گی۔ لیکن گرم علاقوں میں گرمی بدن کے خون کو کھینچ لیتی ہے اور وہ سطح جلد پر آ کر جم جاتا ہے، چنانچہ پچھنا لگواتے ہی بہ پڑتا ہے لیکن سرد علاقوں میں خون رگوں میں گہرائی تک اتر جاتا ہے تاکہ ٹھنڈک سے بچ سکے، جیسے خالی برتن ٹھنڈک میں سکڑ جاتے ہیں اور گرمی میں پھیل جاتے ہیں۔ جو لوگ سرد علاقوں کے رہنے والے ہیں انہیں فصد کھلوانا ہوتا ہے اور رگیں کٹوانا پڑتی ہیں جیسے گرم علاقوں کے رہنے

[1] شاید یہی تیسرا قول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کو اس کا لظم کرنا پڑتا ہے۔ شرعی اور عقلی اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ حجامت سے روزہ کا ٹوٹنا قیاس اور اصول کے مطابق ہے اور جس شکل میں بھی وہ خون نکالنا چاہے، روزہ ٹوٹ جائے گا جیسے قے کر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چاہے جس شکل میں وہ قے کرے چاہے ہاتھ ڈال کر قے کرے یا بدہضمی کی وجہ سے قے کر دے یا پیٹ کے نیچے ہاتھ رکھ کر دبائے اور جو کچھ کھایا ہے اسے نکال باہر کرے۔ یہ سب قے کرنے کے مختلف طریقے ہیں اور اوپر کے طریقے خون نکالنے کے ہیں اس لیے خون جس طرح بھی نکالا جائے، طہارت کے باب میں سب یکساں ہے۔ اس سے شریعت کا کمال اور اس کا اعتدال و تناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں جو نصوص آتے ہیں وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾

(النساء: ٨٢)

"اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔"

رہا پچھنا لگانے والا، تو بوتل کی ہوا چوس کر اسے کھینچتا ہے اور ہوا خون کو کھینچتی ہے۔ بسا اوقات ہوا کے ساتھ خون بھی کھینچ اٹھتا ہے اور حلق میں چلا جاتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہو پاتا۔ اور حکمت چاہے مخفی ہو یا نمایاں، جہاں اندیشہ ہوگا وہاں حکم لاگو ہوگا، جیسے سونے والا نیند سے اٹھتا ہے تو اسے نہیں معلوم ہوتا کہ ریاح خارج ہوئی ہے یا نہیں اور اسے وضو کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہی معاملہ پچھنا لگانے والے کا ہے کہ خون کا کچھ حصہ اس کے منہ میں چلا جاتا ہے اور اسے پتہ نہیں چل پاتا اور یہ معلوم ہے کہ خون سب سے پہلے روزہ کو توڑتا ہے کیونکہ یہ بذات خود حرام ہے اس میں شہوت کی سرکشی اور عدل سے تجاوز کا عنصر موجود ہوتا ہے اور روزہ دار کو اس مادہ کو دبانے کا حکم دیا گیا ہے۔ خون جب جسم میں جائے گا اور خون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑھائے گا اس لیے وہ ممنوع ہے اور اس لیے پچھنا لگانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے سونے والے کا وضوٹوٹ جاتا ہے۔ اگر چہ ریاح خارج ہونے کا اسے یقین نہ ہو، اس لیے کہ ریاح خارج ہوگئی ہوگی اور اسے معلوم ہی نہ ہوا ہوگا۔

اسی طرح یہاں بھی اس کے حلق میں خون چلا جاتا ہوگا اور اسے پتہ نہ چلتا ہوگا۔ رہا کان میں نشتر لگانے والا، تو اس کی حیثیت حاجم کی نہیں ہے، اس میں یہ مفہوم نابود ہے، اس لیے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اسی اگر حاجم اگر بوتل (قارورہ) نہ چوسے بلکہ کوئی اور چوسے یا کسی اور ذریعہ سے خون نکالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی ﷺ کے کلام میں حاجم کا لفظ اپنے معروف اور رائج معنی میں استعمال ہوا ہے اور اگر لفظ عام ہو تو اگر چہ کسی متعین شخص کو مراد لیا ہو لیکن سارے ہی لوگوں کے بارے میں حکم لاگو ہوگا کہ یہی شرعی قاعدہ ❶ ہے۔ یعنی جو حکم امت کے ایک فرد پر نافذ ہوگا وہی تمام لوگوں کے اوپر نافذ ہوگا۔ یہ بہترین قاعدہ ہے۔ اس لفظ سے وہ ثابت نہیں ہوتا جو لفظی و معنوی لحاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ شارط (کان میں نشتر لگانے والا) حاجم میں شامل نہیں ہے جب کہ عقل و شریعت کی نگاہ میں بھی دونوں میں کافی بعد ہے۔

محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ

۲۵ رجب ۱۳۸۰ھ بوقت صبح دمشق

❶ اصل نسخہ میں "للقاعدة الشرعية" کے بجائے للعادة الشرعية تھا اور یہ اصل میں تحریف ہے، اور شیخ الاسلام کے خط کی نقل کرنے والے سے بعید بھی نہیں ہے، اس لیے کہ شیخ الاسلام کا خط بہت خراب تھا۔ اپنی اکثر تحریروں میں نقطے چھوڑ دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ خود انہیں دشواری پیش آتی تو اپنے شاگردوں سے مدد لیتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور از اول تا آخر حمد اسی کے لیے ہے، "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ."

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوالات اور جوابات

پہلا سوال: ......شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے بادل کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ واجب ہے یا نہیں؟ اور کیا بادل کا دن مشکوک ہے جس میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے یا نہیں؟ ❶

جواب: ......آپ نے فرمایا:

"جب بادل یا گرد وغبار کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جا سکے تو اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں اور یہ مذہب امام احمد وغیرہ میں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا منع ہے۔ پھر اختلاف اس میں ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا نہی تنزیہی؟ یہی امام مالک کا مشہور مسلک ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اپنی ایک روایت میں اسی کو مانتے ہیں۔ امام احمد کے اصحاب کا ایک گروہ اسی کو مانتا ہے۔ اس میں ابوالخطاب ابن عقیل ابوالقاسم بن مندہ اصفہانی وغیرہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا واجب ہے۔ یہ قاضی خرقی اور دوسرے اصحاب امام احمد کا مسلک ہے اور کہا جاتا ہے کہ امام احمد کی مشہور روایت یہی ہے۔ لیکن جو شخص ان کے نصوص و الفاظ سے واقف ہے، اس کے لیے امام احمد کا مسلک یہی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کی اتباع میں بادل کے دن روزہ رکھنا مستحب سمجھتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے واجب نہیں کہتے تھے بلکہ محض احتیاط کی وجہ سے وہ ایسا کرتے تھے۔ بہت سے ایسے صحابہ تھے جو احتیاط کی وجہ سے اس دن روزہ رکھتے تھے۔ یہ عمل عمر، علی، معاویہ، ابوہریرہ،

❶ یعنی ۲۹ شعبان کو۔ دیکھیے حافظ محمد بن عبدالہادی المقدسی کا رسالہ۔ "تحریم صیام یوم الشك"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر، اور اسماء رضی اللہ عنہم وغیرہ سے منقول ہے۔

بہتیرے صحابہ اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے بلکہ بعض صحابہ اس دن روزہ رکھنے سے منع بھی کرتے تھے۔ جیسے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ اس لیے امام احمد رحمہ اللہ اس دن احتیاط کے پیش نظر روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

لیکن اس دن روزہ رکھنے کو واجب کہنا، امام احمد رحمہ اللہ کی تحریروں میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے نہ ان کے کسی ساتھی کا یہ قول ہے۔ لیکن ان کے بہت سے ساتھیوں نے سمجھ لیا کہ ان کا مسلک اس دن روزہ رکھنے کے وجوب کا ہے اور اس سے انہوں نے اس قول کی تائید و تقویت کی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا جائز ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہے اور یہی امام احمد رحمہ اللہ کا صریح منصوص مسلک ہے اور یہی بہتیرے صحابہ و تابعین کا مسلک بھی ہے۔

اس کی حیثیت بالکل ویسی ہے جیسے کسی کو طلوع فجر کا پتہ نہ چل سکے تو چاہے تو کھانے پینے سے باز آ جائے اور چاہے تو اس وقت تک کھاتا پیتا رہے جب تک اسے طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر اسے شک ہو جائے کہ وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ تو چاہے تو وضو کرے اور چاہے تو وضو نہ کرے۔ اسی طرح اگر اسے شک ہو جائے کہ زکوٰۃ کا ایک سال ہو گیا ہے یا نہیں؟ یا اسے شک ہو جائے کہ اس پر واجب زکوٰۃ سو (روپے یا جانور) ہیں یا ایک سو بیس؟ تو وہ زیادہ والی تعداد کا ادا کر دے۔

سارے اصول شریعت کی بنیاد یہی ہے کہ احتیاط نہ واجب ہے نہ حرام۔ اگر وہ مطلق نیت سے روزہ رکھ لے یا مشروط نیت سے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ میرا روزہ نفلی ہے تو یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کی صحیح ترین روایت کے مطابق ہے اور وہ روایت وہی ہے جسے مروزی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اسی کو خرقی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المختصر کی شرح میں ابوالبرکات وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسی وقت جائز ہوگا جب وہ رمضان کی نیت ہی سے روزہ رکھے۔ یہ امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے۔ اسے قاضی اور امام احمد رحمہ اللہ کے متعدد ساتھیوں نے اختیار کیا ہے۔

دوسرا سوال: ...... شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں سفر کرنے والے پر روزہ رکھنا کیسا ہے؟ جو شخص سفر میں روزہ رکھ لیتا ہے اس پر اظہار نکیر کیا جاتا ہے اور اسے جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے؟ اور قصر کی مسافت کیا ہے؟ کیا جس دن سے سفر شروع ہو اس دن روزے نہ رکھے؟ کیا وہ لوگ جنہیں برابر سفر کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، جیسے تاجر، جانوروں کو کرایہ پر دینے والا، اونٹوں کے ساربان ملاح، سمندر کا سفر کرنے والے وغیرہ وہ بھی سفر میں روزہ نہ رکھیں گے؟ اور سفر اطاعت اور سفر معصیت میں کیا فرق ہے؟

جواب: ...... آپ نے یوں جواب دیا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، مسافر کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ چاہے حج کا سفر ہو یا جہاد کا یا تجارت کا یا ایسا کوئی سفر ہو جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند نہیں کرتے۔

سفر معصیت کے سلسلے میں اختلاف ہے، جیسے کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لیے سفر کرے، اس میں وہ مشہور اقوال ہیں جیسا کہ صلوٰۃ قصر کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔

جس سفر میں نماز قصر کی جاتی ہے اس میں قضاء کے ساتھ روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، اس پر بھی تمام کا اتفاق ہے چاہے روزہ رکھنے پر اسے قدرت ہو یا نہ ہو، اور چاہے روزہ اس کے لیے مشکل ہو یا آسان، یہاں تک کہ اگر وہ سایہ اور پانی میں سفر کرے اور اس کے ساتھ خادم بھی ہو تو اس کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور نمازیں قصر ادا کرے۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا فقط اس کے لیے جائز ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو، تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ اس قول سے توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اسی طرح جو مسافر پر روزہ نہ رکھنے پر اظہار نکیر کرے اس سے بھی توبہ کرائی جائے۔ اور جو کہتا ہے کہ مسافر کے روزہ نہ رکھنے پر اسے گناہ ملتا ہے، تو اس سے بھی توبہ کرائی جائے۔ یہ تمام باتیں اللہ کی کتاب کے خلاف ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے خلاف ہیں اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

اسی طرح مسافر کے لیے مسنون یہ ہے کہ چار رکعت والی نمازوں کو دو ہی رکعت ادا کرے اور اس کے لیے مکمل نماز کی ادائیگی سے قصر کرنا بہتر ہے۔ یہ امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ان کے صحیح ترین قول کے مطابق مسلک ہے۔

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کے جواز کے سلسلے میں امت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف اس کے لیے روزہ رکھنے کے جائز ہونے کے سلسلے میں ہے۔ سلف و خلف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے حضر میں روزہ نہ رکھنے والا اور اگر وہ روزہ رکھ لے تو اس کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اس پر قضا واجب ہے۔ یہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور دوسرے اسلاف سے مروی ہے اور یہی اہل ظاہر کا مسلک ہے۔ صحیحین کی روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ لیکن چاروں اماموں کا مسلک یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور نہ رکھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر کرتے تھے تو کچھ لوگ روزہ رکھتے تھے اور کچھ لوگ نہیں رکھتے تھے، لیکن روزہ رکھنے والا روزہ نہ رکھنے والے کو نہ ملامت کرتا نہ اس کے برعکس ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔''

مسند کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جس طرح اسے یہ ناپسند ہے کہ معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔

صحیح میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا: میں بہت روزے رکھنے والا آدمی ہوں تو کیا سفر میں بھی رکھا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم روزہ نہ رکھو تو اچھا ہے اور اگر روزہ رکھ لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: تم میں بہتر وہ ہیں جو سفر میں روزہ نہیں رکھتے اور قصر کرتے ہیں۔

رہی سفر کی وہ مقدار جس میں قصر کرنی ہے اور روزہ نہیں رکھنا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ سے اور پیدل دونوں کی مسافت ہے اور وہ سولہ فرسخ ہے۔

جیسے مکہ اور عسفان اور مکہ اور جدہ کے درمیان کی مسافت ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: تین دن کی مسافت ہے اور سلف و خلف کا ایک گروہ کہتا ہے، دو دن سے کم مسافت میں بھی قصر کیا جا سکتا ہے اور روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے اور یہ مضبوط قول ہے اس لیے کہ ثابت حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عرفہ، مزدلفہ اور منیٰ میں نماز پڑھتے تھے اور قصر کرتے تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے مکہ اور دوسرے علاقوں کے لوگ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے لیکن آپ نے کسی کو نماز مکمل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اگر دن میں کسی وقت وہ سفر کرے تو کیا اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے؟ اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں اور یہ دونوں امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان میں سب سے واضح یہ ہے کہ جائز ہے کہ وہ توڑ دے جیسا کہ سنن میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جب دن کے کسی حصہ میں سفر شروع کرتے تو روزہ توڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور صحیح میں ثابت حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزے کا ارادہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور روزہ توڑ دیا اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ❶

رہا دوسرا دن، تو اس میں بلاشبہ وہ روزہ نہیں رکھے گا، اگر اس کے سفر کی مقدار دو دن ہے جیسا کہ تمام اماموں اور جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے۔

لیکن اگر دن کے کسی حصہ میں بھی وہ واپس آ جائے تو روزہ کو باقی رکھنے کے وجوب کے سلسلہ میں علماء میں زبردست اختلاف ہے۔ لیکن قضاء تو اس پر واجب ہے ہی چاہے روزہ باقی رکھے یا نہ رکھے۔

جس کا معمول برابر سفر کرنے کا ہے اگر اس کے پاس اپنا کوئی وطن ہے جہاں وہ قیام کرتا ہے، تو سفر میں وہ روزہ توڑ دے، جیسے تاجر غلہ اکٹھا کرتے ہیں یا دوسرے سامان لینے جانے دیتے ہیں یا وہ شخص جو جانوروں کو کرایہ پر دیتا ہے، ڈاکیہ جو مسلمانوں کے مفاد میں پا بہ رکاب رہتا ہے، یا جیسے وہ ملاح جس کا خشکی میں مکان ہو جہاں وہ رہائش اختیار کیے ہوئے ہو۔

البتہ جس کے ساتھ کشتی میں اس کی بیوی ہو اور ساری سہولیات ہوں اور وہ برابر سفر کرے تو نہ وہ قصر کرے گا نہ روزہ توڑے گا۔

اور دیہات والے جیسے بدو، کرد، ترک وغیرہ جو سردیاں کہیں اور گزارتے ہیں اور گرمیاں کہیں اور، جب وہ لوگ سفر کی حالت میں ہوں اور گرم علاقے سے سرد علاقے کی طرف یا سرد علاقے سے گرم علاقے کی طرف سفر کر رہے ہوں تو وہ قصر کریں گے۔ لیکن

---

❶ محدث ناصر الدین البانی کا رسالہ "تصحیح حدیث افطار الصائم قبل سفرہ" دیکھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب وہ اپنے اس سرد یا گرم مکان میں فروکش ہو جائیں تو نہ روزہ توڑیں گے اور نہ قصر کریں گے، اگر چہ چراگاہوں کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ واللہ اعلم

تیسرا سوال: ......شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جسے رمضان میں سفر کرنا ہو اور اسے نہ بھوک لگے نہ پیاس محسوس ہو نہ تھکن لاحق ہو تو اس کے لیے افضل کیا ہے؟ روزہ رکھنا یا نہ رکھنا؟

جواب: ......آپ نے فرمایا:

رہا مسافر، تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے گا چاہے اسے روزہ رکھنے میں کوئی دشواری درپیش نہ ہو اور اس کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اگر روزہ رکھ لے تو اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں: یہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔

چوتھا سوال: ......ایک مسجد کے امام کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا جس کا مسلک حنفی تھا، اس نے اپنی جماعت میں شریک نمازیوں سے کہا کہ اس کے پاس فلاں کتاب ہے جس میں درج ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت اگر آدمی عشاء سے پہلے یا بعد میں یا سحری کے وقت نہ کرے تو اس روزے میں کوئی اجر نہیں ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ......آپ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ رمضان کا روزہ اس پر فرض ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہتا ہے تو نیت کرے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے تو ضروری ہے کہ وہ نیت کر لے اس لیے کہ نیت کا مقام آدمی کا دل ہے۔ اور جس شخص کو اپنے ارادہ کا علم ہو جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہے چاہے لفظوں میں زبان سے ادائیگی ہو یا نہ ہو۔ اور نیت کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں اور بلاشبہ واختلاف ان کا روزہ صحیح ہے۔ رمضان کے مہینے کے لیے نیت کی تعیین واجب ہے یا نہیں؟ اس میں مسلک امام احمد میں تین اقوال ملتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلا قول یہ ہے کہ بغیر رمضان کی نیت کیے وہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔ اگر وہ مطلق نیت سے یا مشروط نیت سے یا نفل نذر کی نیت سے روزہ رکھ لے تو اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام شافعی کا مشہور مسلک یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہ آتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بالکل اس کے لیے کافی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مطلق نیت کے ساتھ تو کافی ہے لیکن رمضان کے سوا کسی اور نیت کی تعیین کے ساتھ کافی نہیں ہے۔ یہ تیسری روایت احمد کی ہے اور خرقی اور ابوالبرکات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ نیت علم کے ساتھ آئی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے تو اس صورت میں تعیین واجب ہے۔ اگر وہ نفل یا مطلق روزہ کی نیت کرے تو کافی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ واجب کی ادائیگی کا قصد کرے اور وہ رمضان کا مہینہ ہے جس کے وجوب کا اسے علم ہے۔ اگر وہ واجب کی ادائیگی نہ کرے تو اپنے ذمہ سے بری نہ ہوگا۔ لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو کہ کل رمضان کا روزہ ہے تو نیت کی تعیین اس پر واجب نہیں ہے اور جس نے ناواقفیت کے باوجود تعیین کو واجب کیا ہے تو اس نے دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا واجب قرار دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس کا روزہ رکھنا جائز ہے اور اس صورت میں مطلق نیت کے ساتھ روزہ رکھ لے یا مشروط نیت کے ساتھ اس کے لیے کافی ہے اگر وہ نفلی روزہ رکھے پھر اسے معلوم ہو جائے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، تو زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس کے لیے یہ روزہ کافی ہے۔ جیسے کسی شخص کی اس کے پاس امانت رکھی ہو اور اسے خبر نہ ہو اور وہ ہدیتاً اسے دے دے پھر اسے بعد میں پتہ چلے کہ یہ اس کا حق تھا تو اسے دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ کہہ دے گا کہ جو چیز آپ کے پاس پہنچ گئی ہے وہ میرے اوپر آپ کا حق تھا۔ اور اللہ معاملات کے حقائق سے واقف ہے۔ اور امام احمد سے روایت کی جاتی ہے کہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاملہ میں لوگ امام کی نیت کے تابع ہوں گے بشرطیکہ روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا لوگوں کو علم ہو، جیسا کہ سنن میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا روزہ وہ ہے جس دن تم رکھو اور تمہارا روزہ اس دن نہیں ہے جس دن تم نہ رکھو، اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو۔

پانچواں سوال: ......شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آنجناب کیا فرماتے ہیں رمضان کے روزہ دار کے بارے میں کہ وہ روزانہ نیت کرنے کا محتاج ہے یا نہیں؟

جواب: ...... جس شخص کو معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اس روزے کی نیت کر لینی چاہیے، چاہے زبان سے ادائیگی کرے یا نہ کرے اور یہ تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔سب روزے کی نیت کرتے ہیں۔

چھٹا سوال: ......غروب آفتاب کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا سورج کے غروب ہو جانے سے روزہ دار کے لیے افطار کرنا جائز ہو جائے گا؟

جواب: ......آپ نے فرمایا: جب سورج کا تمام حصہ غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے اور افق میں باقی رہنے والی شدید سرخی قابل لحاظ نہیں ہے۔اور جب پورا سورج غروب ہو جاتا ہے تو مشرق سے سیاہی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جب رات یہاں سے آ جائے اور دن یہاں سے رخصت ہو جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔

ساتواں سوال: ......سوال کیا گیا کہ اگر صبح کی اذان کے بعد کھا لے تو کیا ہو گا؟

جواب: ......حمد اللہ کے لیے ہے۔اگر مؤذن طلوع فجر سے پہلے اذان دے دے جیسا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے دور میں طلوع فجر سے پہلے اذان دیا کرتے تھے اور جیسا کہ دمشق میں مؤذن اذان دیتے ہیں، [1] تو اس کے تھوڑی دیر بعد تک کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] دمشق میں آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر اسے شک ہو کہ فجر طلوع ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اسے اختیار ہے کہ جب تک طلوع واضح نہ ہو جائے وہ کھائے پیئے اور اس کے بعد اگر اسے معلوم ہو کہ اس نے طلوع فجر کے بعد کھالیا ہے تو قضا کے واجب ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

سب سے واضح قول یہ ہے کہ اس پر قضا واجب نہیں ہے اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور سلف و خلف کے ایک گروہ کا یہی مسلک ہے۔ اور قضا چاروں اماموں کا مشہور مسلک ہے۔ واللہ اعلم

آٹھواں سوال: ......ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو جب بھی روزہ رکھنا چاہتا ہے اسے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے اور جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ کچھ دنوں تک اسی حالت میں رہتا ہے، اسے آفاقہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ لوگ اسے مجنون کہنے لگتے ہیں، حالانکہ اس کا جنون ثابت نہیں ہو سکا۔

جواب: ......آپ نے جواب دیا: حمد اللہ کے لیے ہے۔ اگر روزہ کی وجہ سے اسے اس طرح کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو وہ روزہ توڑ دے اور قضا کرے اور اگر جب بھی وہ روزہ رکھے یہی اس کی کیفیت ہو جاتی ہے تو وہ روزے سے معذور ہے۔ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ واللہ اعلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیارت بیت المقدس شرفہا اللہ

اس رسالے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام وصلحاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کی شرعی حیثیت پر گفتگو کی ہے، نیز زیارتِ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر مشتمل روایات کی اسنادی حیثیت کو واضح کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطبہ

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَهْدِيْهِ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱):

قبورِ انبیاء علیہم السلام وصلحاء وغیرہ کے سفر کی نذر ماننا

شدِ رحال:

صحیحین میں بروایت ابو سعید وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ مسجدِ حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ کسی مقام کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ یہ حدیث دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔ یہ وہ مشہور مقبول حدیث ہے، جس کی صحت، قبولیت اور تصدیق پر علماء کا اجماع ہے۔

عباداتِ مشروط کے لیے بیت المقدس کا سفر مستحب ہے:

عباداتِ مشروط مثلاً نماز، دعا، ذکر، قراءت قرآن اور اعتکاف کے لیے بیت المقدس کے سفر کے مستحب ہونے پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔

دعائے سلیمانی:

مستدرک حاکم میں حدیث مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا: (۱) ایسی حکومت جو ان (سلیمان علیہ السلام) کے بعد کسی کو مخصوص نہ ہو۔ (۲) ایسا حکم جو فیصلہ الٰہی کے عین موافق ہو۔ (۳) بیت المقدس میں محض ارادۂ نماز سے آنے والے کے لیے مغفرتِ ذنوب۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل:

اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما بیت المقدس میں آ کر (صرف) نماز ادا کرتے اور پانی بھی نہ پیتے کہ مبادا سلیمانی دعا سے محروم رہیں کیونکہ انہوں نے ''محض ارادۂ نماز سے'' کی قید لگائی تھی۔ اس قید کا تقاضا ہے کہ سفر میں اخلاص کی نیت ہو اور یہ کہ اس کی کوئی دنیوی غرض اور بدعت کا ارتکاب نہ ہو۔ (حوالہ طبقات ابن سعد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سفر بیت المقدس کی نذر کا حکم

بیت المقدس میں اعتکاف وادائے نماز کی غرض سے سفر کی منت ماننے والے کی ایفائے نذر کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ: اس نذر کا ایفا واجب ہے، امام مالک و احمد بن حنبل جیسے اکثر ائمہ کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: (ایفائے نذر) واجب نہیں ہے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کی بنیاد ان کے اس اصول پر ہے کہ اسی نذر کا ایفا واجب ہے جس کی جنس سے کوئی واجب شرعی (موجود) ہو۔ اسی لیے وہ نماز، روزہ، صدقہ، حج اور عمرہ کی نذر کا ایفا واجب فرماتے ہیں کیونکہ اس کی جنس کا واجب شرعی (موجود) ہے اور نذرِ اعتکاف بھی واجب ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اعتکاف بلا روزہ صحیح نہیں۔ یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، نیز امام احمد رحمہ اللہ کی دو روایات میں سے ایک روایت کی بنا پر ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

جمہور کا مسلک:

لیکن اکثر ائمہ (مذکورہ بالا) کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ اَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ .))

''جو شخص اطاعت الٰہی کی نذر مانے اس کو ایفا کرنا چاہیے، لیکن نذر معصیت کا ادا کرنا جائز نہیں۔''

دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نذر اطاعت کی ایفا کا حکم دیا ہے اور اطاعت کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واجب بالشرع کی جنس سے ہونا مشروط نہیں فرمایا اور حسب قول (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی نذر:

ایسے ہی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منت ماننے میں نزاع ہے، حالانکہ وہ مسجد اقصیٰ سے افضل ہے۔

سفر بیت اللہ کی منت:

لیکن حج وعمرہ کے لیے مسجد الحرام جانے کی منت کا ادا کرنا باتفاقِ علماء واجب ہے۔

مسجد الحرام کی افضلیت:

مسجد الحرام (خانہ کعبہ) تمام مساجد سے افضل ہے، مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَالْحَرَامِ)) (بخاری ومسلم)

”مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد کی نسبت میری اس مسجد (مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھنا ہزار نماز سے بہتر ہے۔“

مساجدِ ثلاثہ کی نمازوں کا موازنہ:

جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مسجد الحرام میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ مسند احمد ونسائی وغیرہ میں روایت ہے کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنا لاکھ (۱۰۰۰۰۰) نماز کے برابر ہے۔ مسجد اقصیٰ کی نماز کے متعلق مروی ہے کہ پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔ پانچ سو بھی مروی ہے، اور یہی درست ہے۔

قبورِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ کے لیے سفر کی نذر ماننا منع ہے:

قبر ابراہیم خلیل علیہ السلام یا قبر نبوی یا کوہِ طور جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، یا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جبل حرا جس میں حضور ﷺ عبادت کرتے تھے اور اس میں آنجناب پر وحی نازل ہوئی تھی، یا وہ غار (غار ثور) جو قرآن میں مذکور ہے، یا علاوہ ازیں دیگر ان قبروں، مقامات اور خانقاہوں کے لیے جو (کسی نہ کسی طرح) بعض انبیاء علیہم السلام و مشائخ کی جانب منسوب ہیں، یا بعض غاروں یا پہاڑوں کے لیے سفر کی منت کا ایفا باتفاقِ ائمہ اربعہ واجب نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی نہی "تین مسجدوں کے علاوہ (کسی مقام کے لیے باعتقادِ ثواب) سفر نہ کیا جائے" کے باعث ان تمام مواضع کا سفر کرنا منع ہے۔ تو جب (ہر سہ مساجد مذکورہ کے علاوہ دیگر تمام) مساجد جو خانہ خدا ہیں، جن میں پانچوں وقت نماز پڑھنے کا حکم ہے، کی جانب سفر کرنے سے منع فرما دیا، حتیٰ کہ مسجد قبا کے لیے بھی سفر کرنا منع فرمایا جس میں اہل مدینہ کو جانا مستحب ہے، کیونکہ صحیحین میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کا ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں سوار و پیادہ پا چل کر جانا ثابت ہے اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے مسجد قبا میں محض ادائے نماز کے لیے جائے اسے عمرہ کا ثواب ہوگا۔" ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ جب ایسے (مقامات) کے سفر سے منع فرما دیا گیا ہے تو کوہ طور کی طرف سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

آثارِ انبیاء کو سجدہ کرنا باعث لعنت ہے:

ایسے ہی امام مالک رحمہ اللہ کے ذکر کردہ وہ مقامات جو صلوات خمسہ کے لیے تعمیر نہیں ہوئے، بلکہ انہیں مسجد (سجدہ گاہ) بنانا بھی منع ہے (اور باعث لعنت ہے) کیونکہ صحیحین میں آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے مرض الموت میں وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا تھا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ النَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا اٰثَارَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .))

"یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے آثارِ انبیاء کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس فرمان سے آنحضرت ﷺ کا اپنی امت کو ان افعال سے ڈرانا مقصود تھا۔

قبر نبوی کو حجرہ میں بند رکھنے کی ایک وجہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر اس کے سجدہ گاہ بننے کا خوف نہ ہوتا تو آنجناب ﷺ کی قبر کو کھلا رکھا جاتا لیکن آپ نے ناپسند فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ ٹھہرایا جائے۔''

وصیت نبوی ﷺ:

صحیح مسلم وغیرہ میں آنحضرت ﷺ سے حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذَالِكَ))

''تم سے پہلے لوگ مزارات کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ خبردار! تم ایسا نہ کرنا، میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاہد انبیاء علیہم السلام، مشہدِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور کسی قبر وغیرہ کی جانب سفر نہیں کرتے تھے۔

بعض من گھڑت حدیثیں:

نبی ﷺ نے شب معراج بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھی ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر جگہ نہیں پڑھی۔ بعض لوگ حدیث معراج کے متعلق جو روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مدینہ منورہ میں اور قبر موسیٰ و قبر خلیل علیہ السلام کے پاس نماز پڑھی، یہ تمام احادیث سراسر جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ (موضوعات کبیر)

بے دلیل رخصت:

بعض متاخرین نے کسی امام کی نقل اور حجت شرعی پیش کیے بغیر قبروں کے لیے سفر کی (یونہی) رخصت دے دی ہے (جو مردود ہے)۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل (۲):

مسجد اقصیٰ کی عباداتِ مشروعہ، قدم نبوی ﷺ و دیگر آثار

مسجد الحرام کی خصوصیات:

مسجد اقصیٰ کی عبادات مشروعہ انہی عبادات کی جنس سے ہیں جو مسجد نبوی ﷺ اور دیگر تمام مساجد میں مشروع ہیں۔ مگر مسجد الحرام اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ طواف میں ہر دو رکن یمانی کو چھونا، حجر اسود کا بوسہ صرف کعبہ سے مخصوص ہے، مسجد نبوی ﷺ، مسجد اقصیٰ اور دیگر تمام مسجدوں میں طواف کرنے، ہاتھ لگانے اور بوسہ لینے کے لیے کوئی چیز نہیں۔

حجرۂ نبوی ﷺ اور قبورِ انبیاء علیہم السلام و صلحاء کا طواف ناجائز ہے:

لہٰذا کسی فرد کے لیے حجرۂ نبوی و دیگر قبورِ انبیاء و صلحاء، صخرۂ بیت المقدس اور علاوہ ازیں دیگر قبے، مثلاً جبل عرفات وغیرہ (سب) کا طواف ناجائز ہے، بلکہ روئے زمین پر کوئی مکان نہیں جس کا کعبۃ اللہ کی طرح طواف کیا جائے۔

طوافِ کعبہ کے علاوہ طواف کی قباحت:

اس کے علاوہ کسی طواف کی مشروعیت کا معتقد اس شخص سے بھی زیادہ شرانگیز ہے جو غیر کعبہ کی طرف نماز جائز ہونے کا معتقد ہو کیونکہ نبی ﷺ نے ہجرت مکہ کے وقت مسلمانوں کو اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھائی۔ تو اتنا عرصہ وہی قبلہ رہا، پھر خدا نے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا اور تحویل قبلہ کے متعلق قرآن میں آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ (تمام قصہ) سورۂ بقرہ میں مذکور ہے اور آنحضرت ﷺ اور تمام مسلمانوں نے کعبہ کی جانب نمازیں پڑھیں اور وہی قبلہ ہو گیا۔ وہی ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا قبلہ چلا آتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صخرۂ بیت المقدس کی طرف نماز کا شرعی حکم:

اب جو صخرہ کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھے، وہ کافر و مرتد ہے (لہٰذا توبہ کرائی جائے)۔ اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ سزائے قتل کا مستحق ہے۔ حالانکہ وہ پہلے قبلہ تھا جو منسوخ ہو گیا۔ تو ایسے شخص کی کیا سزا جو کعبۃ اللہ کی طرح اسے قابل طواف بنا دے، حالانکہ غیر کعبہ کا طواف خدا نے مشروع نہیں فرمایا۔

صخرہ کی قربانی:

ایسے ہی جو شخص وہاں گائے بکری ذبح کرنے کے ارادہ سے لے جائے اور وہاں قربانی کرنے کو افضل سمجھے، یا عید کے دن حجامت کروانے اور وہاں عرفہ کی رات وقوف کی خاطر سفر کا ارادہ کرے تو یہ امور بدعت و گمراہی ہیں جن کے ذریعے سے وقوف طواف، ذبح کرنے اور حجامت بنوانے میں بیت المقدس کو کعبہ کے مشابہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص ان امور کو قربت الٰہی سمجھ کر کرے، اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر تائب ہو جائے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جو صخرہ کی طرف جو بایں اعتقاد نماز پڑھے کہ استقبال قبلہ کی طرح اس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا بھی باعث قربت ہے (تو اس کا یہی حال ہے)۔

مسجد اقصیٰ کے سامنے مصلّٰی بنانے کی وجہ:

اس لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا مصلّٰی (جائے نماز) مسجد اقصیٰ کے سامنے تعمیر فرمایا: کیونکہ مسجد اقصیٰ پوری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا۔ اگرچہ (اب) بعض لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس تعمیر کردہ مصلّٰی کو اقصیٰ کہنے لگ گئے ہیں اور مسلمانوں کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس تعمیر کردہ مصلّٰی میں نماز پڑھنا تمام مساجد کی نمازوں سے افضل ہے۔

فتح بیت المقدس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یروشلم فتح کیا تو صخرہ پر گندگی کا ڈھیر لگا ہوا تھا کیونکہ عیسائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ یہودیوں کے مقابلہ میں (جو صخرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے) اس کی بے عزتی کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلاظت کو دور کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

کعب احبار کا مشورہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ:

اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے مشورہ لیا کہ مسلمانوں کے لیے کہاں مصلیٰ بنایا جائے تو اس نے صخرہ کے پیچھے بنانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر فرمایا: اے یہودیہ کے بچے (ابھی تک) تیرے عقائد میں یہودیت سرایت کیے ہوئے ہے (میں تیرا یہ مشورہ قبول نہیں کروں گا) بلکہ صخرہ کے سامنے بناؤں گا کیونکہ ہمارے لیے مسجدوں کی اگلی جگہ ہیں۔ اسی لیے ائمہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ مصلیٰ میں نماز پڑھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ محراب داؤدی میں نماز پڑھتے۔ لیکن صخرہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز نہیں پڑھی، اور نہ خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں اس پر کوئی قبہ تھا بلکہ حضرت عمر، عثمان، علی، معاویہ رضی اللہ عنہم، یزید اور مروان کی خلافت میں ننگا تھا۔

صخرہ پر تعمیر قبہ کی وجہ:

جب شام پر مروان کا بیٹا عبدالملک حاکم ہوا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور اس کے مابین فتنہ برپا ہوا تو لوگ حج کر کے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو جاتے۔ اس لیے عبدالملک نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کی غرض سے صخرہ پر قبہ تعمیر کرا کے سردیوں اور گرمیوں میں اس پر غلاف چڑھانا شروع کر دیا کہ لوگ زیارت بیت المقدس کی طرف رغبت کرنے لگیں اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اجتماع کرنے سے ہٹ کر اس (عبدالملک) کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ لیکن اہل علم صحابہ و تابعین ''صخرہ'' کی کوئی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ قبلہ منسوخ ہو چکا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ہفتہ عید کا دن تھا، پھر شرع محمدی میں یوم جمعہ کے باعث منسوخ ہو گیا۔ تو مسلمانوں کو یہ کسی طرح جائز نہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہفتہ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص ٹھہرا لیں۔ ایسے ہی صخرہ کی تعظیم بھی صرف یہود و نصاریٰ ہی کرتے ہیں (لہٰذا مسلمانوں کو اس کی تعظیم ناجائز ہے)۔

جاہلوں میں بعض جھوٹی باتوں کی شہرت:

اور یہ جو بعض جہلاء حکایتیں بیان کرتے ہیں کہ وہاں صخرہ پر قدمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عمامہ مبارک کا نشان ہے وغیرہ، تو یہ سراسر کذب و افترا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بکواس ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے پاؤں کا نشان ہے۔ ایسے ہی یہ بھی بالکل جھوٹ ہے جس جگہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑا ہے، بلکہ یہ تو نصاریٰ کے معمودیہ کی جگہ ہے۔ ایسے ہی اس شخص کا زعم بھی باطل محض ہے جو وہاں پل صراط اور میزان کی موجودگی کا معتقد ہو، یا یہ کہ دوزخ و بہشت کی درمیانی دیوار یہی دیوار ہے جو مسجد کے مشرقی جانب تعمیر ہے۔ ایسے ہی زنجیر یا زنجیر کی جگہ کی تعظیم غیر مشروع ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فصل (۳):

اہل قبور کے لیے مسنون دعا

مسجد اقصیٰ کے علاوہ بیت المقدس میں کوئی ایسی جگہ نہیں کہ عبادت کے لیے جس کا قصد کیا جائے۔ تاہم جب قبرستان کی زیارت کرے تو مردوں کے لیے اسی طرح سلامتی و رحمت کی دعا کرے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے تھے کیونکہ پیغمبر خدا علیہ السلام اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ تعلیم دیتے رہے کہ جب زیارت قبور کے لیے کوئی جائے تو یوں کہے:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَ مِنْکُمْ وَ الْمُسْتَاخِرِیْنَ نَسْأَلُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ .))

''اے مومن مردوں اور عورتوں کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلامتی ہو۔ ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے پچھلے بزرگوں پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں۔ مولا! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال۔ ہمیں بھی بخش دے اور انہیں بھی بخش دے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل (۴):

دھرم سالوں، گوردواروں اور گرجوں وغیرہ کی زیارت

کفار کے عبادت خانے مثلاً وہ جگہ جس کا نام قمامہ ہے یا بیت اللحم، یا صیہون یا علاوہ ازیں مقامات مثلاً عیسائیوں کے گرجے (تمام) کی زیارت منع ہے۔ لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی مکان کی زیارت کو مستحب اور ان میں عبادت کرنے کو گھر میں عبادت کرنے سے افضل سمجھ کر زیارت کرنے جائے، وہ گمراہ اور شریعت اسلام سے خارج ہے، اس سے توبہ کرانا چاہیے۔ تائب ہو جائے (تو بہتر) ورنہ قتل کا مستحق ہے۔

معابدِ کفار میں نماز کا حکم:

اگر انسان کو اتفاقاً کسی کام کے لیے وہاں جانے پر نماز کا وقت آ جائے تو اس میں علماء کے تین قول ہیں:

پہلا قول: ...... مذہب امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ میں کہا گیا ہے کہ وہاں مطلقاً نماز مکروہ ہے۔ ابن عقیل نے یہی پسند فرمایا ہے۔ یہی امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

دوسرا قول: ...... (وہاں نماز پڑھنا) مطلقاً مباح ہے۔

تیسرا قول: ...... وہاں تصویریں ہوں تو منع ہے، ورنہ نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ سے یہی منصوص ہے اور یہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔

قول صحیح کی دلیل:

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں داخل ہوتے۔'' فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے جب تک کہ مورتیوں کو توڑ پھوڑ نہیں لیا۔ واللہ اعلم۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل (۵):

روئے زمین پر صرف تین حرم ہیں

بیت المقدس، تربت خلیل علیہ السلام اور دیگر کسی جگہ میں کوئی مقام مندرجہ ذیل تین مقاموں کے سوا حرام کے نام سے موسوم نہیں:

حرمِ اول:...... حرم مکہ جو باتفاق مسلمین حرم ہے۔

حرم دوم:...... حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عیر سے ثور تک بارہ در بارہ میل۔ جمہور علماء مثلاً امام مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ حرم ہے اور اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح اور مشہور حدیثیں مروی ہیں۔

حرم سوم میں اختلاف:

''وج'' جو طائف میں واقع ہے، اس کے متعلق صرف مسند احمدؒ میں چند احادیث آئی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حرم نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے مروی روایت کو ضعیف ٹھہرا کر ناقابل استدلال سمجھا ہے اور (مذکورۂ بالا) تین جگہوں کے سوا کسی عالم کے نزدیک کوئی حرم نہیں۔

حرم کا حکم:

کیونکہ حرم وہ ہے جس کے شکار اور کھیتی کو خدا نے حرام فرما دیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان تین جگہوں کے سوا کسی مکان کے شکار و کھیتی کو حرام نہیں ٹھہرایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (٦):

زیارت بیت المقدس کے مشروع وغیر مشروع اوقات

زیارت بیت المقدس ہر وقت جائز ہے لیکن ایسے اوقات میں اس کا رخ کرنا بالکل نامناسب ہے جب اس کی طرف گمراہ لوگ جا رہے ہوں۔ مثلاً عید قربان کا موقع کہ اکثر اہل ضلالت (اس وقت) وقوف کی غرض سے اس کا سفر کرتے ہیں اور وقوف کو ثواب سمجھ کر ادھر جانا بلاشبہ حرام ہے۔

مشابہتِ کفار:

کفار سے مشابہت کرنا اور ان کی جماعت کو شامل ہو کر بڑھانا نامناسب ہے اور نہ حج کی غرض سے اس طرف سفر کرنا فعل ثواب ہے۔

یار لوگوں کی خوش گپیاں:

کسی قائل کا یہ قول کہ "قَدَّسَ اللّٰهُ حَجَّتَكَ" خدا تیرے حج کو بابرکت ومنزہ فرمائے، سراسر افتراء ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ جیسا کہ "مَنْ زَارَنِیْ وَزَارَ اَبِیْ فِیْ عَامٍ وَاحِدٍ ضَمِنْتُ لَهُ الْجَنَّةَ" (جس شخص نے ایک ہی سال کے اندر میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں) محقق محدثین کے نزدیک بالکل گپ ہے۔

زیارتِ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات:

ایسے ہی زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حدیثیں ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور اہل صحاح و اصحاب سنن و مسانید مثلاً مسند احمد رحمہ اللہ وغیرہ ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں نہیں لائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درود شریف:

ہاں سنن کی وہ حدیث صحیح ہے جسے ابوداؤد نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.))

''کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

دور ونزدیک سے سلام:

تو جو شخص نبی ﷺ کی قبر کے پاس سلام کہے، اس کا جواب خود دیتے ہیں اور جو دور دراز سے آپ ﷺ پر سلام کہے اس کا سلام آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

درود وسلام پہنچنے کے دلائل:

چنانچہ نسائی میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے، فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلٰئِكَةً يُبَلِّغُوْنَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ.))

''اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔''

نیز سنن میں آنجناب ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا:

((أَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ.))

''جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے واضح کر دیا کہ دور دراز کا درود وسلام آپ ﷺ کو پہنچا دیا جاتا ہے اور حضرت باری تعالیٰ نے بھی ہمیں درود وسلام (کے ورد) کا حکم دے رکھا ہے۔

درود شریف کی فضیلت:

اور صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّةً صَلَّی اللّٰهُ بِهَا عَشْرًا .))

''مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۷):

زیارتِ عسقلان

مذکورۂ بالا اوقات میں عسقلان کا سفر نہ تو مشروع ہے نہ واجب وغیر مستحب، بلکہ اس میں سکونت پذیر ہونے اور اس کی جانب قصد کرنے میں اسی وقت ہی فضیلت تھی جب کہ وہ مسلمانوں کی حد تھی (اور سرفروش مجاہدین اسلامی سرحدوں کی مضبوطی وحفاظت کے لیے) جہاد کے انتظار میں وہاں جا کر رہتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں بروایت سلمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ فرمایا:

رباط فی سبیل اللہ کی فضیلت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطاً مَاتَ مُجَاهِداً وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاٰمِنَ الْفِتَانَ .))

"اللہ کے راستے میں صرف ایک دن رات کے لیے رباط کرنا مہینہ بھر کے روزہ رکھنے اور قیام کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص رباط کی حالت میں مر جائے، وہ مجاہد مرا۔ اس کا نیک عمل اس کے بعد بھی جاری رہے گا۔ جنت میں اس کو رزق دیا جائے گا اور فتنوں سے محفوظ و مامون رہے گا۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام کرنے کی نسبت مجھے رباط فی سبیل اللہ (میں ایک رات گزارنا) زیادہ پسند ہے۔

حیثیت کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی:

نیک و دیندار لوگ شامی سرحدوں مثلاً عسقلان، عکہ، طرطوس، کوہِ لبنان وغیرہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرزمین مصر کی سرحدوں مثلاً اسکندریہ وغیرہ اور عراق کی سرحدوں مثلاً عبدان وغیرہ کے لیے قصد سفر کرتے تھے۔ جب یہ علاقے عسقلان وغیرہ ویران وغیر آباد ہو گئے تو نہ یہ سرحد رہے نہ ان کے لیے سفر کرنے میں فضیلت باقی رہی اور نہ وہاں کوئی شریعت اسلامیہ کا متبع نیک آدمی موجود ہے۔

جنوں کی رہائش:

بلکہ (اب تو) زیادہ تر وہاں جن رہائش رکھتے ہیں۔ وہی رجال الغیب ہیں جو وقتاً فوقتاً ان علاقوں میں نظر آتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن: ٦)

''انسانوں کے چند مرد جنوں کے چند مردوں سے پناہ لیتے تھے تو انہوں نے ان کو زیادہ مغرور کر دیا۔''

جنوں کا بصورتِ خضر علیہ السلام ظاہر ہونا:

ایسے ہی جو لوگ کبھی خضر علیہ السلام کو دیکھ پاتے ہیں وہ جن ہوتا ہے جو انہیں (بصورت خضر علیہ السلام) نظر آتا ہے۔ میرے دوستوں میں سے اکثر نے اسے دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا کہ میں خضر ہوں۔ لیکن یہ جن تھا جس نے اپنے دیکھنے والے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

وفاتِ خضر علیہ السلام:

ورنہ عہد موسیٰ علیہ السلام کے خضر علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں۔

وفات خضر علیہ السلام کے دلائل:

اگر وہ (خضر علیہ السلام) عہد نبوی میں بقید حیات ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا، آپ پر ایمان لانا اور آپ سے مل کر جہاد کرنا ان کا فرض اولین تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت پانے والے ہر شخص پر خواہ وہ نبی ہی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آنجناب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معیت میں جہاد کرنا فرض کر دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران: ۸۱)

''جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس اس کتاب و حکمت کا تصدیق کنندہ رسول آ جائے تو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرے عہد کا ذمہ اٹھا لیا؟ کہنے لگے: ہم نے اقرار کر لیا۔ تو فرمایا گواہ رہو، میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر مبعوث ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہوگا پھر اسے اپنی امت سے عہد لینے کا حکم دیا کہ ان کی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو انہیں آنجناب پر ایمان لانا اور آپ کی اعانت کرنا ضروری ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے رؤیتِ خضر علیہ السلام مذکور نہیں:

صحابہ میں سے کسی نے خضر علیہ السلام کو دیکھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی آمد کا ذکر نہیں لیا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عالم تھے اور تلبیس شیطانی کے اثر سے ان کا مقام کہیں بلند و برتر تھا۔

شیطانی فریب:

لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد شیطان نے عام لوگوں کو دھوکہ دیا۔ (کہیں) نبیوں کی شکل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بن کر ظاہر ہونے لگا اور کہیں خضر علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کرنے لگا، حالانکہ (درحقیقت) وہ شیطان تھا۔ جیسا کہ اکثر لوگ اپنی کسی میت کو دیکھتے ہیں کہ وہ (قبر سے) نکل کر اس کے پاس آیا اور قضائے حاجات اور دیگر امور کے متعلق اس سے ہم کلام ہوا تو وہ اسے بعینہ اپنا میت خیال کرنے لگ جاتا ہے، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اسے میت کی شکل بن کر دکھائی دیتا ہے۔ اور اکثر لوگ مخلوق سے استغاثہ (فریاد رسی) کرتے ہیں۔ جیسے نصاریٰ جرجیس سے۔ یا کوئی غیر نصرانی اسے دیکھتا ہے کہ وہ اس کے پاس آیا اور بسا اوقات اس سے ہم کلام ہوا، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اس (فرضی) فریاد رسی کی صورت بن گیا ہوتا ہے۔ جب مغیث (فریادخواہ) شرک کرتا ہے تو اس کے سامنے کوئی شکل بنا کر (نمودار ہو جاتا ہے) جیسا کہ شیطان بتوں میں داخل ہو کر لوگوں سے کلام کیا کرتے تھے اور ایسی مثالیں موجودہ زمانے میں بھی اکثر شہروں میں عام پائی جاتی ہیں۔

شیطانی ولیوں کا ہوا میں اڑنا اور اس کی حقیقت:

ان میں سے بعض یہ ہیں: کسی شخص کو شیاطین اٹھا لیتے ہیں اور ہوا میں اڑا کر دور دراز مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض کو اٹھا کر (میدان) عرفات میں پہنچا دیتے ہیں، لہٰذا نہ وہ شرعی حج کرتا ہے، نہ احرام باندھتا ہے، نہ تلبیہ (لبیک) کہتا ہے، نہ طواف وسعی کرتا ہے بلکہ لوگوں کے ساتھ اپنے کپڑوں میں وقوف کرتا ہے، پھر شیاطین اسے اٹھا کر شہر پہنچا دیتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں سے شیاطین ہی کھیل کھیلتے ہیں، جیسا کہ دیگر موقع پر بسط سے بیان ہو چکا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی الہ و صحبہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا رسالہ:

قضا و قدر

سوال:......حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے سوال ہوا کہ بعض لوگ جو:

(۱) تقدیر کو دلیل بناتے ہیں۔ کہتے ہیں ابتدائے آفرینش سے ہر امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔لہٰذا نیک بخت پیدائشی نیک بخت اور بد بخت پیدائش سے ہی بد بخت ہوتا ہے، اور

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ (بلاشبہ جن کے مقدور میں ہماری طرف سے پہلے سے ہی بھلائی لکھی جا چکی ہے، وہ اس سے دور ہی دور رکھے جائیں گے) کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

(۳) نیز کہتے ہیں: جملہ افعال میں ہم بالکل بے بس اور مجبور محض ہیں، ہمارا کوئی زور نہیں۔تمام قسم کی طاقتیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کو مقدر فرمایا اور دونوں کو ہم پر لازم کر دیا۔

(۵) نیز کہتے ہیں: جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ بہشت میں داخل ہو کر رہے گا، خواہ وہ صدہا قسم کی بدکاریوں میں ہمیشہ مبتلا رہے، اور دلیل میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَاِنْ زَنَا وَاِنْ سَرِقَ)) (خواہ وہ زنا اور چوری کرتا پھرے)۔

اس (استفتاء) سے مقصد دلائل قاطعہ سے ان لوگوں کی غلطی واضح کرنا ہے (کہ راہ راست پر آ جائیں) لہٰذا ان استفسارات کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیے۔

حضرت امام نے ((نَفَعَنَا اللّٰهُ بِعُلُوْمِهٖ)) ''خدا ان کے علوم سے ہمیں فائدہ بخشے''

جواب دیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب:...... ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)) (تمام حمد و ثنا کا سزاوار خدائے رب العالمین ہے) یہ لوگ اسی اعتقاد پر جمے رہے تو یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر کافر ہوں گے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تو امر و نہی، وعد و وعید، ثواب و عذاب پر ایمان رکھتے ہیں لیکن انہوں نے تحریف و تبدیل کر کے بعض کو تو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (النساء: ۱۵۰ تا ۱۵۲)

"بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کے منکر ہیں اور خدا اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مان سکتے اور ان کا ارادہ ہے کہ رسولوں میں فرق کر کے اس کے درمیان اور راستہ اختیار کر لیں وہ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کنندہ عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (مگر) جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور رسولوں میں باہمی فرق بھی نہ کیا، ایسے لوگوں کو اللہ عنقریب آخرت میں اجر دے گا اور خدا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

جب بعض کو ماننے والا اور بعض سے کفر کرنے والا پکا کافر ہے، تو وہ شخص کیسے مؤمن ہو سکتا ہے جو سبب کا انکار کر دے اور جو شخص خدا کے امر و نہی اور وعدہ و وعید کا اقرار نہ کرے، بلکہ تقدیر کی آڑ بنا کر ان کا تارک ہو رہے تو اس سے کہیں بڑھ کر کافر ہے جو بعض پر ایمان لا کر بعض سے انکار کر دے۔ پھر لوگوں کے قول کا بطلان ایک نہیں، کئی وجوہ سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احتجاج بالقدر کے بطلان کی چند وجوہ

پہلی وجہ:

یہاں دو صورتیں ہیں، یہ لوگ انسان کے لیے تقدیر کو حجت سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر حجت نہ سمجھ کر انسان کو با اختیار سمجھیں تو ہمارا مدعا ثابت ہوا۔ اگر حجت سمجھیں تو ایک نہیں بلکہ تمام انسانوں کے حق میں حجت ہوگی، کیونکہ سب انسان تقدیر میں مشترک ہیں۔ بحالتِ تسلیم انہیں یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص ان پر ظلم کرے، گالی گلوچ دے، مال غصب کرے اور اس کے حرم (بیوی بچوں) کی بے عزتی کرے، قتل و غارت گری تک نوبت پہنچائے، نسل و زراعت کو تباہ و برباد کرے، تو برا نہ مانے (اور اس کے ہاتھ نہ روکے)۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام کے تمام سراسر مفتری و کذاب اور خود ہی اپنے دعویٰ کے توڑنے والے ہیں، کیونکہ ان کا ہر فرد ہمیشہ اس (ظالم و فسادی) کی مذمت کرتا اور اس سے عداوت رکھتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا رہتا ہے (اسی پر ہی بس نہیں) بلکہ جو انہیں (فسادی کو برا کہنے سے) منع کرے، ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اس سے بغض و عداوت رکھنے لگتے ہیں اور اسے برا سمجھتے ہیں، لہٰذا جب محرمات کے مرتکب اور واجبات کے تارک کے حق میں تقدیر حجت تھی تو ان کا فرض تھا کہ نہ کسی کی مذمت کرتے، نہ کسی سے بغض رکھتے، اور نہ کسی کے ظالم و سفاک ہونے کا شکوہ کرتے، خواہ وہ کچھ بھی کرتا پھرے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس کا ارتکاب کسی کے لیے بھی ممکن نہیں۔ اگر لوگ اس کا ارتکاب کرنے لگ جائیں تو دنیا برباد ہو جائے۔

نتیجہ بحث:

لہٰذا واضح ہو گیا کہ ان کا یہ قول جیسا کہ شرعاً کفر ہے، عقلاً بھی فاسد ہے اور وہ اپنے اس دعویٰ میں کہ "تقدیر بندے کے حق میں حجت ہے" بالکل مفتری و کذاب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری وجہ، کفار کے معذور ہونے کا الزام:

تقدیر کی حجت سے لازم آتا ہے کہ ابلیس، فرعون، قوم نوح، قوم ہود اور ہر وہ شخص معذور ہو جسے اللہ تعالیٰ نے بدکاریوں کے باعث ہلاک کر دیا حالانکہ یہ (عقیدہ) ایسا کفر ہے جس پر تمام اہل مذاہب متفق ہیں۔

تیسری وجہ، اجتماعِ ضدین:

حجیت تقدیر کے تسلیم کر لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ اولیاء اللہ اور دشمنانِ خدا، مومنوں اور کافروں، بہشتیوں اور دوزخیوں میں کچھ فرق نہ ہو، حالانکہ اللہ عزوجل نے جا بجا کلام اللہ میں ان کی باہمی تفریق کو واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴾

(فاطر: ۱۹ تا ۲۲)

”بینا اور نابینا، اندھیرا اور اجالا، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ (ص: ۳۸)

”کیا ہم نیکوکار مومنوں کو فسادیوں جیسا کر دیں، یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا بنا دیں۔“

ایک جگہ فرمایا:

﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

”کیا بدکار لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم انہیں نیکوکار مومنوں جیسا کر دیں؟ ان کی زندگی وموت (ان) جیسی ہو؟ اگر یہی خیال ہے تو بہت برا فیصلہ ہے۔“ (الجاثية : ۲۱)

تقدیر کی عدم حجیت:

تقدیر کی حجیت پر یہ دلیل بھی دی جا سکتی ہے کہ تقدیر تو سب کی مقدر ہو چکی ہے اور ان کی پیدائش سے صدیوں پہلے لکھی جا چکی ہے۔اس کے باوجود وہ دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں:

(۱) ایمان لانے اور عمل صالح کرنے کے باعث ”نیک بخت“۔

(۲) کفر، بدکاریاں اور نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے ”بد بخت“۔

نتیجہ بحث:

تو معلوم ہوا کہ اللہ کی نافرمانیوں پر قضاوقدر کسی کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔

چوتھی وجہ، خدا کے ظالم ہونے کا لزوم:

تقدیر پر ہمارا ایمان ہے مگر اپنی بدعملی کے لیے ہم اسے آڑ اور حجت نہیں مانتے۔ اب جو اس سے دلیل و حجت پکڑے اس کی حجت باطل اور جو اسے بطور عذر پیش کرے، اس کا عذر نامقبول ہے۔تقدیر سے حجت پکڑنا قابلِ قبول عذر ہوتا تو ابلیس و دیگر نافرمانوں کا کیا قصور؟ ان سے بھی مقبول ہوتا۔ اگر بندوں کے حق میں تقدیر کوئی دلیل ہوتی تو دنیا و آخرت میں خدا تعالیٰ کسی مخلوق کو خواہ مخواہ عذاب نہ کرتا۔ اگر تقدیر کچھ حجت بن سکتی تو نہ کسی چور کا ہاتھ قطع کیا جاتا نہ کوئی قاتل قتل کی پاداش میں سزایاب ہوتا، نہ کسی مجرم پر حد قائم ہوتی، نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا جاتا اور نہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوتا۔

پانچویں وجہ، تکذیب حدیث، انکار اختیار، اور بے عملی کا لزوم:

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے احتجاج بالقدر کے متعلق سوال کیا گیا، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَدَعُ الْعَمَلَ وَنَتَّكِلُ عَلَى الْكِتٰبِ فَقَالَ لَا اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ.))

''دوزخ و بہشت میں ہر شخص کے لیے ایک ایک ٹھکانہ درج ہو چکا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہم تقدیر کے بھروسے پر عمل کو خیر باد کہہ کر اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہ رہیں؟ تو فرمایا: عمل کیے چلو، کیونکہ ہر شخص کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے۔''

صحیح بخاری میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فِيْهِ وَيَكْدَحُوْنَ اَفِيْمَا جُفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ وَطُوِيَتْ بِهِ الصُّحُفُ فَقِيْلَ فَفِيْمَ الْعَمَلُ فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ.))

''یا رسول اللہ! لوگوں کی کدو کاوش اور محنت کے متعلق فرمایے (یہ کس لیے؟) کیا ایسے معاملہ میں کوشش جس کے متعلق قلم خشک اور کاغذ تہ کیے جا چکے ہیں لہٰذا عمل سے کیا فائدہ؟ فرمایا: کام کیے چلو! جس کام کے لیے کوئی پیدا ہوا ہے وہ اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔''

چھٹی وجہ، علم الٰہی و تقدیر خدائی کے بطلان کا لزوم:

اس قوم سے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امور کو معلوم کر کے انہیں اسی صورت پر لکھ دیا جس صورت پر انہیں ہونا چاہیے تھا تو ساتھ ہی یہ بھی اسی خدائے سبحانہ نے تحریر فرما دیا ہے کہ فلاں شخص ایمان لا کر عمل صالح کرے گا، لہٰذا بہشت کو جائے گا اور فلاں آدمی بدکاری و نافرمانی کرے گا، لہٰذا وہ جہنم رسید ہوگا۔ جیسا کہ اس نے اپنے علم سے لکھ دیا ہے کہ فلاں آدمی عورت سے نکاح کر کے جماع کرے گا تو اس کے ہاں بچہ ہوگا، یا یہ کہ فلاں شخص کھائے گا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیر ہو جائے گا، یا یہ کہ فلاں شخص بیج بوئے گا تو کھیتی پیدا ہو جائے گی۔ اب جو کہے کہ اگر میں جنتی ہوں تو عمل صالح کیے بغیر بھی بہشت میں ضرور داخل ہو کر رہوں گا، تو یہ قول سراسر باطل اور علم وقدرت خداوندی کے بالکل خلاف ہو گا۔ جیسا کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو کہے کہ میں تو عورت سے جماع نہیں کروں گا، خدا نے اگر میرے نصیب میں لڑکا مقدر کر دیا ہے تو خود ہی پیدا ہو جائے گا، تو ایسا شخص جاہل مطلق ہے۔ کیونکہ خدا نے جب بچہ مقدر فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی مقدر فرما دیا تھا کہ وہ عورت سے وطی کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ حاملہ ہو کر بچہ جنے گی۔ مگر جماع وحمل کے بغیر تو بچہ کی پیدائش، نہ خدا تعالیٰ نے مقدر فرمائی ہے، نہ ایسے لکھا ہے۔ اسی طرح بہشت بھی خدا نے محض مومنوں کے لیے ہی تیار کی ہے۔ اب جو بلا ایمان دل میں بہشت کے داخلہ کا گمان لیے پھرے تو اس کا یہ ظن سراسر باطل ہے۔

اوامر الٰہی کی تعمیل کی عدم ضرورت کا معتقد کافر ہے:

جب یہ عقیدہ رکھنے لگ جائے کہ ایسے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں جو خدا نے فرما رکھے ہیں، نیز اوامر الٰہی کی تعمیل و عدم تعمیل میں کچھ فرق نہ سمجھے تو وہ کافر ہے اور خدا نے اپنے دوستوں کے علاوہ تمام پر بہشت حرام کر دی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۱):

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی﴾ کی تفسیر

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی الخ﴾ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس کے مقدر میں خدا کی جانب سے بھلائی درج ہو چکی ہے وہ ضرور مومن و متقی بن کر رہے گا، اور جو جماعت مومنین سے نہیں اس کے مقدر میں خدا کی طرف سے بھلائی درج بھی نہیں ہے۔ ہاں! خدا کی طرف سے بندے کے لیے جب کوئی کام مقدر ہو چکا ہوتا ہے تو خدا ہی اسے ایسے کام میں بھی لگا دیتا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنا مقدر پالیتا ہے۔

تقدیر، اسباب و مسببات اور اس کی تمثیل:

چنانچہ جس کے مقدر میں اولاد ہوتی ہے اسے عورت سے وطی کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ حاملہ ہو جائے (اور اولاد ہو)، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسباب و مسببات مقدر فرمائے ہیں اور یہ دونوں خدا ہی کی جانب سے مقدر شدہ ہیں۔ اب جسے یہ خیال ہو کہ اللہ عزوجل نے فلاں شخص کے لیے بلا اسباب خیر و بھلائی مقرر کر دی ہے، کسی کے لیے خدا کی طرف سے بلا سبب بھلائی مقدر ہونے کا خیال رکھے تو وہ گمراہ ہے بلکہ اسے یقین ہو جانا چاہیے کہ خدا ہی اسباب و مسببات کا آسان کنندہ ہے اور اسی نے ازل میں ان دونوں کو مقدر فرما دیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۲):

''معصیت''
اور اس کا غلط و صحیح مفہوم

جو یہ کہے کہ آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تو وہ قرآن کا تکذیب کنندہ اور مستحقِ توبہ ہے۔ توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ قابلِ گردن زدنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى﴾

(طٰہٰ: ۱۲۱، ۱۲۲)

''آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو (راہِ صواب سے) بھٹک گیا، پھر خدا نے اسے برگزیدہ بنا کر توبہ قبول کی اور (اپنی اطاعت کا) راستہ دکھایا۔''

معصیت کا صحیح مفہوم:

امر شرعی کی مخالفت کا نام معصیت ہے۔ جو شخص امر الٰہی کی (جس کے متعلق اس نے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں) مخالفت کرے، وہ اس کا نافرمان ہے، اگرچہ وہ بھی خدا کی قضا و قدر میں داخل ہے۔

معصیت کا غلط مفہوم اور تردید:

ان لوگوں کے خیال میں تقدیر الٰہی سے نکلنے کا نام معصیت ہے۔ اگر یہی معصیت ہے تو ابلیس و فرعون، قوم نوح و قوم عاد و قوم ثمود اور جملہ کفار بھی نافرمان نہیں ہیں کیونکہ وہ تقدیر الٰہی میں داخل کریں۔

جبریہ کو منوانے کا عجیب طریقہ:

حجیت تقدیر کے قائل کو مار پیٹ کر خوب ذلیل کیا جائے۔ اگر چیں بہ جبیں ہو اور ظلم کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بدلہ لینا چاہے تو اسے کہا جائے کہ یہ ظالم بے چارہ بھی تو مجبور ہے، خدا کا نافرمان نہیں کیونکہ تمام مخلوق کی طرح یہ بھی تقدیر الٰہی میں داخل ہے۔ غرض اس قول کا قائل خود اپنے دعویٰ کا باطل کنندہ ہوتا ہے اور کسی حالت پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۳):

مستطیع وغیر مستطیع کا فرق

جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں اپنے جملہ افعال میں کچھ اختیار ہے وہ بالکل جھوٹا ہے کیونکہ خدا نے مستطیع قادر اور غیر مستطیع میں فرق رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ١٦)

''اللہ سے اپنے مقدر بھر ڈرو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (آل عمران: ٩٧)

''لوگوں پر حج بیت اللہ خدائی فرض ہے جسے بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت و استطاعت ہو۔''

نیز ارشاد باری ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً﴾ (الروم: ٥٤)

''خدا (قادر مطلق) ہے جس نے تمہیں کمزور حالت سے (جو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے) پیدا کیا۔ پھر (طفلی کی) کمزوری کے بعد (جوانی کی طاقت دی) پھر توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپے کی حالت دی۔''

مشیت وفعل انسانی:

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے کلام اللہ میں اکثر جگہ ارادہ وفعل ثابت کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ فرمایا:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (تکویر: ۲۸،۲۹)

”(قرآن) اسی کے لیے مفید ہے جو تم میں راہ راست پر چلنا چاہے اور تمہاری مشیت خدائی مشیت پر موقوف ہے۔“

اور فرمایا:

﴿جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدہ: ۱۷)

”تمہارے عملوں کا بدلہ ہے۔“

افعال العباد کا خالق خدا ہے:

لیکن بندہ اور بندے کی قدرت، مشیت اور عمل کا بھی اللہ ہی خالق ہے کیونکہ وہی ہر شے کا رب و معبود اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فصل (۴):

احتجاج بالقدر غیر مفید ہے

کسی کا کہنا کہ زنا کا جنس معصیت ہونا مکتوب ہو چکا ہے، یہ کلام تو صحیح ہے مگر اس سے احتجاج بالقدر بے سود ہے۔ کیونکہ خدا نے بندوں کے تمام نیک و بد افعال نیز ان کا نتیجہ یعنی نیک بخت و بد بخت ہونا تحریر فرما کر ثواب وعقاب کے لیے اعمال کو ان کا سبب بنا دیا ہے۔

تمثیل:

جیسا کہ اس نے بیماریاں لکھ کر مرض یا موت کے لیے انہیں سبب ٹھہرا دیا ہے۔ لہٰذا جو زہر کھائے گا وہ مریض لقمہ اجل ہو کر رہے گا اور اللہ نے یہ دونوں مقدور تحریر فرمائے ہیں۔

ایسے ہی کفر وفسق اور نافرمانیوں جیسے منہی عنہ افعال کا مرتکب وہی ہوتا ہے جو اس کے لیے مقدر ہو چکا ہو، اگرچہ وہ اس سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے جو اللہ نے ایسے عمل کے مرتکب پر لازم فرمائی ہے۔

حجت جبریہ و حجت مشرکین میں مماثلت:

گناہ کرنے پر ان کا تقدیر کو حجت پکڑنا حجت مشرکین کی قسم سے ہے جن کی حکایت خدا نے بیان فرمائی ہے کہ:

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ کَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النحل: ۳۵)

''مشرکوں نے کہا کہ اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آبا (واجداد) اس کے سوا نہ کسی شے کی پرستش کرتے اور نہ (اپنی طرف سے) اس کے حکم کے بغیر کسی شے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرام ٹھہراتے۔ ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی (حیلہ) کیا۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (الانعام: ۱۴۸، ۱۴۹)

"عنقریب مشرکین یہ حجت پیش کریں گے کہ خدائی مشیت ہوتی تو ہم اور ہمارے آبا (واجداد) نہ شرک کرتے نہ (از خود) کسی شے کو حرام کرتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی (پیغمبروں کو) ایسے ہی جھٹلایا یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے۔ (اے پیغمبر) ان سے پوچھو: تمہارے پاس (کوئی کتابی) سند بھی ہے کہ ہمارے دکھانے کے لیے نکالو۔ تم تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہو اور اٹکلیں دوڑاتے ہو۔ (اے پیغمبر!) آپ کہیے حجت کاملہ تو خدا ہی کی حجت ہے۔ وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لے آتا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل (۵):

کلمہ سے داخلہ جنت

قائل کے قول ((مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) ''جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے وہ جنت میں داخل ہوگا'' اور حدیث مذکورہ سے احتجاج کا جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں وعدہ و وعید دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ (النساء: ۱۰)

''یتیموں کا مال ناحق (خورد برد کر کے) کھا جانے والے اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم رسید ہوں گے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ (النساء: ۲۹، ۳۰)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ، لیکن باہمی رضا مندی سے تجارت میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔ خدا تم پر بڑا مہربان ہے۔ اور جو شخص ظلم و تعدی سے یہ کام کرے تو عنقریب ہی ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے، اور یہ امر خدا کو آسان ہے۔''

علیٰ ہذا القیاس ایسی اکثر مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ اس لیے مومن کا فرض

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ دونوں کی تصدیق کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض پر ایمان اور بعض سے کفر ہو کیونکہ جبریہ مشرکیہ وعدہ کی تو تصدیق کرتے ہیں مگر وعید کی بالکل تکذیب کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل حروریہ ومعتزلہ وعدہ کی نہیں بلکہ صرف وعید کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر ہیں دونوں غلط۔ لیکن اہل سنت والجماعت کا وعدہ و وعید دونوں پر ایمان ہے۔

وعید وعقاب کی تین شرطیں:

خدا نے جیسے اپنے وعید وعقاب کو تین شرطوں سے مشروط فرمایا ہے کہ (۱) گنہگار توبہ نہ کرے۔ اگر تائب ہو جائے تو اس کی توبہ منظور ہے، (۲) یا اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں جو اس کے گناہوں کو مٹا ڈالیں، ﴿إِنَّ الْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّـَٔاتِ﴾ (هود: ١١٤)، کیونکہ نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں، (۳) یا اس کی مغفرت کے لیے خدا کی مشیت نہ ہو، کیونکہ

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ﴾

(النساء: ١١٦)

"اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور شرک کے علاوہ (تمام گناہوں کو) جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔"

ایسے ہی وعدہ کی تفسیر و بیان ہے (یعنی اس کی بھی تین شرطیں ہیں)۔

پانچ قسم کے لوگ

(۱) زبانی کلمہ گو:...... جو زبان سے لا الہ الا اللہ کہے اور (عملاً رسول اللہ ﷺ کی) تکذیب کرے، وہ باتفاق مسلمین کافر ہے۔

(۲) وحی الٰہی کا منکر:...... ایسے ہی خدا کی نازل کردہ (کتاب) سے کسی شے کا منکر کافر ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی پوری کتاب (وشریعت) پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۳) اہل کتاب:...... اگر وہ اہل کتاب سے ہے تو اس کا معاملہ سپرد خدا ہے، بخشے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عذاب کرے۔

(۴) مرتد: ..... اگر اسلام سے مرتد ہو کر ارتداد پر مرے تو دوزخی ہے، کیونکہ برائیوں کو توبہ اور نیکیوں کو ارتداد ضائع کر دیتا ہے۔

(۵) مخلوط العمل: ..... جس کے پاس نیکیاں اور برائیاں (دونوں موجود) ہوں تو خدا کا اس پر کچھ ظلم نہیں ہوگا بلکہ

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (الزلزال: ۷،۸)

''اور جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا، اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھ پائے گا۔''

اور اپنی رحمت و مغفرت سے اس پر فضل و احسان فرمائے گا۔ اور جو (مخلوط العمل) ایمان پر مرے وہ ابدی جہنمی نہیں، لہٰذا زانی و چور آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ جنت میں اس کا داخلہ لابدی ہے۔ جس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی ہوگا وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ یہ مسئول عنہم لوگ قدریہ، مباحیہ، مشرکیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان کی مذمت میں اس قدر آثار آئے ہیں کہ اس (مختصر) جواب میں سما نہیں سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسرا رسالہ:

اَلنِّيَّةُ فِي الْعِبَادَاتِ

اِستِفتَاءِ متعلقہ:

نیت درطہارت، نماز، زکوۃ، روزہ، حج، عتق، جہاد وغیرہ

(۱) نیت کا موقع ومحل دل ہے یا زبان؟ (۲) جہری نیت کرنا واجب ہے یا مستحب؟ (۳) کیا کوئی مسلمان اس بات کا قائل ہے کہ جہری نیت نہ ہو تو نماز وغیرہ باطل ہو جاتی ہے؟ (۴) یا کسی نے جہری نیت کرنے والے کی نماز کو آہستہ کہنے والے کی نماز سے افضل کہا ہے؟ خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد؟ (۵) تلفظ بالنیت واجب ہے یا نہیں؟ (۶) کیا ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ اسلام میں سے کوئی تلفظ نہ ہونے سے بطلان نماز کا قائل ہے؟ (۷) اگر تلفظ بالنیت واجب نہیں تو کیا مستحب ہے؟ (۸) اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا مسلک کیا ہے؟ (۹) کیا جہر بالنیت پر باعتقاد و مشروعیت اصرار کنندہ شخص بدعتی اور شریعت اسلامیہ کا مخالف ہے؟ (۱۰) اگر باز نہ آئے تو مستحق تعزیر و عقوبت ہے یا نہیں؟

جواب: ...... شیخ الاسلام تقی الدین، ابوالعباس، احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ نے بقیام دمشق تحریر فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تمام حمد وثنا کا سزاوار خدائے رب العالمین ہے۔''

محل نیت دل ہے، زبان نہیں:

جملہ عبادات، طہارت، صلوٰۃ و زکوٰۃ، صیام و حج، عتق و جہاد وغیرہ میں باتفاق ائمہ اسلام، محل نیت دل ہے، زبان نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیت قلبی معتبر ہے:

(۱) اگر نیت قلبی کے خلاف زبان سے کچھ کہے تو اعتبار نیت قلبی کا ہوگا، لفظوں کا نہیں۔
(۲) اگر محض زبان سے نیت کرے، مگر دل میں نہ ہو تو باتفاق ائمہ مسلمین یہ ناجائز ہے، کیونکہ:

نیت کا لغوی مفہوم:

نیت قصد و عزم کی جنس سے ہے۔ عربی کا مقولہ ہے:

((نَوَاكَ اللّٰهَ بِخَيْرٍ اَىْ قَصَدَكَ بِخَيْرٍ .))

"خدا نے تیرے ساتھ بھلائی کی نیت کی یعنی بھلائی کا ارادہ کیا۔"

استشہاد بالحدیث:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى الدُّنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَءَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهَا .)) (بخاری ومسلم)

"عمل نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر ایک کو اپنی نیت کا پھل ملے گا، تو جس کی ہجرت اللہ کی اور اس کے رسول کی جانب ہو، وہ مہاجر الی اللہ والرسول ہے، اور جس کی ہجرت حصولِ دنیا یا تزویج عورت کی غرض سے ہو تو وہ اسی چیز کا مہاجر ہے جس کے لیے اس نے ہجرت اختیار کی۔"

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی مراد باتفاق ائمہ اربعہ وغیرہم نیت قلبی ہے، لسانی نہیں اور سببِ حدیث بھی اسی پر دال ہے، کیونکہ

مہاجر ام قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک عورت بنام ام قیس رضی اللہ عنہا سے شادی کی خاطر ایک شخص نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت کی تو اس کا نام مہاجر ام قیس پڑ گیا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ حدیث بیان فرمائی۔ تو یہ اس کی نیت قلبی تھی (لسانی نہیں)۔

جہری نیت بدعت ہے:

جہر بالنیت باتفاق مسلمین نہ واجب ہے، نہ مستحب اور نہ کسی مسلمان کے نزدیک جہراً نیت نہ کہنے والے کی نماز باطل ہوتی ہے بلکہ جاہر بالنیت جب اسے حکم شرع سمجھ کر کرے تو وہ بدعتی (مخالف شریعت)، جاہل، گمراہ، مستحق تعزیر وعقوبت ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور توضیح (مسائل) کے بعد بھی ہٹ دھرمی پر قائم رہے، خصوصاً جب کہ رفع صوت کے باعث اپنے ساتھی کے لیے موجب تکلیف بنے، یا بار بار کہے، تو سخت تعزیر کے قابل ہے۔

اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی صلوٰۃ جاہر سے صلوٰۃ مخافت کی افضلیت کا قائل نہیں، خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔

سری نیت کے عدم وجوب پر ائمہ کا اتفاق:

آہستہ تلفظ بالنیت کرنا بھی ائمہ اربعہ اور جملہ ائمہ مسلمین کے نزدیک واجب نہیں، نہ کوئی امام طہارت وصلوٰۃ روزہ حج وغیرہ میں تلفظ بالنیت کا قائل ہے۔

زبان سے کسی نماز کا نام لینا کیا ضروری ہے؟:

نمازی کو زبان سے یوں کہنا بھی ضروری نہیں کہ میں ظہر یا عصر پڑھ رہا ہوں، یا امام یا مقتدی ہوں، یا فرض یا نفل پڑھ رہا ہوں وغیرہ وغیرہ، بلکہ دل میں نیت کا (موجود) ہونا کافی ہے اور خدا تعالیٰ تو پہلے ہی علیم بذات الصدور ہے۔

غسل و وضو اور روزہ میں نیت:

ایسے ہی غسل جنابت وغیرہ میں محض نیت قلبی ہی کافی ہے۔ نیت روزہ کا بھی یہی حال ہے۔ کسی کو رمضان شریف میں زبان سے ((اَنَا صَائِمٌ غَدًا)) "میں کل روزہ رکھوں گا" کہنا باتفاق ائمہ کرام واجب نہیں بلکہ دل میں نیت کا ہونا کافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفہوم نیت:

نیت تبلیغ علم کا نام ہے تو جسے یہ معلوم ہو کہ میں فلاں کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، یقیناً وہ اس کی نیت کرے گا۔ جب کسی مسلم کو یہ معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے، تو وہ روزہ داروں میں سے ایک روزہ دار ہوگا اور یقیناً وہ اس کی نیت (ضرور) کرے گا۔ اگر اسے علم ہو کہ کل عید ہے، تو اس رات وہ روزہ کی نیت نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب یہ معلوم ہو کہ صلوٰۃ قائمہ صلوٰۃ فجر یا ظہر ہے، اور یہ بھی علم ہو کہ فجر یا ظہر ہی پڑھنے کا ارادہ ہے تو وہ اسی نماز کی نیت کرے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ علم میں ہو فجر اور نیت کرے ظہر کی۔ ایسے ہی جب معلوم ہو کہ امام یا مقتدی بن کر نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو ضرور یہی نیت کرے گا۔ اگر منفرد ہو تو نیت بھی یقیناً منفرد کی ہوگی۔

نیت علم و اعتقاد کے تابع ہوتی ہے:

نیت یقیناً علم و اعتقاد کے تابع ہوتی ہے بشرطیکہ ارادۂ فعل کا علم ہو۔ جب یہ معلوم ہو کہ ظہر پڑھنے کا ارادہ ہے نیز یہ بھی معلوم ہو کہ یہ نماز، نماز ظہر ہی ہے تو غیر ظہر کا قصد بھی نہیں کرے گا۔

غلطی اعتقاد یا واقعہ کی دو صورتیں:

اگر بقائے وقت کے خیال سے اسی وقت کی نماز کی نیت کرلے، بعدازیں خروج وقت کا پتہ چل جائے تو باتفاق ائمہ اسے وہی نماز کافی ہے۔ اور اگر خروج وقت کے خیال سے بعد الوقت نیت کرے، بعدازاں واضح ہو کہ نماز اپنے وقت میں ہوئی، پھر بھی باتفاق ائمہ وہی نماز کافی ہے۔ اگر کسی خاص امام مثلاً زید کے پیچھے نماز پڑھنے کا قصد تھا مگر امام کوئی غیر تھا تو اس نے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ اگر قصد امام حاضر کے پیچھے پڑھنے کا تھا، خواہ کوئی امام ہو اور خیال میں وہ زید تھا، مگر معلوم ہوا کہ عمر ہے تو یہ مضر نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثال دیگر:

ایسے ہی اگر حاضر میت کا جنازہ مقصود تھا، خواہ کوئی ہو اور خیال میں مرد تھا مگر معلوم ہوا کہ عورت ہے تو جنازہ صحیح ہے، بخلاف اس کے کہ مقصود کسی خاص شخص کا جنازہ ہو جو اس کے ذہن میں ہے اور جنازہ بھی اسی کا پڑھے، مگر معلوم ہوا کہ کوئی اور آدمی ہے تو اس صورت میں اس نے حاضر میت کا جنازہ نہیں پڑھا۔

یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ تلفظ بالنیت کسی امام کے نزدیک واجب نہیں۔

منشائے غلطی:

لیکن بعض متاخرین نے مذہب شافعی رحمہ اللہ سے اس تلفظ کی ایک وجہ نکالی ہے جسے جمہور ائمہ شوافع نے غلط ٹھہرایا ہے۔ غلطی یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ابتدائے نماز میں کچھ نطق کا ہونا ضروری بتایا ہے اور اس غلطی کنندہ نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد نطق بالنیت ہے اسی لیے تمام شوافع نطق کرنے لگ گئے ہیں۔

تلفظ بالنیت میں دو قول:

اور تلفظ بالنیت مستحب ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کے دو مشہور قول ہیں:

پہلا قول:

بعض نے تلفظ بالنیت کو مستحب سمجھا ہے جیسا کہ اصحاب ابی حنیفہ وشافعی واحمد نے بیان فرمایا، اور تلفظ بالنیت کو مؤکد کہا اور نماز روزہ حج وغیرہ میں اسے مستحب سمجھا ہے۔

دوسرا قول:

اور بعض نے اسے مستحب نہیں سمجھا جیسا کہ بعض اصحاب مالک واحمد وغیرہ کا قول ہے، اور یہی امام مالک واحمد اور دیگر ائمہ سے منصوص ہے۔

قول صحیح:

ابوداؤد نے فرمایا: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا نہیں! اور یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ تکبیر سے پہلے کچھ نہیں پڑھتے تھے، نہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء نماز اور حج وغیرہ عبادات میں تلفظ بالنیہ کرتے تھے، نہ تلفظ بالنیہ کا کسی کو حکم دیا ہے بلکہ حضور ﷺ نے اپنے شاگردوں کو یہی تعلیم دی کہ نماز پڑھنے لگو تو تکبیر کہو اور خود بھی نماز کے لیے جب کھڑے ہوتے تو صرف تکبیر کہتے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بَالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .))

''رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔''

آنحضرت ﷺ نے تکبیر سے پہلے نہ تلفظ بالنیہ کیا ہے نہ اور کچھ پڑھا ہے اور نہ کسی مسلمان کو اس کی تعلیم دی ہے۔ اور اگر زبان سے نیت کرنا مستحب ہوتا تو خود کرتے اور مسلمانوں کو بھی سکھاتے۔

تلبیہ حج سے پہلے کچھ کہنا ناجائز ہے:

آپ ﷺ حج میں احرام کا افتتاح تلبیہ سے کرتے اور اہل اسلام کے لیے بھی یہی مشروع فرمایا کہ آغاز حج میں تلبیہ کہیں اور ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے فرمایا: حج کر اور شرط کر لے۔ کہہ:

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَمُحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ .))

''حاضر ہوں خدایا حاضر ہوں۔ جہاں رکاوٹ ہو جائے میرے لیے وہی احرام کھولنے کا مقام ہے۔''

تو انہیں یہ حکم دیا تھا، کہ تلبیہ کے بعد شرط کرے لیکن کسی کے لیے تلبیہ سے پہلے کچھ بھی مشروع نہیں فرمایا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ اَوِ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ .))

"خدایا! میں عمرہ یا حج یا عمرہ و حج (دونوں) کا ارادہ کرتا ہوں۔"

نہ یوں کہنے کی ضرورت ہے کہ:

((فَیَسِّرْهُ عَلَیَّ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ .))

"خدایا! اسے آسان فرمایئے اور قبول کیجیے۔"

نہ یہ کہے کہ:

((نَوَیْتَ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَةَ اَوْ نَوَیْتُهَا جَمِیْعاً .))

"میں نے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کی۔"

نہ "اَحْرَمْتُ لِلّٰهِ" میں نے رضائے الٰہی کی غرض سے احرام باندھا وغیرہ عبارتیں پڑھنے کی ضرورت ہے، اور نہ تلبیہ سے پہلے اور کچھ کہنے کی ضرورت ہے، بلکہ حج میں تلبیہ ایسے ہے جیسے نماز میں تکبیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے:

((فُلَانٌ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَاَهَلَّ بِهِمَا .))

"فلاں شخص نے حج و عمرہ یا دونوں کے لیے اہلال یعنی تلبیہ کہا۔"

جیسا کہ کہا جاتا ہے کَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ "نماز کے لیے تکبیر کہی" بلند آواز سے تلبیہ کرنے کو اہلال کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تلبیہ میں جو یہ کہتے تھے: لَبَّیْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا "عمرہ و حج کے لیے حاضر ہوں" تو تلبیہ کے بعد ارادۂ فعل (حج) کا نام لیتے تھے، پہلے نہیں اور لوگوں نے جو تکبیر و تلبیہ سے پہلے اور طہارت و جملہ عبادات میں نیت کے الفاظ گھڑ رکھے ہیں، سراسر بدعت و غیر مشروع ہیں، اور عبادت مشروعہ میں خود ساختہ اضافے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں فرمایا بلکہ عبادات میں اس کے ترک پر مداومت کی ہے، انہیں کرنا اور ان پر مداومت کرنا دو وجہ سے بدعت و ضلالت ہے۔ اوّل بلحاظِ اعتقادِ معتقد کہ یہ مشروع و مستحب ہے، اس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے، باوجود یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسے نہیں کیا، تو اس قول کی حقیقت یہ ہوئی کہ ہمارا فعل رسول اللہ ﷺ کے فعل سے اکمل و افضل ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے بدعت کی تشریح:

مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے احرام قبل از میقات سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا ”فتنے کا خطرہ ہے۔“ سائل نے کہا ”اس میں کون سا فتنہ ہے؟ یہ تو اطاعت الٰہی میں زیادہ کوشش ہے۔“ فرمایا ”اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہو سکتا ہے، کہ نفلی امر کے متعلق تیرا یہ گمان ہو کہ تو نے خصوصاً وہ فضل و کمال حاصل کر لیا ہے جو رسول خدا ﷺ کو بھی حاصل نہیں۔“ اور آیت شریفہ تلاوت فرمائی:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ٦٣)

”حکم رسول (ﷺ) کے مخالفین کو فتنہ و عذاب الیم میں مبتلا ہونے سے ڈرتے رہنا چاہیے۔“

سنت سے بے توجہی:

صحیحین میں آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .))

”جو میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔“

یعنی جو میری سنت سے غیر سنت کو افضل سمجھتے ہوئے بدیں خیال سنت سے اعراض کر جائے کہ اس کی مرغوبہ چیز مرغوب سے افضل ہے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔

((الا ان خير الكلام كلام الله و خير الهدى هدى محمد ﷺ .))

”خبردار! تمام کلاموں سے بہتر خدا کا کلام ہے اور سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمدی ﷺ ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بخاری میں آنحضرت ﷺ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمعہ کے دن آپ خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ تو اب جو شخص کسی کی ہدایت کو ہدایت محمدی ﷺ سے افضل کہے وہ مفتون و گمراہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ٦٣)

''حکم رسول ﷺ کے مخالفین کو فتنہ وعذاب الیم میں مبتلا ہونے سے ڈرتے رہنا چاہیے۔''

پھر اللہ ہی نے مسلمانوں کو اتباع رسول اور رسول علیہ السلام کے مقرر کردہ واجبات و مستحبات و وجوب و استحباب کے عقیدہ کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس سے کوئی چیز افضل نہیں۔ جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ اللہ کا نافرمان ہے۔

فرقہ غالیہ کے لیے بد دعا:

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ((قَدْ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ)) ''شرع میں غلو کرنے والے ہلاک ہو جائیں۔''

سنت میں میانہ روی بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے:

ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اقتصاد فی السنۃ'' اجتہاد فی البدعۃ سے بہتر ہے۔ صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ

((صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ فَقَدْ كَفَرَ))

''صلوٰۃ سفر دو رکعت ہے۔ جو سنت کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔''

یعنی جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مسافر کو سفر میں دو رکعتیں ناکافی ہیں تو اس نے کفر کیا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دوسری وجہ:

دوم بلحاظ مداومت وعبادات یعنی ایسے فعل پر مداومت جو رسول اللہ ﷺ کے دائمی فعل کے بالکل مخالف ہو۔ یہ باتفاق ائمہ بدعت ہے، خواہ کسی کو اس میں زیادہ نیکی کا گمان ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ بعض متقدمین نے عیدین میں اذان واقامت ایجاد کی اس لیے اسے منع کردیا گیا اور ائمہ اسلام نے بھی مکروہ سمجھا۔ ایسے ہی اگر سعی (بین الصفا والمروۃ) کے بعد طواف کی دو رکعتوں پر قیاس کر کے دو رکعت نماز پڑھے (تو اس نے بدعت ایجاد کی)۔

بعض متاخرین کی مخالفتِ سنت:

بعض متاخرین شافعیہ نے اسے مستحب سمجھا ہے اور بعض متاخرین حنابلہ نے حاجی کے لیے دخولِ مسجد الحرام کے وقت افتتاح تحیۃ المسجد کو مستحب سمجھا ہے مگر یہ دونوں فعل خلاف سنت ہیں۔

فعل سنت:

سنت تو یہ ہے کہ محرم طواف سے افتتاح کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے دخول مسجد کے وقت خود کیا، مگر مقیم، جو طواف کے سوا محض ارادۂ نماز سے جائے، اس کا یہ حکم نہیں۔

تکمیل دین واتمام نعمت:

غرض کہ خدا نے اپنے رسول ﷺ اور اس کی امت کے لیے دین کو کامل کر کے اتمامِ نعمت فرما دیا۔ (اب) جو شخص کسی عمل کو از خود واجب ومستحب ٹھہرا لے جسے خدا اور رسول اللہ ﷺ نے واجب ومستحب نہیں ٹھہرایا وہ غلطی پر ہے۔ جیسا کہ جو شخص خدا اور رسول ﷺ کے مکروہ اور حرام کردہ فعل کو خود حرام ومکروہ ٹھہرا لے تو غلطی پر ہے۔ لہٰذا اصل حقیقت یہی ہے کہ حرام وہی ہے جسے خدا اور رسول ﷺ حرام کریں اور دین وہی ہے جسے خدا اور رسول ﷺ مشروع فرمائیں۔

جہال کا دین:

جو ان دونوں سے نکل جائے، وہ ایسے گروہ میں داخل ہوا جس نے شرع میں وہ چیزیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رائج کیں جن کی خدا نے اجازت نہیں دی اور وہ چیزیں حرام کیں جنہیں خدا نے حرام نہیں ٹھہرایا۔ اور یہ اہل جاہلیت و مخالفین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے جن کی مذمت خدا نے سورۂ انعام و اعراف وغیرہ میں بیان فرمائی، کیونکہ انہوں نے دین میں اللہ کے ممنوعات کو مشروع، حلال کو حرام اور محرمات کو حلال ٹھہرالیا تھا، اس لیے خدا نے ان کی مذمت و عیب گوئی فرمائی۔

مومنوں کا دین:

اسی لیے اہل ایمان یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ احکامِ خمسہ کا ایجاب و استحباب، تحلیل و تحریم اور کراہت صرف خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیے جائیں۔ لہٰذا واجب وہی ہے جسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب فرمائیں، مستحب صرف وہ ہے جس کو خدا اور رسول مقرر فرمائیں، اور حلال و حرام اور مکروہ بھی وہی ہو سکتے ہیں جنہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حلال و حرام اور مکروہ ٹھہرائیں۔

تنازع اور رجوع الی اللہ والرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

جس میں علماء کا تنازع ہو جائے اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

(النساء: ٥٩)

”اے ایمان والو! خدا اور رسول اور امیروں کی اطاعت کرو۔ کسی مسئلہ پر نزاع پڑ جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف لوٹاؤ، بشرطیکہ خدا اور قیامت پر تمہارا ایمان ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔“

جاہل مفتی کی گوشمالی:

اور جو شخص جاہل ہو کر اور ائمہ کے متفقہ مسائل کے خلاف فتویٰ صادر کرے، اسے روکا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جائے، بصورتِ اصرار اس کی تادیب کی جائے جیسا کہ اس جیسے بے وقوفوں سے یہی سلوک ہوا کرتا ہے۔

غالی اماموں کی اقتداء ناجائز ہے:

اور خلاف شریعت غالی ومتعصب امام کی پیروی نہ کرے، خواہ علم وفقہ میں کتنا ہی مشہور ہو۔ بلکہ مسئلہ کسی عالم سے دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ بعض سلف کا ارشاد ہے:

((لَاتَنْظُرْ اِلٰی عَمَلِ الْفَقِیْهِ وَلٰكِنْ سَلْهُ یَصْدُقْكَ))

”فقیہ کے عمل نہ دیکھیے، اس سے سوال کیجیے کہ وہ سچی بات بتائے۔“

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چوتھا رسالہ:

مسائل نیت

استفتاء:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بزمانہ قیام دیار مصریہ ۷۰۸ھ میں دریافت کیا گیا کہ:

ایک شخص بلند آواز سے نیت کرتا ہے اور یوں کہتا ہے: فلاں فلاں فرض پڑھنے کی نیت کرتا ہوں۔ (کبھی) کسی ایک خاص نماز کی تعیین کرتا ہے (اور) کبھی رکعات کی اس طرح گنتی کرنے لگتا ہے کہ دوسرے آدمی کو تشویش میں ڈال دیتا ہے۔ کوئی سمجھائے کہ یہ خدا اور رسول کا حکم نہیں، تو جواب دیتا ہے کہ یہی تو خدا اور رسول ﷺ کا حکم ہے۔ (نیز) امام جہری قراءت سے پڑھ رہا ہو تو پیچھے بلند آواز سے پڑھنے لگ جاتا ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ اربعہ وغیرہ میں کسی نے ایسا کیا ہے؟ جب ائمہ مسلمین وعلمائے اسلام نے بھی نہیں کیا تو ان کی طرف یہ حکم منسوب کرنے والا کون سی تعزیر کا مستوجب ہے؟

نیز وہ کہتا ہے کہ ہر کوئی دین میں جس طرح چاہے کر سکتا ہے اور جو اس امر کا انکار کرے، وہ جاہل ہے۔

الجواب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام حمد وثناء کا سزاوار خدائے رب العالمین ہی ہے۔ جہر بلفظ النیت نہ مشروع ہے، نہ علمائے اسلام سے منقول ہے، نہ رسول خدا ﷺ کا فعل ہے، نہ خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین اور ائمہ امت نے ایسا کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہری نیت کے مدعی سے توبہ کرانا:

جس کا یہ دعویٰ ہو کہ دین الٰہی میں جہری نیت کرنا واجب ہے، اسے شرعی مسئلہ سمجھانا اور ایسے قول سے توبہ کرانا ضروری ہے۔ بصورتِ اصرار قابلِ گردن زدنی ہے۔

محلِ نیت دل ہے، زبان نہیں:

بلکہ باتفاق ائمہ اسلام (جملہ) عبادات، مثلاً وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں نیت واجبہ کا موقع و محل صرف دل ہے۔ کیونکہ

نیت کے لغوی معنی:

نیت قصد وارادہ (کا نام) ہے اور قصد وارادہ دونوں کا محل باتفاق عقل دل ہے، زبان نہیں۔

نیت قلبی و تکلم لسانی کی دو صورتیں:

اگر نیت قلبی کچھ ہو اور زبان سے کچھ اور ہی کہے، تو اعتبار نیت قلبی کا ہو گا، لفظوں کا نہیں۔ اگر نیت قلبی موجود ہو اور زبان سے بالکل خاموش رہے تو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور تمام متقدمین و متاخرین ائمہ اسلام کے نزدیک اس کی نیت صحیح ہے اور اس میں کسی صاحب مذہب وفتویٰ کا اختلاف نہیں۔

بعض متاخرین کا زعم باطل:

بعض متاخرین اتباع ائمہ کا زعم ہے کہ تلفظ بالنیہ واجب ہے مگر جہر بالنیہ کو انہوں نے بھی واجب نہیں کہا اور اس کے باوجود یہ قول صریح غلط اور اجماع مسلمین کے بالکل مخالف ہے۔ جس کو سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم طریق خلفاء اور نماز صحابہ کی کیفیت کا علم ہوا سے یہ جانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ سب لوگ زبان سے نیت نہیں کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تلفظ بالنیہ کا حکم و تعلیم ثابت نہیں:

نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا ارشاد فرمایا ہے، اور نہ صحابہ کو اس کی تعلیم دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استشہاد بالحدیث:

صحیحین وغیرہ میں ثابت ہے کہ مسیئ صلوٰۃ اعرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ.))

''نماز کے لیے جب کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھ لیا کر۔

دیگر کتب سنن میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ.))

''وضو نماز کی کنجی ہے، تکبیر اس کی تحریم اور سلام اس کی تحلیل ہے۔''

حدیث دیگر:

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.))

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) سے شروع کرتے تھے۔''

تواتر و اجماع مسلمین:

اور نقل متواتر اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز تکبیر سے شروع کرتے تھے اور کسی مسلمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے تکبیر سے پہلے تلفظ بالنیہ جہری و سری نقل نہیں کیا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ یہ (تلفظ بالنیہ ثابت) ہوتا تو اس کی نقل کے دواعی و ضروریات وافر تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل تواتر سے کتمانِ نقل ممتنع ہے:

اہل تواتر سے اس کا کتمان نقل بھی عادتاً و شرعاً (دونوں طرح) محال ہے۔ جب کسی نے یہ نقل نہیں کیا تو معلوم ہوگیا کہ تلفظ بالنیہ کچھ چیز نہیں۔

تلفظ بالنیہ میں دو مذہب:

اس لیے تلفظ بالنیہ میں فقہائے متاخرین کا تنازع ہے کہ کیا نیت قلبی کے ساتھ اس کا تلفظ بھی مستحب ہے؟

پہلا مذہب:

مقلدین ابو حنیفہ و شافعی و احمد رحمہم اللہ کے ایک گروہ نے اسے مستحب سمجھا ہے۔ کہتے ہیں کہ تحقیق نیت کے لیے زیادہ تحقیق و وثوق کا باعث ہے۔

دوسرا مذہب:

مالکیہ وحنابلہ وغیرہ کی ایک جماعت نے غیر مستحب بلکہ بدعت و مکروہ خیال کیا ہے۔

تلفظ بالنیہ کے بدعت ہونے پر استدلال:

وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ تلفظ مستحب ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کرتے اور کرنے کا حکم دیتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب الٰہی کی تمام چیزیں خصوصاً نماز جس کا طریقہ آپ سے ہی اخذ ہوسکتا ہے، پوری طرح بیان فرما دی ہے اور صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، فرمایا:

((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ .))

''نماز اسی طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔''

تو صفۃ الصلوٰۃ میں یہ اور ایسے دیگر اضافے ان تمام زیادات کے قائم مقام ہیں جو عبادات میں نو پیدا ہوگئے ہیں، جیسا کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عیدین میں اذان و اقامت کی بدعت:

لوگوں نے عیدین میں اذان و اقامت اور سعی کے بعد مروہ پر دو رکعت پڑھنے کا اضافہ کر لیا ہے، و امثالہا

تلفظ بالنیہ عقلاً فاسد ہے:

نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ تلفظ بالنیہ عقلاً بھی فاسد ہے، کیونکہ قائل کا یوں کہنا کہ:

((اَنْوِیْ اَنْ اَفْعَلَ کَذَا وَکَذَا .))

''میں فلاں فلاں کام کی نیت کرتا ہوں۔''

ایسا ہے جیسے کہے کہ:

((اَنْوَیْ اِنِّیْ اٰکُلُ ھٰذَا الطَّعَامَ لَاشْبَعُ وَاِنِّیْ اَلْبَسُ ھٰذَا الثَّوْبَ لَاسْتَتِرَ .))

''میں سیر ہونے کے لیے کھانا کھانے کی نیت کرتا ہوں یا ستر کے لیے یہ کپڑا پہننے کی نیت کرتا ہوں۔''

اور ایسی نیتیں جو دل میں (پہلے ہی) موجود ہوتی ہیں اور زبان سے ان کی قراءت کرنا بالکل قبیح امر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (الحجرات: ١٦)

''اے پیغمبر! کہہ دے کیا خدا کو اپنا دین سکھانا چاہتے ہو؟ اسے تو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے۔''

سلف کے ایک گروہ نے ارشاد الٰہی:

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾ (الدھر: ٩)

''ہم تمہیں محض خوشنودیِ خدا کے لیے کھلاتے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق کہا ہے کہ لوگوں نے زبان سے نہیں کہا بلکہ خدا نے یہ ان کے دلوں سے معلوم کیا ہے۔

تلفظ سری میں متاخرین کا اختلاف:

غرض کہ نیت قلبی کا ہونا بلا اختلاف ضروری ہے، اور آہستہ تلفظ بالنیہ کرنا مکروہ ہے، یا مستحب؟ اس میں متاخرین کا باہمی نزاع ہے۔

جہری نیت اور اس کی تکریر منع وغیر مشروع ہے:

لیکن جہر بالنیہ باتفاق مسلمین مکروہ، منہی عنہ اور غیر مشروع ہے۔ یہی حال بار بار نیت کرنے کا ہے۔ اور ان دونوں جہر بلفظ النیہ اور بار بار نیت کرنے میں باتفاق مسلمین امام و مقتدی اور منفرد سب برابر ہیں، کسی کو جائز نہیں، بلکہ ایسے افعال سے انہیں منع کرنا چاہیے، بلکہ جہر بالقراءۃ منفرد کو بھی غیر مشروع ہے جب کہ دوسروں کے لیے ایذا رسانی کا موجب ہو۔

تعلیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

چنانچہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا:

((یَآاَیُّهَا النَّاسُ کُلُّکُمْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلَا یَجْهَرَ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ.)) (مسلم)

”لوگو! تم سب اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہوتے ہو لہٰذا ایک دوسرے کے پاس اونچی آواز سے قرأت مت پڑھو۔“

نماز میں کبھی جہراً ذکر و دعا میں حرج نہیں:

اور مقتدی کے لیے تو باتفاق مسلمین یہی طریقہ ہے کہ آہستہ پڑھے۔ البتہ کبھی کچھ ذکر جہراً کر لے تو حرج نہیں جیسا کہ سری نمازوں میں امام کوئی آیت مقتدیوں کو سنائے تو حرج نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر کی نماز

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں کبھی کوئی آیت مقتدیوں کو سنا لیتے تھے۔ نیز صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ افتتاح نماز اور قومہ کے وقت بعض مقتدی صحابہ جہر بالدعا کرتے تو آنحضرت ﷺ انکار نہ فرماتے۔

بدعت اور اس کی تحسین پر سزا:

جو فعل بدعت اور اس کی تحسین پر اصرار کرے، اس کے لیے ایسی تعزیر مناسب ہے جس سے وہ خود اور اس جیسے دیگر لوگ ایسی حرکات سے رک جائیں اور غلطی سے جو شخص آنحضرت ﷺ کی طرف باطل منسوب کرے اسے سمجھایا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو سزا دی جائے۔

جاہل مفتی اور اس کی اعانت:

اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ بلا علم فتویٰ صادر کرے یا ایسے شخص کی امداد کرے یا دین میں وہ چیزیں داخل کرے جو دین میں نہیں ہیں۔

کلمہ قبیحہ اور اس کی سزا:

اور یہ کلمہ کہ ''دین میں اپنی حسب خواہش کام کرنا چاہیے'' نہایت برا ہے اور اس سے توبہ کرانا چاہیے۔ توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ سزا دینا ضروری ہے بلکہ ایسے کلمہ پر اعتقاد رکھنے والا موجب قتل ہے۔

خلافِ شریعت اور وعید الٰہی:

لہٰذا کسی کو لائق نہیں کہ دین میں خدا اور رسول ﷺ کے غیر مشروعہ احکام پر عمل کرے، چہ جائے کہ اپنی خواہشات و ہوائے نفس کی پیروی کرے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص : ٥٠)

''ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو نفسانی خواہش پر چلتا ہے بدوں اس کے کہ منجانب اللہ اس کے پاس کوئی دلیل ہو۔''

﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام: ١١٩)

''یقیناً بہت لوگ بلا سند اپنی خواہشات کے ساتھ خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (ص : ٢٦)

''خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے خدائی راستے سے گمراہ کر دے گی۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (المائدة : ٧٧)

''ان لوگوں کی خواہشات پر مت چلو جو پہلے ہی گمراہ ہوئے اور بہت لوگوں کو گمراہ کر کے چھوڑا اور راہ راست سے دور ہو گئے۔''

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان : ٤٣، ٤٤)

''اے پیغمبر! کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا۔ کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر لوگ کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں (کیونکہ وہ بھی بات کو سنتے سمجھتے نہیں) بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(النساء : ٦٥)

''تیرے رب کی قسم! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے باہمی جھگڑوں میں منصف نہ ٹھہرا لیں۔ پھر آپ ﷺ کے فیصلے سے اپنے دل میں تنگی بھی محسوس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہ کریں اور پورے طریقہ پر تسلیم کرلیں۔"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوٰہُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ .)) (احمد)

"خدا کی قسم! جب تک ان کی خواہش نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو یہ مومن نہیں ہو سکتے۔"

اور خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النساء: ٦٠، ٦١)

"کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو قرآن اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان کے مدعی ہو کر طاغوت سے فیصلہ چاہتے ہیں، حالانکہ اس سے انکار کر دینے کا حکم دیے گئے ہیں اور شیطان انہیں انتہائی ضلالت میں لے جانا چاہتا ہے۔ جب انہیں قرآن اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ آپ سے اعراض کرتے ہوئے ہٹ رہتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ﴾ (الشوریٰ: ٢١)

"کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی خدا نے اجازت نہیں دی۔"

اور فرمان خداوندی ہے:

﴿ الٓمٓصٓ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱ تا ۳)

"یہ کتاب آپ پر اتاری گئی ہے کہ لوگوں کو اس کے ساتھ ڈرائیں۔ لہٰذا آپ کو اس کی تبلیغ سے دل تنگی نہیں چاہیے اور مومنین کے لیے نصیحت ہے۔ لوگو! تم کو اپنے رب کی نازل کردہ کتاب کی پیروی کرنی چاہیے اور خدا کے سوا دوسرے رفیقوں کی مت پیروی کرو، تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔"

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ﴾ (المؤمنون: ۷۱)

"اگر حق بھی ان کی خواہشات کا تابع ہو جاتا تو تمام کائنات تباہ و برباد ہو جاتی۔"

قرآن میں ایسی اکثر مثالیں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ انسان پر حق کی اتباع لازم ہے اور دین کو خواہش کا تابع نہ بنانا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پانچواں رسالہ:

ہجر جمیل، صفحِ جمیل، صبر جمیل

شیخ الاسلام امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ہجر جمیل، صفح جمیل، صبر جمیل اور اقسام تقویٰ وصبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

الجواب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَمَّا بَعْدُ! قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجر جمیل، صفح جمیل اور صبر جمیل کا ارشاد فرمایا:

ہجر جمیل:

ہجر جمیل یہ ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر اس سے الگ ہو جانا۔

صفح جمیل:

پیشانی پر قہر وعتاب کے آثار لائے بغیر کسی کو معاف کر دینا صفح جمیل ہے۔

صبر جمیل:

زبان پر کسی مخلوق کے سامنے شکایت کیے بغیر صبر کرنا صبر جمیل کہلاتا ہے۔

شکوہ الی اللہ صبر جمیل کے منافی نہیں:

(شکوہ الی اللہ اور صبر جمیل میں کوئی منافاۃ نہیں ہے)

دیکھیے! یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنَّمَآ أَشْكُوا۟ بَثِّى وَحُزْنِىٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ (یوسف: ۸۶)

''میں تو اپنی بے قراری وغم کا شکوہ محض اللہ سے کرتا ہوں۔''

نیز دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف : ۱۸)

''لہٰذا میں ایسا صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہوگی اور تمہاری بناوٹی باتوں پر خدا سے ہی امداد کی درخواست ہے۔''

ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ .))

''خدایا! تمام حمد و ثنا تیرے لیے ہے۔ تو ہی ہماری شکایتوں کا مرجع ہے۔ تو ہی ہمارا سہارا ہے اور تو ہی ہمارا فریاد رس۔ تجھی پر بھروسا ہے۔ نیکی کرنے کی توفیق اور گناہ سے بچنے کی طاقت محض تیری امداد سے ہے۔''

علیٰ ہذا القیاس!

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں کفار کے ہاتھوں تکلیف پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْا ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَأَنْتَ رَبِّيْ اَللّٰهُمَّ إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ؟ إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ أَمْ إِلٰى مَنْ عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِيْ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ أُبَالِيْ غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتِ الظُّلُمٰتُ لَهُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا أَنْ يَنْزِلَ بِيْ سَخَطُكَ أَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى .))

''الٰہی! میں تجھی سے اپنی بیکسی و بیچارگی و کسمپرسی کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو ہی میرا اور کمزوروں کا رب ہے۔ اے مولا! تو مجھے کس کے سپرد کرنا چاہتا ہے؟ کیا ایسے بعید آدمی کی طرف جو ترش روئی سے پیش آئے یا ایسے معاملات کا مالک بنا دیا گیا ہو۔ اگر تو مجھ پر خشم آلود نہیں تو مجھے کسی کی پروا نہیں۔ البتہ تجھ سے عافیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطلوب ہے جو میرے لیے تمام چیزوں سے وسیع تر ہے۔ میں تیرے غصہ و غضب کے نزول سے تیرے چہرۂ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں اور جس کے باعث دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ تو اتنا بے نیاز ہے جتنی تیری رضا ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز فجر میں ﴿إِنَّمَآ أَشْكُوا بَثِّي وَ حُزْنِيٓ إِلَى اللّٰهِ﴾ پڑھا کرتے اور اس قدر روتے کہ آپ کی آواز آخری صفوں تک پہنچتی۔

شکوہ الی المخلوق اور صبر جمیل میں منافاۃ:

مگر شکوہ الی المخلوق، شکوہ الی اللہ کے برعکس صبر جمیل کے بالکل منافی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے ان کے مرض الموت میں کہا گیا کہ عبدالرحمٰن اور طاؤس بن کیسان (مشہور تابعی) نے رونے کو مکروہ سمجھا اور فرمایا کہ یہ بھی شکوہ ہے، تو مرتے دم تک آپ کی زبان سے آہ کا لفظ بھی نہ سنا گیا۔

وجہ منافات:

یہ اس لیے شکوہ ہے کہ مریض زبانِ حال سے مضرات کے دفعیہ اور مفید چیزوں کے حصول کا طالب ہوتا ہے اور انسان مامور ہے کہ تمام مخلوق سے دستبردار ہو کر محض اپنے پروردگار ہی سے سوال کرے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الانشراح: ۷-۸)

''جب تم دوسرے مشاغل سے فارغ ہو جاؤ تو عبادت کی ریاضت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف پورے پورے متوجہ ہو جاؤ۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

((إِذَا سَأَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ .))

''جب تجھے کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ سے کرنا اور مدد طلب کرنی ہو تو بھی اسی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلب کرو۔"

فعل مامور، ترکِ محظور، صبر بر قضائے مقدور:

انسان کے لیے دو چیزوں کی اطاعت نہایت ضروری ہے: (۱) ماموارت کا بجا لانا محظورات کا ترک کرنا (۲) اور مصائبِ تقدیر پر صبر کرنا۔ پہلے کا نام تقویٰ ہے اور دوسرے کو صبر کہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ (آل عمران : ۱۱۸)

"اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر کو اندرونی دوست مت بناؤ۔ وہ تو تمہاری بربادی میں کچھ فروگذاشت نہیں کرتے۔"

﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ﴾(آل عمران : ۱۲۰)

"اور اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو تو ان کی مکاریاں تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گی۔ خدا تعالیٰ کو ان کے اعمال پر پورا احاطہ ہے۔"

نیز ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ﴾ (آل عمران : ۱۲۵)

"ہاں! اگر تم صبر و تقویٰ پر مضبوط رہو، پھر خواہ وہ کفار تم پر اس جوش و خروش سے یک دم چڑھ بھی دوڑیں تو خدا تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے امداد فرمائے گا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (آل عمران : ١٨٦)

''آئندہ مال و جان میں تمہاری آزمائش ہوگی اور یہود ونصاریٰ سے تمہیں بہت سی دل آزار باتیں بھی سننی ہوں گی، نیز مشرکین سے بہت سی تکالیف کا سامنا ہو گا۔ لیکن اگر تقویٰ وصبر یعنی پرہیزگاری و پامردی سے کام لو، تو یقین کرو کہ ہمت وشجاعت کا کام ہے۔''

یوسف علیہ السلام نے تقویٰ وصبر کے متعلق فرمایا:

﴿اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (یوسف : ٩٠)

''میں یوسف ہوں، یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔ ہم پر خدا نے بڑا ہی احسان کیا ہے۔ یقیناً جو شخص تقویٰ وصبر اختیار کرے تو خدا ایسے نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

وصیت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

اسی لیے شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر صاحب استقامت مشائخ نے اپنے ارشادات میں مندرجہ ذیل دو اصل کی اکثر وصیت فرمائی ہے:

(۱) فعل مامور کی بجاآوری میں جلدی کرنا، محظورات کو ترک کرنا (۲) امر مقدر پر صبر و رضا اختیار کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدترین قولی واعتقادی لغزشیں اور ان کی چار اقسام

قسم اول:

اس مقام پر عوام نے ٹھوکریں کھائی ہیں، بلکہ اہل سلوک بھی یہاں لغزش سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ بعض نے قضا و قدر کا اقرار کیا، حقیقتِ کونیہ کی شہادت دی مگر حقیقت دینیہ کا انکار کر دیا۔ بنا بریں وہ توحید ربوبیت ❶ کے اقرار یعنی خدائے تعالیٰ کو تمام کائنات کا خالق و مالک و رب تسلیم کرنے کے باوجود اس کے محبوب و پسندیدہ اور مبغوض و ناپسندیدہ کاموں میں فرق نہیں کرتے۔ مشہد جمع کو جس میں تمام مخلوق نیک و بد، مومن و کافر، متقی و فاجر، سچا پیغمبر اور جھوٹا اور جعلی نبی، جنتی و جہنمی، اولیاء اللہ اور دشمنان خدا، ملائکہ و مقربین و سرکش شیاطین سب کے سب مشترک مانتے ہیں، نیز حقیقت کونیہ یعنی صرف خدا کو اپنا رب اور خالق و مالک سمجھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر جس توحید الوہیت میں خدائے عزوجل نے فرق کیا ہے، مثلاً اولیاء اللہ و اعداء اللہ، مومنین و کفار، نیکوکار و بدکار، اہل جنت اور اہل النار کا باہمی فرق، اس میں فرق نہیں کرتے۔ یہی توحید الوہیت ہے جس کے مفہوم میں صرف خدائے وحدہ لاشریک کی

❶ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں توحید الوہیت و توحید ربوبیت میں جا بجا فرق واضح کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید دو قسم کی ہے: ایک یہ کہ تمام کائنات کا خالق و رازق ایک ہے، جو قادر مطلق ہے۔ اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود سمجھا جائے، اسی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اسی سے قضائے حاجات کی درخواست کی جائے اور اسی پر توکل اور اعتماد اور بھروسہ رکھا جائے اور دل میں اس کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو۔ اس کا نام توحید الوہیت ہے۔ پہلی توحید کا تمام کو اعتراف ہے، بلکہ کفار و مشرکین کو بھی اس سے انکار نہیں، اس لیے وہ تکمیل ایمان کے لیے کافی نہیں جب تک کہ دوسری قسم کی توحید کو شامل نہ کیا جائے جو کفر و اسلام میں فارق و فاصل ہے اور جس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسی توحید کی تمام انبیاء علیہم السلام نے دعوت و تعلیم دی اور اسی کی طرف قرآن حکیم میں جا بجا دعوت دی گئی ہے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت کرنا، اس کی اطاعت کرنا، اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنا، اس کی محبت و رضا کے کام کرنا، جن احکام کی تعمیل کا ارشاد فرمایا ہو اسے ترک کر دینا، خدا کے دوستوں کو دوست اور اس کے دشمنوں کو دشمن سمجھنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا، کفار و منافقین سے زبان، دل اور ہاتھ سے جہاد کرنا وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اس حقیقت دینیہ کا اقرار کرے جو ہر دو مذکورہ گروہوں میں فارق ہے تو اہل اسلام میں سے ہے، ورنہ مشرکین کی جنس سے ہے اور یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر شریر ہے۔ کیونکہ حقیقت کونیہ کا تو مشرکین عرب کو بھی اقرار تھا۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ تمام کائنات کا رب نہیں بلکہ انہیں اس کا پورا پورا اقرار تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کا یہ عقیدہ بالوضاحت بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾

(لقمان : ۲۵)

”اگر ان سے دریافت کرو کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے؟ تو یہی کہیں گے کہ خدا نے۔“

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾ (المؤمنون : ۸۴-۸۹)

”یا رسول اللہ! اگر ان سے دریافت کرو کہ اگر تم میں کچھ علم کا مادہ ہے تو بتلاؤ کہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ہیں؟ کہیں گے خدا کی، تو کہہ دو پھر تمہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کیوں نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ پوچھو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ کہہ دیں گے اللہ! کہہ دو پھر تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھو! تمام کائنات کی حکومت و ملکیت کس کے قبضہ قدرت میں ہے؟ وہ کون ہے جو دوسروں کو پناہ دیتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ کہیں گے اللہ، تو کہہ دو: پھر تم پر کون سا جادو چل جاتا ہے (کہ راہِ راست سے منحرف ہو جاتے ہو)۔

اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾

(یوسف: ۱۰۶)

”خدا پر ایمان لانے کے باجود اکثر لوگ مشرک ہوتے ہیں۔“

سلف صالحین میں سے بعض نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ اے پیغمبر! آپ کے دریافت کرنے پر خدا کو زمین و آسمان کا خالق تسلیم کرنے کے باوجود اس کے ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کرتے ہیں جو سراسر منافی ایمان ہے۔

قسم دوم:

بعض قضا وقدر کا اقرار مگر امر و نہی شرعیہ کا انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔ کیونکہ انہیں ملائکہ اور رسولوں کا اقرار تھا جو دنیا میں خدا تعالیٰ کے اوامر و نہی لے کر آئے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بعض پر ایمان لاتے اور بعض سے انکار کر دیتے۔ اس کے باوجود خدا نے انہیں کافر ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

"بے شک وہ لوگ خدا اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان جدائی پیدا کریں اور کہتے ہیں کہ بعض کو تو مانتے ہیں مگر بعض دوسروں کو نہیں مانتے، اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک درمیانی راستہ اختیار کرلیں۔ یہ لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔"

قسم سوم:

بعض لوگ حقیقت کونیہ اور توحید ربوبیت جس میں تمام مخلوق شامل ہے، کی شہادت دیتے ہیں۔ تمام انسانوں کے قضا وقدر کے ماتحت ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اس حقیقت کو اپنا مسلک قرار دیتے ہیں۔ اس لیے خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ احکام کے اطاعت گزار مومنوں، متقیوں اور خدا کے نافرمان کافر و بدکار لوگوں کو یکساں خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر کافر ہیں۔

ہاں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اتباعِ ظن و ہوا کی بنا پر بعض امور میں فرق کرتے ہیں اور بعض میں نہیں۔ مثلاً مومن و کافر میں فرق کرتے ہیں مگر نیک و بد میں نہیں۔ یا بعض ابرار و فجار میں فرق کرتے ہیں، دوسروں میں نہیں۔ اس بنا پر جس قدر وہ ابرار و فجار میں تسویہ (برابری) کریں گے، اسی قدر ان کا ایمان ناقص ہوگا۔ ان میں ایمان صرف اسی قدر باقی ہو گا جس قدر وہ خدا کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق روا رکھیں گے۔

قسم چہارم:

اور بعض لوگ امر و نہی دینیہ کا اقرار اور قضا وقدر کا انکار کرکے امت محمدیہ ﷺ کے مجوسیوں یعنی معتزلہ وغیرہ کی طرح قدریہ ہوگئے لہٰذا وہ مجوس ٹھہرے اور یہ مشرکین جو مجوسیوں سے بھی بدترین ہیں اور جو شخص ان دونوں کا اقرار کرے، مگر خدا تعالیٰ کی متناقض ٹھہرائے وہ ابلیس کا چیلا ہے جس نے خدائے سبحانہ وتعالیٰ پر اعتراض کیا اور جھگڑے کی ٹھانی۔ چنانچہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا واقعہ قرآن میں منقول ہے۔ یہ تقسیم قولی و اعتقادی بھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس احوال وافعال میں بھی لوگ چار قسم کے ہیں۔

عوام وصوفیہ کے احوال وافعال کی چار قسمیں

قسم اول:

سب سے بہتر اور درست حالت اس مومن کی ہے جو خدا کے ماموارت کو بجا لاتا ہے، محظورات کو ترک کرتا ہے، اور مقدر سے کوئی مصیبت پیش آجائے تو صبر کرتا ہے۔ لہٰذا اس وقت وہ امر الٰہی اور دین وشریعت کا پابند ہوتا ہے اور اس پر خدا سے امداد کا خواستگار ہوتا ہے، جیسا کہ کلام پاک میں ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة : ٤)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے امداد چاہتے ہیں۔''

اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ واستغفار کرتا ہے، اپنی بداعمالیوں پر تقدیر کو حجت نہیں ٹھہراتا، اور نہ رب کائنات پر مخلوق کا (حق و) حجت سمجھتا ہے۔ بلکہ تقدیر پر ایمان لاتا ہے اور احتجاج بالقدر کا انکار کر دیتا ہے جیسا کہ سید الاستغفار والی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انسان یوں کہے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ .)) (بخاری ومسلم)

''خدایا! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میرا خالق اور میں بندہ ہوں، اپنے مقدور بھر میں تیرے عہد و پیمان اور وعدے پر قائم ہوں، اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بداعمالیوں کے شر سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں۔ میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی مجھے اعتراف ہے۔ خدایا! مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ جب وہ نیکی کر لیتا ہے تو (خدا پر احسان نہیں دھرتا بلکہ) اسے محض خدا تعالیٰ کا فضل و انعام تصور کرتا ہے اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ صرف خدا نے ہی اسے اس کی رہنمائی فرمائی اور اسی نے اسے سہل فرمایا۔ اگر وہ برائی و گناہ کر پاتا ہے تو اس کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرتا ہے، جیسا کہ کسی بزرگ کا قول ہے:

((اَطَعْتُكَ بِفَضْلِكَ وَالْمِنَّةُ لَكَ وَعَصَيْتُكَ بِعِلْمِكَ وَالْحُجَّةُ لَكَ فَاسْئَلُكَ بِوُجُوْبِ حُجَّتِكَ عَلَيَّ وَانْقِطَاعِ حُجَّتِي اِلَّا مَا غَفَرْتَ لِيْ .))

''خدایا! میں تیرے فضل سے تیری اطاعت بجالایا ہوں، مگر یہ محض تیرا ہی احسان ہے، اور تیرے علم سے تیری نافرمانی کر بیٹھا ہوں۔ لیکن حجت تیرے ہی لیے ہے۔ لہٰذا میں اپنے اوپر تیری حجت کے وجوب اور اپنی حجت کے انقطاع کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں، الا آنکہ آپ خود بخش دیں۔''

حدیث قدسی ہے:

((يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَه .)) (صحيح مسلم)

''میرے بندو! یہ ہیں تمہارے اعمال جو میں نے تمہارے لیے جمع کر رکھے ہیں اور وقت آنے پر سب کے سب تمہیں ادا کر دوں گا لہٰذا جس سے نیکی ہو جائے وہ خدا کا حمد و شکر کرے اور جس سے گناہ سرزد ہو جائے وہ اپنے ہی نفس کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ملامت کرے۔"

یہ مسئلہ کسی دوسری جگہ نہایت تحقیق وبسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

قسم دوم وسوم:

بعض لوگ فقط امر کا اقرار کرتے ہیں اس لیے حسب توفیق اطاعت کی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ مشاہد قدر سے عاری ہوتے ہیں۔ اس لیے نہ خدا سے امداد کے خواہاں ہوتے ہیں اور نہ صبر وتوکل اختیار کرتے ہیں۔

بعض لوگ فقط تقدیر کا اقرار کرتے ہیں، اس لیے وہ اللہ عزوجل سے امداد کے خواستگار ہوتے ہیں، صبر کرتے ہیں اور اسی پر تکیہ واعتماد بھی رکھتے ہیں، جس سے دوسرا گروہ خالی ہوتا ہے، مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ اوامر واشارات اور اتباع شریعت کا التزام نہیں کرتے اور کتاب وسنت کے لائے ہوئے دین کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں، اس لیے وہ خدا تعالیٰ سے اعانت کے خواہاں تو ہوتے ہیں مگر اس کی عبادت نہیں کرتے۔ اور دوسرا گروہ خدا کی عبادت کرتا ہے لیکن اس سے امداد کا طالب نہیں ہوتا۔ مگر ان دونوں کے برعکس مومن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے اور اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔

قسم چہارم:

چوتھی قسم جو سب سے بدترین قسم ہے، یہ ہے کہ انسان نہ اس کی عبادت کرے، اور نہ اس سے امداد طلب کرے۔ لہٰذا نہ وہ شریعت امر کا پابند ہوتا ہے، اور نہ قدرِ کونی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تقسیم ان چیزوں کے لحاظ سے بھی ہے، جن کی ضرورت وقوعِ تقدیر سے پہلے ہوتی ہے، مثلاً توکل واستعانت وغیرہ، جو تقدیر واقع ہونے سے پہلے کی جاتی ہیں۔

تقسیم بلحاظ تقویٰ وصبر وغیرہ:

رہی ان چیزوں کی تقسیم جو وقوع تقدیر کے بعد اختیار کی جاتی ہیں مثلاً صبر ورضا بالقدر وغیرہ تو اس لحاظ سے لوگ تقویٰ و پرہیزگاری میں، جسے امر دینی کی پیروی اور انسان کی مقدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شدہ قدرِ کونی پر صبر کرنے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

قسم اول:......اہل تقویٰ واہل صبر:

وہ لوگ جو پکے متقی و صابر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت میں سعادت منداور سرخ رو ہوں گے اور جن پر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل و انعام ہیں۔

قسم دوم:......متقی بے صبر:

دوسری قسم کے وہ لوگ جن میں کچھ نہ کچھ تقویٰ تو موجود ہوتا ہے، مگر ان میں رائی برابر بھی صبر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی شخص فرض و واجبات مثلاً نماز وغیرہ بجا لاتا ہے، محرمات سے بھی کنارہ کشی کرتا ہے، مگر جب اسے کوئی مرضِ جسمانی وغیرہ لاحق ہو جاتا ہے، یا مال ومتاع اور عزت برباد ہونے لگتی ہے، یا کسی خوفناک دشمن کے پنجے میں گرفتار ہو جاتا ہے، تو نہایت قلق و اضطراب کے ساتھ گھبرا اٹھتا ہے، جزع وفزع کرنے لگتا ہے اور اس کا حرص و طمع سب کا سب آشکارا ہو جاتا ہے (اور قلعی کھل جاتی ہے)۔

قسم سوم:......صابر غیر متقی:

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جن میں صبر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے مگر تقویٰ سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ فاسق و بدکار اور چور ڈاکو جو چوری و ڈاکہ، رہزنی اور اخذِ حرام کی پاداش میں قسم قسم کے مصائب و آلام برداشت کر گزرتے ہیں اور طرح طرح کی تکالیف پر بالکل صابر رہتے ہیں۔ یا وہ میر منشی و دفتری لوگ جو غبن و خیانت وغیرہ میں پکڑے جانے پر صبر کرتے ہیں۔

اسی طرح غیروں پر سرداری اور غلبہ و تفوق کے خواہشمند جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو اتنا صبر کرتے ہیں جو اکثر عوام اور ایرے غیرے کا کام نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس عاشق و محبّ اور صورِ محرمہ کے پرستار، جو اپنی حرام ناجائز خواہشات کے عوض طرح طرح کی تکلیفوں پر پورے صابر اترے ہیں۔ مذکورۂ بالا لوگ یا تو مخلوقات پر سرداری و تفوق کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طالب یا غلبہ و استیلا و فساد فی الارض کے خواہش مند اور بغی و عدوان اور ظلم سے مال جمع کرنے کے دلدادہ ہوتے ہیں، یا صور محرمہ کی طرف دیکھ کر، جماع کر کے لذت اندوز ہونا چاہتے ہیں، طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے ہیں، مگر ان میں تقویٰ کا نشان بھی نہیں، اس لیے وہ مامورات کے تارک اور محظورات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس آدمی کبھی مرض و تنگدستی کا شکار ہو جاتا ہے تو صبر کرتا ہے حالانکہ جب توانا و تندرست اور غنی ہو جاتا ہے اس وقت بھی تقویٰ سے بالکل کورا ہوتا ہے۔

قسم چہارم: ...... غیر متقی و بے صبر:

چوتھی قسم، جو تمام اقسام سے بدترین قسم ہے، یہ ہے کہ جب انہیں قدرت و طاقت حاصل ہو جائے تو تقویٰ سے گریز کرتے ہیں۔ اگر مصائب میں مبتلا ہو جائیں تو صبر سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں بلکہ ان پر مندرجہ ذیل فرمانِ الٰہی بالکل صادق آتا ہے کہ

﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾ (العلق: ۱۹ تا ۲۱)

"بلاشبہ انسان حریص و بے صبر پیدا ہوا ہے۔ جب کوئی تکلیف آئے تو گھبرا اٹھتا ہے اور اگر کچھ رفاہیت و فائدہ میسر ہو تو بخل کرتا ہے۔"

غلبہ و استیلا کی صورت میں لوگوں پر بڑھ چڑھ کر جبر و تشدد کرتے اور حد سے زیادہ مظالم ہوتے ہیں، مگر جب خود قابو آ جائیں تو تمام کمزوروں سے بھی زیادہ عاجز و حقیر معلوم ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ بے قرار و مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔ ایک دفعہ آزما کر دیکھیے کہ جب آپ کو غلبہ و فوقیت حاصل ہو جائے تو بے کس و لاچار ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوں گے۔ کبھی منافقانہ چال چلیں گے تو مجبوراً کسی وقت آپ کو کچھ دے بھی دیا کریں گے۔ کبھی آپ سے ظاہراً محبت کریں گے اور کبھی آپ سے رحم کی درخواست کریں گے۔ غرض کہ طرح طرح کے جھوٹ اور بہانے تراشیں گے۔ مگر خدانخواستہ جب انہیں غلبہ و استیلا حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ کس قدر ظالم و سنگدل اور بے رحم و بے مروت ہیں جو زبان پر عفوو درگزر کا نام لانا بھی ناگوار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ اہل اسلام نے ہر شخص میں جو حقائق ایمانیہ سے زیادہ بعید ہو، تجربہ و مشاہدہ کر لیا ہے، مثلاً قومِ تاتار جس سے اہل اسلام کی بارہا لڑائیاں ہو چکی ہیں، یا دیگر اقوام میں سے جو اکثر امور میں ان سے مشابہت رکھتا ہو، خواہ وہ اپنے آپ کو لشکرِ اسلامی کی وردی میں ظاہر کرے یا علمائے اسلام و زہادِ اسلام کے بھیس میں، اور خواہ وہ خود کو مسلمان تاجر کہلائے یا مسلم کاریگر۔ لہٰذا اعتبار حقائق کا ہوتا ہے (ظاہر کا نہیں)۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ .))

''خدا تمہارے حسن و جمال اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو حسنِ اعمال اور تقویٰ القلوب کو دیکھتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ جس کا دل اور عمل تاتاریوں کے دل اور عمل کی جنس کا ہوگا وہ اس حیثیت سے ان کا مشابہ ہوگا اور اس میں صرف اسی قدر اسلام ہوگا جتنا تاتاریوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

بلکہ تاتاریوں کے مقابل آپ کو غیر تاتاریوں میں جو جہاد بھی کرتے ہیں اور کسی نہ کسی موقع پر اپنے اسلام کا اظہار بھی کیے دیتے ہیں، بہت بڑے مرتد، جاہلانہ عادات کے زیادہ قریب اور اخلاق اسلامیہ سے زیادہ بعید لوگ بھی مل جائیں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یوں ارشاد فرماتے:

((خَيْرُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .))

''سب سے بہتر کلام، کلام اللہ ہے، سب سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے، سب سے بری چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب واضح ہو گیا کہ کلام اللہ تمام کلاموں سے بہتر اور ہدایت محمدی ﷺ تمام ہدایت سے بہتر ہے تو جو اس کے زیادہ قریب وزیادہ مشابہ ہوگا، اتنا ہی کمال کے زیادہ قریب اور اس کا زیادہ حقدار ہوگا اور جتنا اس سے دور اور کم مشابہ ہوگا، اسی قدر کمال سے دور اور باطل کا مستحق ہوگا۔

اور کامل وہ ہے جو خدا کا بے حد فرمانبردار اور مصائب پر از حد صابر ہو، لہٰذا جو شخص خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ احکام کا زیادہ متبع، خدا کے محبوب و پسندیدہ امور میں خدا کے زیادہ موافق اور اس کی قضا وقدر پر زیادہ صابر ہو اسی قدر وہ اکمل وافضل ہوگا اور جس تناسب سے یہ دونوں کم ہوں گی، اسی قدر اس میں نقص واقع ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ ونصرت صلوٰۃ واعمالِ صالحہ اور رحمت کے ساتھ صبر کی مقرونیت کی چار قسمیں اور فوائد

قسم اول: ......صبر اور تقویٰ ونصرت:

خدا تعالیٰ نے اکثر جگہ صبر وتقویٰ کو یک جا بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ انسان کے دشمنوں پر، خواہ وہ محارب و معاہد کفار ہوں یا منافق یا ظالم مسلمان، اس کی نصرت و امداد فرماتا ہے اور اس شخص کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۲۵)

''ہاں! اگر تم صبر وتقویٰ سے کام لو تو خواہ یہ کفار اس قدر جوش وخروش سے بھی لڑنے آئیں خدا تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشان دار فرشتوں سے امداد فرمائے گا۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (آل عمران: ۱۸۶)

''آئندہ تمہاری مال و جان میں آزمائش ہوگی اور اہل کتاب سے بھی بے شمار دل آزار باتیں سننی پڑیں گی۔ نیز مشرکوں سے بھی بہت سی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔ لیکن اگر صبر وتقویٰ سے کام لو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾

(آل عمران: ۱۱۸ تا ۱۲۰)

''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر (کفار و منافقین کو) در پردہ دوست و مشیر مت بناؤ۔ (ابھی تک تم نے دیکھا نہیں کہ) لگے ہاتھوں تمہاری تباہی و بربادی میں وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، ہر وقت تمہاری ایذا کی تمنا رکھتے ہیں۔ ان کی زبانی دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے مگر جو کچھ ان کے سینوں میں پنہاں ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (اب) اگر تم عقلمند ہو تو غور کر لو، ہم نے تمہارے سامنے تمام علامات واضح کر دی ہیں! ہاں تم ہی ایسے لوگ ہو کہ پوری کتاب پر ایمان رکھ کر بھی ان سے محبت رکھتے ہو حالانکہ انہیں تم سے کچھ محبت نہیں۔ جب تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں مگر جب علیحدہ ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ اے پیغمبر! کہہ دو، غصے ہو ہو کر مرتے رہو۔ خداوند تعالیٰ تو اندرونی رازوں کو بھی جانتا ہے۔ اگر تمہارا بھلا ہو تو انہیں رنج ہوتا ہے مگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو جامے میں پھولے نہیں سماتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو تو ان کی ابلہ فریبیاں تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گی۔ یقیناً اللہ خدا تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کہا:

﴿ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(یوسف: ۹۰)

"کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا حقیقی بھائی ہے۔ خدا نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ واقعی جو شخص تقویٰ و صبر اختیار کرے تو عزوجل ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

قسم دوم: ...... صبر ...... اعمالِ صالحہ:

کہیں صبر کو اعمالِ صالحہ عام و خاص سے مقرون فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (یونس: ۱۰۹)

"آپ وحی کی پیروی کیجیے اور ان کی ایذا رسانی پر فیصلہ خدائی تک صبر فرمایے۔ وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی شدہ چیزوں میں ایک تقویٰ بھی ہے جو سراسر اخبارِ الٰہیہ کی تصدیق اور اوامرِ الٰہیہ کی اطاعت ہے۔

قسم سوم: ...... صبر و صلوٰۃ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ (هود: ۱۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”دن کی دونوں طرفوں اور اوائل شب میں نماز پڑھا کرو۔ بلاشبہ نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ خدا کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔ اور صبر کرو، یقیناً خدا تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ (المؤمن: ٥٥)

”لہٰذا آپ صبر کیجیے، یقیناً خدا کے وعدے حق ہیں، اور گناہوں سے استغفار کیجیے اور صبح وشام خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس اور حمد کیجیے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ﴾ (طه: ١٣٠)

”ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور طلوع آفتاب سے پہلے اور رات کی چند گھڑیوں میں اپنے رب کی تسبیح اور تعریف کیجیے۔“

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرة: ٤٥)

”صبر وصلوٰۃ سے اپنے معاملات میں استعانت حاصل کرو، اور نماز بڑا بوجھ ہے مگر ان کے لیے نہیں جن میں خضوع ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرة: ١٥٣)

”صبر وصلوٰۃ سے استعانت حاصل کرو۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہے۔"

ان تمام مقامات میں صبر کو مقرون بالصلوٰۃ فرمایا ہے۔

قسم چہارم:......صبر و رحمت:

بعض جگہ صبر کو رحمت سے مقرون فرمایا ہے، جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس ارشاد میں ہے:

﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ (البلد: ۱۷)

"ایک دوسرے کو صبر کرنے اور باہم مرحمت کی وصیت کرتے ہیں۔"

زکوٰۃ وغیرہ کے ساتھ خلقِ خدا سے احسان وسلوک کرنا بھی رحمت میں داخل ہے۔ تقسیمِ ہذا بھی رباعی ہے۔

قسم اول:......صابر و بے رحم:

کیونکہ بعض لوگ صابر تو ہوتے ہیں مگر رحمدل نہیں جیسے زورآور سنگدل لوگ۔

قسم دوم:......رحم دل و بے صبر:

اور بعض رحم دل ہوتے ہیں مگر صابر نہیں، جیسے کمزور، نرم طبیعت۔ چنانچہ یہ صفت اکثر عورتوں، نیز عورتوں جیسے مردوں میں آپ کو ملے گی۔

قسم سوم:......بے صبر و بے رحم:

اور بعض لوگ نہ صابر ہوتے ہیں نہ رحم دل جیسے سنگدل حریص۔

قسم چہارم:......صابر و رحم دل:

مگر قابل ستائش وہی شخص ہے جو صابر بھی ہو اور رحم دل بھی۔ جیسا کہ فقہاء نے متولی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مناسب ہے کہ متولی طاقتور ہو مگر زیادہ سنگدل بھی نہ ہو، نرم طبیعت ہو مگر یہ نرمی کمزوری (بزدلی) کی وجہ سے نہ ہو۔ لہٰذا صبر کے باعث قوی اور نرمی کی وجہ سے رحمدل ہوگا اور صبر کرنے سے انسان کو نصرت و امداد حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ نصرت و امداد صبر پر موقوف ہے، اور رحم کرنے سے خدا بھی رحم کرتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے مندرجہ ذیل ارشادات میں فرمایا:

((اِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ .))

''خدا تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔''

((مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ .))

''جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

((لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مَنْ شَقِيٍّ .)) (احمد و ترمذی)

''بد بخت ہی رحمت سے محروم رہتا ہے۔''

((اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ .))

''رحم کرنے والوں پر خدائے رحمٰن رحم فرماتا ہے۔''

((اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ .))

(سنن ابی داؤد والترمذی)

''کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر، خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چھٹا رسالہ:

فقر و تصوف

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں فقہائے عظام ایسے شخص کے حق میں جس کا دعویٰ ہو کہ:

(۱) فقر کے ساتھ تعبد کا نہ حکم دیا گیا ہے، نہ یہ کوئی ایسا مسلک ہے جس سے انسان رضا مندی خدا و رسول ﷺ تک پہنچ سکے۔ ہم جو عبادت کرتے ہیں تو محض اس لیے کہ امرِ الٰہی کی اتباع اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی منہیات سے اجتناب ہو جائے۔

(۲) اور ہر شے کی اصل یہ ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے پھر علم کے مطابق اس پر عمل کیا جائے اور تقویٰ اختیار کر کے محرمات سے اجتناب کیا جائے۔

(۳) یہ جو عوام و اکابر صوفیہ کی زبانوں پر فقر فقر چڑھا ہوا ہے، یہ زہد فی الدنیا ہے اور زہد فی الدنیا علم شرعی سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا زہد فی الدنیا بالعلم کا نام ہے اور یہی فقر ہے۔ نتیجہ معلوم ہو گیا کہ فقر بھی فروعات علم میں سے ایک فرع ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اور علم و عمل بالعلم کے سوا دہاں کوئی ایسا راستہ بھی موجود نہیں جو زیادہ مُوْصِلْ اِلَی الْفَقْر ہو، جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہوتا ہے۔

(۴) نیز اس کا قول ہے کہ جو فقر اکثر اہل الزہاد کے نزدیک معروف و مشہور اور عصرِ موجودہ میں رائج ہے اور خاص قسم کی شکل و صورت، مخصوص الفاظ اور معتاد اصطلاحات کا مجموعہ ہے، رضائے خدا و رسول ﷺ کے سراسر خلاف ہے۔

کیا واقعی یہی معاملہ ہے جو اس نے کہا یا اس کے برعکس ہے؟ اَفْتُوْنَا مَاجُوْرِیْنَ۔

جواب:...... الحمدللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتباعِ کتاب و سنت:

اس مسئلہ کا اصل الاصول یہ ہے کہ کتاب و سنت میں جو الفاظ مثلاً ایمان، نیکی و تقویٰ صدق و عدل و احسان، صبر و شکر، توکل اور خوف و رجا وغیرہ جو قلب و بدن سے محبتِ خدا اور رسول ﷺ کے ذکر پر مشتمل ہوں وارد ہوئے ہیں، ان کے مدلولات کی اتباع کرنا ہم پر واجب ہے۔

وصول الی اللہ کی شاہراہ:

یہ وہ امور ہیں جن کی بجا آوری خدا اور رسول خدا ﷺ کو پسند ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ و رسول ﷺ کی منہیات مثلاً کفر و نفاق، جھوٹ، معصیت، ظلم و عدوان، جزع و فزع، حرص، شرک، بخل، بزدلی، قساوتِ قلب، غدر، قطع رحمی وغیرہ کا ترک کرنا بھی لازم ہے۔

صراطِ مستقیم اور مسلمان کا فرض:

لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پورے غور و فکر کے ساتھ اوامرِ خدا اور رسول ﷺ کو بجا لائے اور جن سے منع فرمایا ہے انہیں بالکل ترک کر دے۔ یہی طریق الٰہی ہے، یہی سبیل اللہ ہے، یہی دینِ الٰہی ہے اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جو خدا کے انعام یافتہ لوگوں مثلاً انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا راستہ ہے۔

علم شرعی و عملِ شرعی کی ضرورت:

یہ صراط مستقیم علم شرعی و عملِ شرعی پر مشتمل ہے، لہٰذا جو شخص علم تو حاصل کر لے مگر اس پر عامل نہ ہو وہ فاجر و بدکار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو علم حاصل کیے بغیر عمل کرنے لگ جائے یقیناً وہ گمراہ ہے (یعنی عالم بے عمل اور عامل و جاہل دونوں گمراہ و بدکار ہیں)۔ حالانکہ اللہ سبحانہ سے ہمیں یوں کہنے کا ارشاد ہوا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ (الفاتحہ : ۶،۵)

''خدایا! ہمیں صراط مستقیم کی رہنمائی فرما، ان بزرگوں کا راستہ جن کو تو نے اپنے انعامات سے نوازا۔ ان لوگوں کا نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا، نہ ان کا جو راہِ راست سے بھٹک گئے۔''

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْیَهُوْدُ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى الضَّآلُّوْنَ .))

''مغضوب علیهم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کیوں مغضوب و ضالین ہیں؟:

یہود اس لیے مغضوب علیهم ہیں کہ حق کو پہچان کر اس پر عمل نہ کیا اور نصاریٰ اس وجہ سے ضالین ہیں کہ بے علم جاہل رہ کر خدا کی عبادت کی۔

بدعمل عالم اور جاہل صوفی:

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے فرمایا کہ عالم بے عمل اور عابد جاہل کے فتنہ سے بچو کہ ان کا فتنہ ہر مفتون کے لیے فتنہ کا موجب ہے۔

علماء بگڑ کر یہود اور زاہد بگڑ کر عیسائیت پرست بنتا ہے:

نیز سلف صالحین کا مقولہ ہے کہ علماء میں سے کوئی خراب ہو جائے تو اس میں تشبہ بالیہود پایا جاتا ہے۔ اگر عابدوں میں سے کوئی بگڑ جائے تو اس میں تشبہ بالنصاریٰ ہوتا ہے۔

علم و عبادت میں اہلِ بدعت کی روش:

لہٰذا جو شخص عمل مامور بہ کو چھوڑ کر محض علم تحصیل کی دعوت دے وہ گمراہ ہے۔ ان دونوں سے بڑھ کر وہ شخص زیادہ گمراہ ہے جو علم میں اہل بدعت کی روش اختیار کر کے ایسے امور کا متبع ہو جو کتاب و سنت کے سراسر خلاف ہیں۔ یہ (بے چارہ) انہیں علوم خیال کرتا ہے حالانکہ یہ سب کے سب جہالات ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علیٰ ہذا القیاس! جو شخص عبادت میں اہل بدعت کا طریقہ اختیار کر کے ایسے افعال کا مرتکب ہو جو اعمالِ مشروعہ کے سراسر مخالف ہیں وہ بھی گمراہ ہے۔ یہ شخص انہیں عبادات سمجھتا ہے حالانکہ یہ تمام کی تمام ضلالت ہیں۔

علمِ شرعی کی ضرورت و اہمیت:

یہ دونوں صورتیں شرع شریف سے منحرف نام نہاد فقہاء و فقراء میں اکثر جمع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے بعض تحصیل علم کی تو دعوت دیتے ہیں مگر دعوتِ عمل کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے اور بعض عمل کی ترغیب دیتے ہیں مگر تحصیل علم کے لیے دعوت دینا ضروری خیال نہیں کرتے ہیں۔ ان کی اس دعوت میں بے شمار مخالفِ شریعت بدعات موجود ہوتی ہیں اور طریقِ الٰہی کی تکمیل علم و عمل دونوں سے ہی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ دونوں بالکل موافق شریعت ہوں۔

گمراہ صوفی اور گمراہ عقیدہ:

طریقہ فقر و تصوف و زہد و عبادت کا سالک اگر موافق شرع علم کے مسلک اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ صراطِ مستقیم سے گمراہ ہے اور اس کا مفسدہ اس کی اصلاحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس! سالک فقہ و علم و نظر و کلام، اگر متبعِ شریعت اور عامل بالعلم نہ ہو تو وہ فاسق و فاجر اور صراطِ مستقیم سے بعید ہوگا۔

یہ ہے وہ اصول جس پر اعتماد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جاہلانہ تعصب:

رہا تعصب تو ہدایتِ الٰہیہ کے بغیر کسی امر میں تعصب کرنا فعلِ جاہلیت ہے اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ہدایتِ الٰہیہ کو چھوڑ کر ہوائے نفس کا پیرو بن جائے۔

فقر و غنا کی صحیح تعریف:

اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب و سنت میں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے کلام میں لفظ فقر سے نفس طریق الٰہی، فعلِ مامورات و ترکِ محظورات، اخلاقِ محمودہ وغیرہ مراد نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک فقر وہ تھا جو غنا کی ضد (الٹ) ہے۔ فقراء وہ ہیں جنہیں خداوند تعالیٰ نے اپنے مندرجہ ذیل ارشادات میں بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

"مالِ زکوٰۃ فقراء و مساکین کے لیے ہے۔"

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: ٢٧٣)

"مالِ خیرات ان فقیروں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں مشغول ہونے کے باعث کسبِ معاش سے معذور ہو گئے ہیں۔"

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾ (الحشر: ٨)

"(مالِ فے) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھر بار سے نکال دیے گئے۔"

اور غنی وہ ہے جسے زکوٰۃ لینا حرام ہو، یا جس پر زکوٰۃ واجب ہو، علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن چونکہ زہد اختیاری و بے اختیاری میں فقر کا شائبہ بھی تھا کیونکہ بے اختیار و غیر قادر ہونا بھی عصمت کی ایک قسم ہے اور متاخرین نے بھی بسا اوقات معنی زہد کو فقر سے مقرون فرمایا ہے اور زہد بعض اوقات غنا اور بعض اوقات فقر کے ساتھ بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھئے اکثر صحابہ و سابقین اولین غنی ہونے کے باوجود زاہد بھی تھے۔

زُہدِ مشروع و غیر مشروع:

زُہد مشروع یہ ہے کہ جو چیز قیامت میں بے سود و غیر نافع ہو اسے ترک کر دیا جائے۔ ہر اس چیز کا ترک کر دینا جو اطاعت الٰہی پر انسان کی معاون و مددگار ہو سکتی ہو، زہد مشروع نہیں بلکہ طاعتِ خدا و رسول ﷺ سے توجہ ہٹانے والی یعنی فضولیات کا ترک کرنا ہی جائز و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشروع ہے۔

صوفی کی وجہ تسمیہ:

علیٰ ہذا القیاس! دوسری صدی کے آغاز میں لوگ (فقراء کو) لفظ ''صوفی'' سے تعبیر کرنے لگ گئے کیونکہ زہاد عموماً صوف پہنتے تھے۔ بعض نے ان کی نسبت ''صفہ'' یا ''صفاء'' یا ''صف اول'' یا ''صوفہ بن مر بن اد بن طانجہ'' یا ''صوفۃ القفا'' کی طرف کی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ساتواں رسالہ:

اَلْوَصِيَّةُ الصُّغْرٰى

سوال: ...... امام ابو العاصم قاسم بن یوسف بن محمد سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد فقیہ و امام، عالم و فاضل، بقیۃ السلف، قدوۃ الخلف، علم و معرفت کے عجیب و غریب رموز و اسرار کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنے والے اور بلادِ مشرق و مغرب کے میرے تمام ملاقاتیوں سے سب سے بڑے علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ (خدا تعالیٰ ہم پر ہمیشہ ان کی برکات جاری و ساری رکھے) سے درخواست کی کہ ازرہِ کرم

(۱) مجھے ایسے امر کی وصیت فرمائیں جس سے میرے دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں۔

(۲) علمِ حدیث کے متعلق مجھے ایسی کتاب کی طرف رہنمائی فرمائیں جس پر پورا پورا اعتماد ہو۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر علومِ شرعیہ کے متعلق بھی اسی طرح رہنمائی فرمائیں۔

(۳) اور ایسے علم کا پتہ دیں جو ادائے فرض و واجبات کے بعد تمام اعمالِ صالحہ پر فوقیت رکھتا ہو۔

(۴) جو کسب و کاروبار میرے لیے تمام ذرائعِ معاش پر ترجیح رکھتا ہو، بیان فرمائیں۔ مختصراً بطور اشارات جواب کافی ہے۔ طوالت کی ضرورت نہیں۔ عزوجل آپ کو ہر بلا سے محفوظ و مصئون رکھے۔

والسلام الكريم عليه و رحمة الله وبركاته .

جواب: ...... شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے یوں جواب دیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ . سب سے پہلی چیز یعنی وصیت کا جواب یہ ہے کہ وصیت کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کے لیے میری دانست میں خدا اور رسول ﷺ کی وصیت سے زیادہ فائدہ مند اور نافع تر کوئی وصیت نہیں ہو سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصیتِ الٰہی:

وصیت خداوندی تو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے کہ:

﴿وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (النساء: ۱۳۱)

''ہم نے گزشتہ اہل کتاب کو نیز تمہیں بھی یہی کہا تھا کہ اللہ کی ناراضی سے ڈرتے رہنا۔''

وصیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت وہ ہے جو آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمائی تھی کہ:

((يَا مُعَاذُ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.))

''معاذ! جہاں بھی ہو، خدا سے ڈرتے رہنا اور برائی صادر ہو تو فوراً نیکی کرنا کہ برائی کو مٹا دے اور لوگوں سے حسنِ خلق سے پیش آنا۔''

فضائل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

اور معاذ رضی اللہ عنہ کوئی معمولی ہستی نہ تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے ان کے ساتھ اپنی محبت کا ان الفاظِ مبارکہ میں اظہار فرمایا:

((يَا مُعَاذُ! وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ.))

''معاذ! خدا کی قسم مجھے تیرے ساتھ بڑی محبت ہے۔''

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تو حضرت معاذ کو اپنے پیچھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوار کر لیا کرتے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسائلِ حلال و حرام میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تمام امتِ محمدیہ سے بڑھ کر عالم ہیں اور قیامت کے دن تمام علماء سے ایک قدم آگے ہوں گے۔ 9
انہی فضائل کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اہل یمن کی طرف اپنا خاص مبلغ و داعی، فقیہ و مفتی اور حاکم بنا کر بھیجا اور بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے۔ جنہیں خدائے عزوجل نے اپنے کلام پاک میں خلیل اللہ اور امام الناس کے القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دینے کی غرض سے ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا﴾ کے بجائے قدرے تصرف سے یوں فرماتے:

((إِنَّ مُعَاذًا كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ .))

"بلاشبہ معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں جو محض خدا کے ہو چکے ہیں اور جماعت مشرکین سے نہیں ہیں۔"

وصیتِ جامع:

پھر اس قدر فضائل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ خاص وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ ایک جامع وصیت ہے، اور فی الواقع کسی عقلمند کو اس کی جامعیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں کہ یہ وصیتِ قرآنیہ کی تفسیر بھی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوبی ہو سکتی ہے؟

وجوہاتِ جامعیت:

باقی رہی اس کی جامعیت، تو اس کے دلائل کو یوں سمجھ لیجیے کہ انسان کے ذمے دو حق ہیں: (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ پھر ان حقوق میں وقتاً فوقتاً کسی خلل اور نقصان کا واقع ہو جانا لازمی چیز ہے، جو کبھی کسی امر کے ترک اور کبھی کسی امرِ ممنوعہ کے ارتکاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع کلمہ ارشاد فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ .))

''ہر جگہ اللہ کے تقویٰ کو ملحوظ رکھنا۔''

لفظ ((حَیْثُمَا کُنْتَ)) کا استعمال اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انسان پوشیدہ اور ظاہر ہر حالت میں تقویٰ کا محتاج ہے۔

پھر فرمایا: ((اِتَّقِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا)) یعنی برائی صادر ہونے پر اس کو مٹانے کے لیے فوراً نیکی کرنا۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ جب مریض کوئی مضر چیز کھا لیتا ہے تو طبیب اسے اس کے مصلح کے استعمال کا حکم دیتا ہے۔ چونکہ انسان سے گناہ صادر ہونا بھی حتمی چیز ہے اس لیے دانش مند انسان ہر وقت نیکیوں کی کوشش کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام برائیوں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

حدیث مذکورہ میں لفظ ((سَیِّئَة)) مفعول ہونے کے باوجود اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ یہاں نیکی کرنا مقصود نہیں بلکہ نیکی کے ذریعے سے برائی کا مٹانا مقصود ہے۔ لہٰذا یہ قول بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی طرح ہے کہ:

((صُبُّوْا عَلٰی بَوْلِهٖ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ .))

''اس شخص کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو۔''

(یہاں پانی گرانا مقصود نہیں، بلکہ ازالۂ نجاست مقصود ہے۔)

مغفرتِ ذنوب کے لیے کون سے اعمال کی ضرورت ہے؟

اور برائیوں کو مٹانے کے لیے اسی جنس کی نیکیوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ہم جنسیت کے باعث وہ زیادہ مؤثر و کارگر ثابت ہوتی ہیں۔

اور گناہوں کا نتیجہ و انجام یعنی عذابِ الٰہی مندرجہ ذیل چیزوں سے زائل ہو جاتا ہے:

۱۔ توبہ:

یعنی گزشتہ گناہوں سے نادم اور پشیمان ہو کر بیزاری کا اظہار کرنا اور آئندہ کے لیے عملاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کے ترک کا ثبوت پیش کرنا۔

۲۔ استغفارِ محض:

استغفار بلا توبہ یعنی زبان و دل کے ساتھ خدا سے معافی کا طالب ہونا، خواہ شرائطِ توبہ مفقود ہوں کیونکہ بعض دفعہ خدا تعالیٰ انسان کی دعا قبول فرما کر درگزر کر دیتے ہیں، اگر عملاً اس نے توبہ کا پختہ ثبوت بہم نہ پہنچایا ہو۔ ہاں جس شخص میں توبہ و استغفار دونوں صفات جمع ہو جائیں، مثلاً معافی کا طالب بھی ہو اور گناہوں سے بھی عملاً باز آ جائے، تو یہ درجۂ کمال ہے۔

اعمالِ صالحہ یا کفارات:

اعمالِ صالحہ جن سے تمام گناہ محو ہو جاتے ہیں انہی کا دوسرا نام کفارات بھی ہے۔ اور یہ کفارات دو قسم کے ہیں:

(ا) کفاراتِ مقدرہ:

یعنی وہ اعمال جن کی مقدار شرع شریف نے معین فرما دی ہے۔ مثلاً

(ا)...... صیامِ رمضان کی حالت میں جماع کرنے والے کا کفارہ

(ب)...... کفارۂ ظہار، یعنی اپنی منکوحہ بیوی کو اپنی ماں بہن وغیرہ محرمہ عورت سے تشبیہ دینے والے کا کفارہ۔

(ج)...... کفاراتِ حج، مثلاً حج کے بعض ممنوعات کا مرتکب، یا حج کے بعض واجبات کا تارک، یا احرام کی حالت میں شکار کرنے والے پر جو کفارات لازم آتے ہیں ان تمام کی مقدار معین ہے، اور یہ چار قسم کے ہیں:

(۱)...... اونٹ وغیرہ کی قربانی کرنا۔

(۲)...... غلام آزاد کرنا۔

(۳)...... صدقہ دینا۔

(٤)...... روزے رکھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۲) کفّارات مطلقہ:

یعنی وہ اعمال صالحہ جن کی شرع شریف نے کوئی تحدید مقرر نہیں فرمائی جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَا لَهٗ وَدَوْلَتِهٖ يُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَصِيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ الْمُنْكَرِ .))

''انسان جب اپنے اہل وعیال اور مال و اولاد کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو نماز، روزہ، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا کفارہ بن جاتے ہیں۔''

اور اس بات پر آیاتِ قرآنیہ اور وہ احادیثِ صحیحہ پوری طرح دلالت کرتی ہے جن میں ذکر آیا ہے کہ پانچوں نمازیں، جمعہ، روزے، حج اور دیگر وہ اعمال جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ:

((مَنْ قَالَ كَذَا وَعَمِلَ كَذَا غُفِرَلَهٗ اَوْ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .))

''جو شخص یہ کلمہ کہے، یا عمل کرے، اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور اس قسم کے اعمال سنن و فضائلِ اعمال کی کتابوں میں متلاشی کو بہت کثرت سے ملیں گے۔

رسوم جاہلیت اور خصائلِ یہود و نصاریٰ:

انسان کو مذکورہ اعمالِ مکفرہ کی جانب پوری توجہ مبذول کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ آدمی جب زمانہ بلوغت کے مجنونانہ دور سے گزر رہا ہوتا ہے تو قسم قسم کی ناشائستہ حرکات کے ارتکاب کے باعث ان کے کفاراتِ یعنی توبہ و استغفار اور اعمالِ صالحہ وغیرہ کی از حد ضرورت ہوتی ہے، خصوصا موجودہ دور، اور اسی قسم کے دوسرے زمانہ ہائے فترت میں جبکہ وحی رسالت کا سلسلہ منقطع ہونے کے باعث چند وجوہات سے ایام جاہلیت کا پورا پورا تجبہ موجود ہوتا ہے جبکہ اہلِ علم و متدین بزرگوں کے ماحول میں تربیت پانے والا شخص بھی امورِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جاہلیت کی نجاستوں سے آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تو اس بے چارے کی کیا حالت ہوگی جسے دیندار لوگوں کی صحبت تک میسر نہیں۔

استشہاد بالحدیث:

صحیحین میں بروایت ابی سعید رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا حُجْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ؟.))

”تم گزشتہ قوموں کے طریقوں کی اس طرح پیروی و برابری کرو گے جیسے نیزے کا ایک پر دوسرے پر کے برابر کاٹ کر بنالیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ (سوسمار) کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہو کر رہو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا گزشتہ قوموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا: یہ نہیں تو اور کون؟“

تصدیقِ قرآنی:

اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے:

﴿فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا﴾ (التوبة: ٦٩)

”تم نے بھی اپنے حصہ سے ایسے ہی فائدہ اٹھایا جیسا کہ گزشتہ لوگوں نے، اور تم بھی اسی طرح بحث و جدال میں لگ گئے جیسا کہ تم سے پہلوں نے بحث کی۔“

اور اس کے مزید شواہد حسن و صحیح احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔

دینداروں میں یہودیت ونصرانیت:

اور بعض دفعہ تو یہ جاہلانہ رسومات ان دینداروں میں بھی سرایت کر جاتی ہیں جنہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خواص میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ اور دیگر بزرگانِ سلف کا قول ہے کہ اہل علم یہود کی بہت سی باتوں میں اور اہلِ دین نصاریٰ کی اکثر باتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جو شخص دین اسلام جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، کی حقیقت کو بخوبی سمجھتا ہے، اور اسے عوام کی حالت پر منطبق کرنا چاہتا ہو، اسے صاف صاف معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام بہت سے علمی اور دینی امور میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

بچاؤ کی تدبیر:

جب یہ اس قدر نازک معاملہ ہے تو ایک ایسے شخص کے لیے خدائے قدوس کی جانب سے انشراحِ صدر حاصل ہونے پر اس کی عطا کردہ بصیرت پر قائم و دائم اور جاہلیت کی موت مر کر علم کی زندگی حاصل کر کے ہدایتِ الٰہیہ کی نورانی مشعل لے کر اہل دنیا میں چلتا پھرتا ہو، اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کی جاہلانہ رسوم و عادات کو ملاحظہ کرے نیز دونوں گزشتہ امتوں مغضوب علیھم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کی افراط و تفریط کی جانچ پڑتال کرے۔ پڑتال کرنے پر وہ خود کو بھی یہودیت و نصرانیت کی بعض عادات میں مبتلا پائے گا۔

دو مفید چیزیں:

اس کے علاج کے لیے دو ایسی چیزیں ہیں جو خواص و عوام کے لیے تمام چیزوں سے بڑھ کر ازحد نافع ہیں۔

مہلکات کا علم:

یعنی ان امور کی واقفیت حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے نفوسِ انسانی ان مہلک چیزوں سے نجات حاصل کر سکیں، اور وہ یہ ہے کہ گناہ صادر ہوتے ہی فوراً نیک عمل کر لیا جائے۔ نیک عمل سے مراد وہ اعمال، اخلاق اور اوصاف ہیں جن کا حکم خدائے عز وجل نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ صدق ترجمان سے دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختیارِ مصائب و کفارات:

نتیجہ معصیت یعنی عذابِ الٰہی کو دور کرنے والی چیزوں میں سے ایک وہ مصائب اور تکالیف بھی ہیں، جو انسان کی برائیوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں۔ مفہوم مصائب میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن سے انسان کسی قسم کی تکلیف محسوس کرتا ہو۔ مثلاً فکر، رنج و غم، نقصانِ مال، بے آبروئی اور جسمانی تکالیف وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں انسان کے اپنے اختیار میں نہیں کہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی غرض سے خواہ مخواہ خود کو رنج والم میں مبتلا کر دے۔ بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کفاراتِ شرعیہ میں سے کوئی چیز اختیار کر لے۔

رسولِ خدا ﷺ جب یہ دو کلمے: ((اِتَّقِ اللّٰهِ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ)) ارشاد فرما کر حقوق اللہ کو بدیں صورت واضح فرما چکے کہ پہلے جملہ میں عملِ صالح اور دوسرے میں اصلاحِ فاسد کی تلقین فرمائی تو آگے تیسری بات ((وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)) ارشاد فرما کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی۔

حسن خلق کا خلاصہ:

خلقِ خدا سے حسنِ خلق رکھنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے تعلقات استوار کرنے کے بجائے قطع تعلق کرے تو اس سے میل ملاپ رکھے، اسے السلام علیکم کہے، اس کی عزت افزائی کرے، اسے دعا دے، خدائے غفور رحیم سے اس کے حق میں دعائے مغفرت کرے، اس کے محاسن و خوبیاں بیان کرے، اس سے ملاقات کرتا رہے، اور جو شخص تجھے مال و دولت، تعلیم و تعلم، غرض کہ کسی قسم کے فائدہ سے محروم کر دے، تو تو اسے ان فوائد سے محروم نہ کرے بلکہ پہلے کی طرح فائدہ پہنچاتا رہے، اور جو شخص مال و جان اور عزت و آبرو کے متعلق تجھ سے ظلم و تعدی سے پیش آئے، اسے کمال بلند حوصلگی کے ساتھ معاف کر دے اور درگزر کرے۔

ان میں سے بعض احکام واجب اور بعض مستحب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلق عظیم کی تفسیر:

رہی خلق عظیم کی تفسیر جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر، رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کو متصف فرمایا ہے، تو اس سے مراد دین کامل ہے، جو مطلقاً تمام اوامر الٰہیہ پر مشتمل ہے۔ مجاہد وغیرہ مفسرین رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور یہی قرآن کریم کا مدعا و مقصود ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن)) ''آنحضرت ﷺ کا خلق قرآن کریم تھا۔'' اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبوب و پسندیدہ چیزوں کو بطیب خاطر پورے انشراحِ صدر کے ساتھ ادا کرنے میں جلدی کرے اور سعی و کوشش بجالائے۔

تقویٰ کی دو قسمیں

ا۔ اوامر و نواہی:

باقی رہا یہ بیان کہ یہ تمام چیزیں وصیت اللہ یعنی ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ میں داخل ہیں، اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ لفظ تقویٰ تمام اوامرِ الٰہیہ کو خواہ وہ امر واجب ہو یا مستحب، اور تمام نواہی کو خواہ وہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی، سب کو جامع ہے اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر مشتمل ہے۔

۲۔ خشیت الٰہی:

لیکن چونکہ تقویٰ سے بعض دفعہ عذاب الٰہی سے ڈرنا مراد لیا جاتا ہے جو حرام کاموں سے رکنے کا باعث ہوتا ہے، اس لیے حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ میں اس کی پوری تفسیر کر دی گئی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس سنن ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے جس کا مفہوم پہلی سے وسیع تر ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

((قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَقِيْلَ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ .))

"دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! کون سی چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں پہنچائے گی؟ فرمایا اللہ کا تقویٰ اور حسنِ خلق۔ پھر عرض کیا گیا: کون سی چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو جہنم رسید کرے گی؟ فرمایا: دو کھوکھلی چیزیں (۱) منہ جس سے حرام کھا کر، کلماتِ کفر و شرک کہہ کر، جھوٹ چغلی وغیرہ کر کے آدمی دوزخی ہو سکتا ہے۔ (۲) فرج جو زنا وغیرہ کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔"

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً .))

"رسول خدا ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ کامل الایمان وہی شخص ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے کمالِ ایمان کی علامت واضح فرما دی کہ کمالِ ایمان، حسن خلق کے کمال پر موقوف ہے۔ یعنی جو حسنِ اخلاق میں کامل ہو گا اس کا ایمان بھی کامل ہو گا اور یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ ایمان تمام تر تقویٰ ہے۔

تقویٰ کے اصول و فروع پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں کیونکہ اس میں تو پورا دین داخل ہے۔

اخلاص:

ہاں تمام نیکیوں کا سر چشمہ اور جڑ محض اخلاص فی العبادات ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت و استعانت کو پورے اخلاص کے ساتھ خدا سے اس طرح مخصوص کر دے کہ اپنا قلبی تعلق تمام خلائق و علائق سے بالکلیہ منقطع کر دے۔ نہ ان سے نفع کی توقع رکھے اور نہ ان کی خاطر کسی قسم کا عمل و فعل کرے بلکہ محض رب العزت کو اپنا مقصودِ کلی ٹھہرا کر دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے۔ اسی اخلاص کو باری تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں بیان فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحه: ٤)

”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے امداد طلب کرتے ہیں۔“

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (هود: ١٢٣)

”اسی کی عبادت کیجیے اور اسی پر مکمل توکل واعتماد رکھیے۔“

﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (هود: ٨٨)

”مجھے اسی پر توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔“

﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ﴾ (العنكبوت: ١٧)

”خدا ہی سے رزق طلب کیجیے، اسی کی عبادت کیجیے اور اسی کا شکر بجا لایئے۔“

ذریعہ حصولِ اخلاص:

اس حصولِ اخلاص کا ذریعہ یہ ہے کہ اپنی ہر مطلوب شے میں، خواہ وہ فقر و فاقہ ہو یا کسی چیز کا ڈر یا اس کے سوا کسی قسم کی کوئی حاجت ہو، محض خدائے قدوس کی بارگاہ میں دعا کرے، اور ہر محبوب اور پسندیدہ عمل صرف اسی کی رضا جوئی کے لیے کرے۔ اس طرح کے اخلاص کو مضبوط و محکم کرنے والے شخص میں ایسی بات کا ہونا ناممکن ہے جو اسے عذاب الٰہی میں مبتلا کرے۔

افضل الاعمال بعد الفرائض ذکرِ الٰہی ہے:

رہا یہ سوال کہ ادائے فرائض کے بعد کون سا عمل افضل الاعمال ہے؟ تو اس کا جامع وکلی اور بالتفصیل ہر ایک شق کا جواب دینا تو ناممکن ہے جس سے ہر شخص کے حق میں افضل الاعمال کی تعیین کی جا سکے کیونکہ قدرت و طاقت اور مناسبت اوقات کے لحاظ سے لوگوں کے اوقات بھی مختلف ہوتے ہیں، اس لیے افضل الاعمال بھی ان کے حق میں مختلف ہوں گے۔ تاہم مجملاً جو جواب دیا جا سکتا ہے اور جس پر خدا تعالیٰ اور اس کے احکام کا علم رکھنے والے لوگوں کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اتفاق ہے، یہ ہے کہ ہر حالت میں ذکر الٰہی پر ملازمت و مداومت کی جائے۔ یہ ایسا افضل ترین عمل ہے جس کے ساتھ انسان اپنے نفس کو مشغول رکھ سکتا ہے۔

تائید بالحدیث:

اس کی تائید میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلم میں حدیث ہے کہ:

((سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنِ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالَ اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَّالذَّاكِرَاتِ .))

"مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں؟ فرمایا خدا کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔"

تائید مزید:

ابوداؤد میں بروایت ابو درداء رضی اللہ عنہ مرفوعاً آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ .))

"میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو تمام عملوں سے بہتر، خدا کے ہاں زیادہ پاکیزہ، سب سے زیادہ بلندی درجات کا ذریعہ، اور سونے چاندی جیسی قیمتی چیزوں کے صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہو، نیز جہاد یعنی دشمنانِ اسلام سے مڈبھیڑ ہونے پر قتلِ کفار اور تمہارے شہید ہونے سے بھی بہتر ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں! فرمایا: وہ ذکر اللہ ہے۔"

ذکرِ الٰہی کی فضیلت میں قرآنی و ایمانی دلائل بکثرت موجود ہیں، جو استنباط و استدلال سے تعلق رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذکارِ مسنونہ اور ان کی تین قسمیں

ا۔ اَذْکَارِ رواتب:

یعنی جن کے اوقات مقرر ہیں مثلاً پہلے اور پچھلے پہر سوتے وقت، نیند سے بیدار ہونے پر اور نمازوں کے بعد۔

۲۔ اَذْکَارِ مقیدہ:

یعنی وہ اذکار جو خاص امور مثلاً کھانے، پینے، پہننے، جماع کرنے، گھر، مسجد اور بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے، بارش اور بادل کی گرج وغیرہ کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا دو اقسام کے متعلق عمل الیوم واللیلۃ (یعنی دن رات کے اذکار کے نام سے کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں، ان میں ملاحظہ فرمایے)۔

۳۔ اَذْکَارِ مطلقہ:

یعنی وہ اذکار جو مطلق بلا قید و تعیینِ وقت ہر وقت پڑھے جا سکتے ہیں۔ ان تمام سے ((اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) ہے، البتہ بعض حالات ایسے بھی پیش آ جاتے ہیں کہ دیگر اذکار (مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .)) اس سے افضل ہیں۔

ہر نیک عمل ذکرِ الٰہی میں داخل ہے:

بعد ازیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ بات جو قربِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتی ہے خواہ زبان کا قول ہو یا دل کا تصور، مثلاً تعلیم و تعلّم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، سب ذکرِ الٰہی میں داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص ادائے فرائض کے بعد کسی علمِ نافع (یعنی دین یا دین سے تعلق رکھنے والے علم) کی طلب میں مشغول ہو، یا کسی مجلس و مدرسہ میں بیٹھ کر فقہ پڑھے جسے خدا اور رسول ﷺ نے فقہ کہا ہے، تو یہ بھی ذکرِ الٰہی میں داخل ہے۔ اور اگر افضل الاعمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تعیین میں اس قسم کی وسعت کی جائے تو فکر و تدبر کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس کے متعلق وارد شدہ اقوالِ متقدمین میں کوئی زیادہ اختلاف نہیں۔

افضل الاعمال کی تعیین کے متعلق استخارۂ مسنونہ:

اس کی تعیین میں اگر کسی شخص کو اشتباہ واقع ہو جائے تو اسے استخارۂ شرعیہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنے والا شخص کبھی نادم نہیں ہو سکتا اور بکثرت دعا و استخارہ سے کام لینا چاہیے، کیونکہ وہ ہر خیر و برکت کی کلید ہے۔ نیز جلد بازی کر کے یوں نہ کہنا چاہیے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ اور دعا مانگنے کے لیے اوقاتِ فاضلہ یعنی افضل اوقات کو اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً رات کا آخری حصہ، اذان اور نمازوں کے بعد نزولِ بارش اور اسی قسم کے دوسرے اوقات۔

بہترین کسب توکل علی اللہ ہے

باقی رہا ارجح المکاسب یعنی کون سا عمل سب سے اعلیٰ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی پر بھروسہ، تمام حاجات میں اس پر مکمل اعتماد اور ہر حالت میں اس پر حسنِ ظن رکھنا سب سے بہترین کسب ہے۔

طلبِ رزق کا پہلا اصول:

اس کی صورت یہ ہے کہ رزق کے متعلق جسے فکر دامن گیر ہو، اسے لازم ہے کہ خدا تعالیٰ سے التجا کرے اور محض اسی سے اس کی دعا و درخواست کرے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے:

((يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ.))

"میرے بندو! تم سب کے سب بھوکے ہو، ہاں جسے میں کھلا دوں۔ لہٰذا تم مجھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ تم سب ننگے ہو، ہاں جسے میں کپڑا پہنا دوں۔ لہٰذا تم مجھ ہی سے کپڑا مانگو میں تمہیں دوں گا (یعنی ہر چیز جو مجھ سے مانگو گے میں تمہیں دوں گا)۔"

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَسْأَلُ اَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتّٰى شِسْعَ نَعْلِهِ اِذَا انْقَطَعَ فَاِنَّهُ اِنْ لَمْ مُيَسَّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ .))

"ہر آدمی اپنی تمام حاجات، حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ تک خدا سے مانگے، کیونکہ خدا تعالیٰ میسر نہ فرمائے تو جوتے کا تسمہ تک بھی میسر نہ آئے گا۔"

اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النساء : ٣٢)

"خدا سے اس کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الممتحنة : ١٠)

"جب نماز ہو جائے تو زمین میں چل پھر کر خدا کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔"

یہ آیت اگرچہ جمعہ کے متعلق ہے، تاہم اس کا حکم ہر نماز کے ساتھ قائم ہے۔ غالباً اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان مسجد میں داخل ہوتے وقت:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .))

"خدایا! میرے لیے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھا کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .)) (سنن ابی داؤد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''خدایا! میں تجھ سے تیرا فضل یعنی رزق چاہتا ہوں۔''

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر جو ارشاد فرمایا، اس میں بھی اس کی تلقین ہے۔ فرمایا:

﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ﴾ (العنکبوت: ۱۷)

''خدا سے رزق مانگو، اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔''

اِبْتَغُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر مقتضیِ وجوب ہے۔

الغرض طلبِ رزق میں خدا سے استمداد کرنا اور اسی کے سامنے التجا کرنا بڑا بھاری اصول ہے۔

دوسرا اصول:

طلبِ رزق میں دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ انسان مال کو بالکل بے پروائی و بے دلی سے قبول کرے کہ اس میں برکت ہو۔ ہر وقت اس کی تاک میں نہ لگا رہے، نہ ہی طمع و لالچ سے حاصل کرے بلکہ دل میں اس کی وقعت محض اسی قدر ہونی چاہیے جتنی بیت الخلا کی کہ انسان خوشی سے نہیں بلکہ رفعِ حاجت کے لیے اس کی طرف جانے پر مجبور ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس! تحصیلِ مال میں بھی صرف اتنی کوشش ہونی چاہیے جتنی بیت الخلا کی اصلاح میں ہوتی ہے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں مرفوعاً آیا ہے:

((مَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْيَا اَكْبَرُ هَمِّهٖ شَتَّتَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ وَلَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ وَمَنْ اَصْبَحَ وَالْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ هَمِّهٖ جَمَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ))

''جس کو صبح ہوتے ہی سب سے زیادہ دنیا سمیٹنے کی فکر ہو خدا اس کے جمع شدہ کاموں کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس سے سب سامان و اسباب کو بکھیر دیتا ہے اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دنیا بھی صرف اسی قدر حاصل ہوتی ہے جتنی مقسوم میں مقدر ہو۔ اور جسے صبح ہوتے ہی سب سے بڑھ کر فکرِ آخرت ہو، خدا اس کے تمام پراگندہ کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور اس کا دل ان کی طرف سے غنی و بے پروا کر دیتا ہے، پھر تو ایسا ہوتا ہے کہ دنیا اور اس کے مال و دولت جھک مار کر اس کے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں۔"

ایک بزرگ کا قول:

بعض سلف صالحین کا قول ہے اے انسان! تو دنیا کا محتاج تو ہے مگر اپنے حصہ آخرت کا اس سے کہیں بڑھ کر محتاج ہے۔ لہٰذا اگر اپنے اخروی حصہ کی جانب توجہ مبذول کرنے کی ضرورت سمجھتا ہے تو دنیوی حصہ کو اسی طرح حاصل کر جیسے گزرتے گزرتے راستے میں کوئی چیز آ جائے تو اس کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾

(الذرایات: ٥٦ تا ٥٨)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے (ورنہ) نہ تو میں ان سے روزی کا خواہاں ہوں اور نہ مجھے یہ خواہش ہے کہ مجھے کھلائیں۔ خدا تو خود بڑا رازق اور بہت طاقتوں کا مالک ہے۔"

تعیینِ کسب اور دو مفید باتیں:

باقی رہی کسی خاص کسب کی تعیین، خواہ وہ صنعت و حرفت ہو یا تجارت، فنِ تعمیر ہو یا زراعت، یہ بھی لوگوں کے مختلف حالات کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں۔ (فی الحال) مجھے کوئی ایسا کسب یاد نہیں جو تمام لوگوں کے لیے عموماً یکساں مفید ہو سکے۔

(ا)...... ہاں اگر تلاشِ معاش میں کوئی خاص صورت پیش آ جائے تو اس کے متعلق بارگاہِ عزوجل میں استخارہ کرنا چاہیے جو معلمِ خیر، پیغمبرِ خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے کیونکہ اس میں ایسی برکت ہے، جس کا احاطہ ناممکن ہے۔

(ب)...... دوم یہ کہ جو کام میسر آ جائے وہ اختیار کر لے۔ خواہ مخواہ دوسرے کام میں پڑ کر مفت کی تکلیف نہ اٹھائے الا یہ کہ اس میں کوئی کراہتِ شرعیہ ہو تو اور بات ہے۔

علمِ حدیث و دیگر علوم شرعیہ:

رہا علمِ حدیث و دیگر علوم شرعیہ کے متعلق معتمد علیہ کتاب کا انتخاب، تو یہ باب بھی نہایت وسیع اور مختلف شہروں کے باشندوں کے لحاظ سے مختلف ہے کیونکہ کسی شہر میں ایک شخص کو کسی خاص علم، طریقہ اور مذہب کی کوئی ایسی کتاب میسر ہو جاتی ہے جو دوسرے شہر میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔

علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی علم کہلانے کا حقدار ہے:

ہاں تمام خیر و برکت کی جامع یہ چیز ہے کہ انسان اس علم کی تحصیل کے لیے خدا تعالیٰ سے نصرت و امداد طلب کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور میراث چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ یہی علم علم کہلانے کا حقدار ہے۔

علم کی تین قسمیں:

علاوہ ازیں ہر علم (ا) یا علم تو ہوگا مگر غیر نافع۔ (ب) یا سرے سے علم نہیں ہوگا خواہ اسے علم کے نام سے نامزد کیا جائے۔ (ج) یا اگر فی الواقع وہ علم بھی ہے اور نافع بھی تو یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم موروث میں اس سے بے نیاز کر دینے والی بلکہ اس سے بھی بدرجہا بہتر کوئی نہ کوئی چیز ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم موروث کو چھوڑ کر اس کی جانب توجہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جب اس کی ضرورت ہی نہ رہی تو انسان کی تمام تر جدوجہد یہی ہونی چاہیے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر و نواہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کلام کے مقاصد سمجھے۔ جب اس جدوجہد کے بعد اس کا دل مطمئن ہو جائے کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے تو پھر جس قدر ممکن ہو اس سے سرمو تجاوز و انحراف نہ کرے خواہ وہ حقوق اللہ یعنی بندہ و خدا کے مابین ہوں، یا حقوق العباد یعنی دوسرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے ساتھ۔

رفعِ اشتباہ کے لیے دعا:

اور علم کی ہر شاخ میں ایک ایسے اصل کو مضبوط پکڑنے کی کوشش کرے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہو، اور جب علماء کے مختلف فیہ مسئلہ میں ایسے شکوک و شبہات پڑ جائیں تو بارگاہِ الٰہی میں وہ دعا کرنی چاہیے جو مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا قَامَ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِىْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِىْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .))

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اے جبریل و میکائل و اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب و حاضر کے واقف! تو ہی لوگوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔ جس حق کے متعلق اختلاف کیا جا رہا ہے مجھے اپنے حکم سے اس کی رہنمائی کر کیونکہ تو اپنی حسبِ خواہش جسے چاہتا ہے، صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔"

کیونکہ ایک حدیثِ قدسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِىْ اَهْدِكُمْ .))

"میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، ہاں جسے میں ہدایت کر دوں۔ لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

ہر علم کی کچھ نہ کچھ واقفیت ضروری ہے:

رہا کتب و مصنفین کا بیان، تو خدا نے جنہیں کم و بیش جس قدر میسر فرمایا، اثنائے درس و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذاکرہ میں میرے (ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے) ہاں سن ہی چکے ہیں۔ اس وقت صرف اتنا کہے دیتا ہوں کہ منقسم علی الابواب تصانیف میں صحیح امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے نافع ترین کوئی کتاب نہیں لیکن علم کے تمام اصولوں کو سمجھنے میں تنہا وہ بھی کافی نہیں اور نہ مختلف علوم کے متبحر عالم کا مقصود پورا کرسکتی ہے، کیونکہ اس کے علاوہ دیگر احادیث خصوصاً علم فقہ کے ان مسائل کا علم نہایت ضروری ہے جن کے ساتھ بعض علماء مختص و ممتاز ہیں اور امتِ محمدیہ تو علم کے ہر فن میں پورا پورا حصہ لے چکی ہے جس کا دل خدا تعالیٰ نے نور سے بھر دیا ہے۔

اسے جو بات پہنچتی ہے، اسے اس کے ذریعے سے رہنمائی فرماتا ہے اور جس کا دل اندھا کر دیا ہے اسے جس قدر زیادہ کتابیں میسر ہوتی ہیں اسی قدر اس کی حیرت و ضلالت میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن لبید انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اَوَ لَیْسَتِ التَّوْرٰةُ وَالْاِنْجِیْلُ عِنْدَ الْیَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی فَمَا ذَا تُغْنِیْ عَنْهُمْ.))

"کیا یہود و نصاریٰ کے ہاں توراۃ و انجیل نہیں ہے تو پھر انہیں کیا فائدہ پہنچایا (جب کہ خود انہیں ہدایت کی ضرورت نہیں)۔"

خاتمہ و دعا:

لہٰذا عز و جل سے التجا ہے کہ ہمیں رشد و ہدایت اور اصلاحِ علم و عمل عطا کرے۔ ہمارے دلوں میں وہ چیز القا فرمائے جس میں ہماری ہدایت ہو۔ ہمیں شرورِ نفسانیہ سے محفوظ و مصئون رکھے۔ اور ہدایت کے بعد دل کی کجروی سے بچا کر اپنی بارگاہ سے خاص رحمت نازل فرمائے کیونکہ وہی رحمت عطا فرما سکتا ہے۔

((وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَوَاتُهٗ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُسْلِمِیْنَ.))

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں رسالہ:

دَرَجَاتُ الْیَقِیْنِ

سوال: ...... شیخ الاسلام ابو العباس امام احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ خدائے عز و جل نے کلام اللہ میں جو یقین کے تین مدارج و مقام (حق الیقین، عین الیقین، علم الیقین) بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ہر مقام کے کیا معنی ہیں اور کون سا مقام ان سب میں اعلیٰ و افضل ہے؟

جواب: ....﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

حق الیقین، عین الیقین اور علم الیقین کے متعلق لوگوں کے چند مشہور اقوال ہیں:

علم الیقین:

ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ علم الیقین علم کا وہ درجہ ہے جو کسی کو کسی بات کے سننے، کسی کے بتلانے، ایک چیز کو دوسری جگہ پر قیاس اور غور و فکر کرنے سے حاصل ہو۔

عین الیقین:

وہ درجہ ہے جو کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ و معائنہ کرنے سے حاصل ہو۔

حق الیقین:

اس درجہ کا نام ہے جو کسی چیز کو مشاہدہ کے بعد چھونے، محسوس کرنے، چکھنے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے سے حاصل ہو۔

مثالِ اول:

علم الیقین کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ ایک شخص کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں جگہ شہد ہے تو اس نے صرف اس کی تصدیق کی، یا شہد کے آثار دیکھ کر (مثلاً مکھیوں کا چھتہ وغیرہ دیکھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے) نتیجہ اخذ کر لیا کہ وہاں شہد ہوگا۔

مثالِ دوم:

عین الیقین کی مثال یہ ہے کہ کسی نے شہد کو محض سنا ہی نہیں بلکہ اس کا مشاہدہ و معائنہ بھی کیا ہے۔ یہ مقام پہلے سے اعلیٰ ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايِنْ .))

''سننے والا شخص معائنہ کرنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔''

مثالِ سوم:

حق الیقین کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے شہد کو محض دیکھا ہی نہ ہو بلکہ اسے چکھا ہو اور اس کا مزہ و شیرینی بھی حاصل کر چکا ہو۔ اور ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ علم کا یہ درجہ پہلے درجہ یعنی علم الیقین سے اعلیٰ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عارف لوگوں کی زبان پر جب حق الیقین کا لفظ آتا ہے تو اس سے ذوق و وجدان کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جو انہیں بارگاہِ ایزدی سے حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ .)) (بخاری ومسلم)

''جس شخص میں تین چیزیں ہوتی ہوں تو (یقین جانیے کہ) وہ حلاوتِ ایمان سے بہرہ ور ہو چکا ہے: (اول) وہ شخص جسے خدا و رسول ﷺ تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔ (دوم) جو کسی سے (دنیا کی خاطر نہیں بلکہ) لوجہ اللہ محبت رکھتا ہو۔ (سوم) جو شخص کفر سے نجات پانے (اور قبولِ حق) کے بعد ارتدادِ کفر کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایسا برا جانتا ہو جیسے آگ میں دھکیل دیے جانے کو۔''

نیز آنحضرت محمد ﷺ کا فرمانِ جلالت نشان ہے:

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا.)) (مشکوٰۃ)

''جو شخص خدا کی ربوبیت، دین اسلام کی حقانیت اور محمد ﷺ کی رسالت پر رضامند ہو اس نے ایمان کا مزہ پالیا۔''

حلاوت ایمانی کا وجد ذوق اور مدارج ثلاثہ:

ایمانداروں کو حلاوتِ ایمانی کی جو شیرینی و مزہ حاصل ہوتا ہے، اس میں لوگوں کے تین درجے ہیں:

مثال: ...... کسی شخص کو صرف اسی قدر معلوم ہو کہ وجد و ذوق کیا چیز ہے، مثلاً شیخ نے اسے بتایا کہ ذوق ایک درجہ ہے تو اس نے محض سن کر اسے سچ سمجھا، یا عارف لوگوں نے اپنے متعلق بعض باتوں کی اطلاع دی تو وہ سن کر ان تک پہنچ گیا، یا ان بزرگوں کے احوال کے آثار و علامات (مثلاً کرامات وغیرہ) دیکھیں جن سے ذوق پر دلالت ہوتی ہے۔

دوسرا درجہ:

اس شخص کا ہے جس نے (علم کے بعد) اس کا مشاہدہ و معائنہ بھی کرایا ہو۔

مثالیں:

مثلاً اہلِ معرفت اور اہلِ صدق و یقین کے احوال میں سے ایسے احوال کا مشاہدہ کیا ہو جن سے پتہ چلتا ہو کہ یہ بزرگ صاحب وجد ذوق ہیں تو اس شخص نے اگرچہ فی الحقیقت وجد و ذوق کی حالت نہیں پائی، تاہم ایسی چیز تو دیکھ لی جو اس حالت پر دال ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ اس شخص سے اقرب الی الحقیقہ ہے جس نے اسے دیکھا نہیں، محض اس کی خبر حاصل کی ہے اور کراماتِ اولیاء کو دیکھ کر اس کے وجود کی دلیل پکڑی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسرا درجہ:

یہ ہے کہ کبھی دوسروں سے جس وجد و ذوق کا صرف نام ہی سنا تھا وہ اپنے اندر فی الواقع پالیا ہو۔

ایک بزرگ کا مقولہ:

چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وجد و ذوق کی حالت طاری ہونے پر میری زبان سے یہ الفاظ جاری تھے: جنت میں اہلِ جنت کو اگر یہ حالت نصیب ہو جائے تو یقیناً وہ انتہائی عیش میں ہوں گے۔

مقولہ دیگر:

ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے کہ بعض دفعہ دل پر ایسے حالات طاری ہوتے ہیں کہ فرح و سرور کے باعث وہ رقص کرنے لگ جاتا ہے۔

مقولہ دیگر:

علیٰ ہذا القیاس! ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ شب بیدار لوگوں کو بیداری میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو لہو و لعب میں مشغول رہنے والے تماشائیوں کو بھی اپنی لہو و لعب میں میسر نہیں ہوتی۔

امورِ قیامت و درجاتِ ثلاثہ:

علیٰ ہذا القیاس (اخبارِ قیامت و) امورِ آخرت کے متعلق لوگوں کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ:

یہ ہے کہ امورِ آخرت کا صرف علم ہو، جو انبیائے کرام علیہم السلام کے اطلاع دینے پر یا امورِ آخرت کے وجود پر (عقلی) دلائل قائم ہونے سے حاصل ہوا ہو۔

دوسرا درجہ:

علم کا دوسرا درجہ عالم اخروی میں ہوگا جب کہ یہاں کے شنیدہ وعدہ و وعید، ثواب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وعذاب، جنت اور دوزخ کا مشاہدہ اور معائنہ ہوگا۔

تیسرا درجہ:

اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اہل جنت جنت میں داخل ہو کر عزوجل کے انعام و اکرام سے بہرہ ور ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے آثار کو اپنے وجودِ اجسام میں محسوس کریں گے یا اہلِ جہنم جہنم رسید ہو کر عذابِ الٰہی کا مزہ چکھیں گے۔

امورِ دنیا کے درجاتِ ثلاثہ:

امور دنیا میں بھی لوگوں کے تین درجے ہیں:

ا۔ مثلاً ایک شخص کو بتایا جاتا ہے کہ عشق اسے کہتے ہیں، نکاح اس کا نام ہے، لیکن نہ اسے اس نے دیکھا، نہ اس کی لذت کو محسوس کیا تو اسے صرف اس کا علم ہوا (مشاہدہ نہیں)۔

ب۔ اب اگر اس کا صرف مشاہدہ کرے لیکن لذت سے بہرہ مند نہ ہو تو اس نے محض اُس کا معائنہ کیا۔

ج۔ لیکن بنفسہٖ اگر اس کا مزہ بھی چکھ لے تو اسے اس کا ذوق و تجربہ بھی حاصل ہو گیا۔

اور جسے ایک چیز کا سرے سے ذوق ہی نہیں، وہ اس کی حقیقت سے کب آشنا ہو سکتا ہے؟ الفاظ و عبارت تو محض ایک ذریعہ ہیں جن سے کسی چیز کی صرف مثال دی جا سکتی ہے یا اس کے ذریعہ سے ایک (بعید) چیز کو ذہن کے قریب تر لایا جا سکتا ہے۔ رہی اس کی پوری شناخت، تو وہ محض عبارات و الفاظ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو شخص پہلے سے اسے محسوس کر چکا ہو، یا اس کا ذوق و لطف اٹھا چکا ہو اور بخوبی اس کی شناخت اور تجربہ کر چکا ہو (تو یہ علیحدہ بات ہے)۔

ایسے لوگوں کو اہلِ معرفت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دوسروں کو کسی کے اطلاع دینے یا غور و فکر کرنے سے جس چیز کا صرف علم ہوتا ہے وہ ذاتی تجربہ و ذوق کی بنا پر اس کی حقیقت اور تہ تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حلاوتِ ایمانی

ہرقل شاہِ روم کے تاثرات:

صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل شاہِ روم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو سفیان بن حرب سے مستفسرہ امور میں سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص متنفر و رنجیدہ خاطر ہو کر مرتد تو نہیں ہوتا؟ ابو سفیان نے جواب دیا ''نہیں'' اس پر ہرقل نے کہا:

((وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَتْ بَشَاشَتُهُ الْقَلْبَ لَا يَسْخَطُهُ اَحَدٌ.))

''واقعی حلاوت ایمانی کی تازگی جب دل میں سرایت کر جاتی ہے تو اسے کوئی بھی ناپسند نہیں کرتا۔''

لذتِ ایمان سے عدم نفرت:

غرض کہ ایمان جب دل میں رچ جائے اور اس کی تر و تازگی دل میں پوری طرح سرایت کر جائے تو اس سے نفرت تو درکنار، خود اس سے محبت کرتا ہے، اسے پسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں ایمان کی اس قدر حلاوت ولذت اور خوشی وشادمانی ہوتی ہے کہ اس کے ذوق سے نابلد آدمی کے سامنے اس کی تعبیر ناممکن ہے۔

ذوقِ ایمانی کے مدارج میں لوگ ایک دوسرے سے بالکل متفاوت ہیں۔ جس قدر ذوق ہوگا اسی قدر دل میں پیدا شدہ فرح وسرور کی شگفتگی اور صدق وصلاح اور اطاعت ہوگی اور جب یہ دل میں پختہ طور پر سما جائے تو دل اسے کبھی ناپسند نہیں کرتا۔

شہادتِ قرآنی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (یونس: ٥٨)

''اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ قرآن کریم خدا کا فضل و رحمت ہے اور لوگوں کو اس فضل و رحمتِ الٰہی یعنی قرآنِ حکیم کے حصول سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ یہ دنیوی مال و متاع سے کہیں اعلیٰ ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ﴾ (الرعد: ٣٦)

''اے پیغمبر! جن مسلمانوں کو ہم نے یہ کتاب دی ہے وہ تیری ذات بابرکات پر نازل شدہ سب احکام سے خوش ہوتے ہیں مگر چند ایسے فرقے بھی موجود ہیں جو بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

(التوبة: ١٢٤)

''نزولِ سورت کے وقت منافقین ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ منافقوں کے ایمان میں اضافہ ہوا یا نہیں؟ ایمانداروں کے ایمان میں تو اس سے یقیناً اضافہ ہوا اور وہ زیادتی ایمان پر خوشیاں مناتے ہیں۔''

استبشار اور اس کی وجہ:

اس آیت میں عزوجل نے نزولِ قرآن کے وقت اہلِ ایمان کے مستبشر ہونے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطلاع دی ہے۔ استبشار سے مراد فرح وسرور ہے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت وہ اپنے دل میں ایمان کی لذت وحلاوت اور سرور و بشاشت محسوس کرتے ہیں اور لذت ہمیشہ محبت کے بعد پیدا ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص کسی چیز سے محبت کرنے کے بعد جب اسے پا لیتا ہے تو اسے اس کی لذت بھی حاصل ہوتی ہے۔

ذوق بالفاظ دیگر ادراکِ محبوب یعنی محبوب کو پا لینے کا نام ہی ہے۔

لذتِ ظاہری کی مثال:

یوں سمجھ لیجیے کہ انسان کو پہلے خوراک کی اشتہا و محبت ہوتی ہے۔ جب اسے تناول کرتا ہے تو اس وقت اسے اس کی لذت وحلاوت بھی ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس! نکاح وغیرہ کو سمجھ لیجیے۔

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

محبّتِ کاملہ:

کائناتِ عالم کی محبت ایک طرف اور اہلِ ایمان کی اپنے رب سے محبت ایک جانب ہو، تو کوئی محبت اتنی بڑی، اتنی کامل و مکمل نہ ملے گی جس قدر مومنوں کو اپنے رب العزت سے ہے۔

ہر محبت، محبتِ الٰہی کے تابع ہے:

تمام کائنات میں خدا کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو بذاتہ، بلا واسطہ، ہر حیثیت سے مستحق محبت ہو، عز وجل کے سوا جس کسی سے محبت کی جائے، اس کی محبت محبتِ الٰہی کے تابع اور اسی کے ذریعہ سے ہو گی۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جاتی ہے تو اللہ کی خاطر، آپ کی اطاعت کی جاتی ہے تو محض لوجہ اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جاتا ہے تو محض خدا کی خاطر۔

شہاداتِ کتاب وسنت:

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

(آل عمران: ۳۰)

''اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ اگر خدا کو دوست رکھنا ہے تو میری اتباع کرو کہ خدا بھی تم سے محبت رکھے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے:

((اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِّعْمِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ.))

''خدا سے محبت رکھو کیونکہ اس کی ہزار ہا نعمتیں کھاتے ہو اور مجھ سے محبت رکھو کہ میں محبوب خدا ہوں اور میرے اہل بیت سے بھی محبت رکھو کہ وہ میرے محبوب رشتہ دار ہیں۔''

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبة: ٢٤)

''اے پیغمبر! کہہ دیجیے اگر تمہارے آبا و اجداد، اولاد، فرزند اور برادر، بیویاں، قبیلے، وہ مال جو تمہاری (گاڑھے پسینہ کی) کمائی ہے، وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تمہیں خطرہ ہے، وہ مکان اور محلات جو تمہیں محبوب و پسند ہیں، تمہیں خدا اور رسولِ خدا ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے عزیز تر ہیں تو حکم الٰہی کے آنے تک ذرا صبر و انتظار کرو۔ عز و جل کا دستور ہے کہ وہ بدکار لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ .)) (بخاری ومسلم)

''کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد، اپنے والد بلکہ تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ سمجھے۔''

جامع ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے:

((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ .))

''جو شخص خدا ہی کے لیے محبت کرے، خدا ہی کی خاطر بغض رکھے، خدا ہی کے لیے کچھ دے اور محض خدا کی خاطر روک لے، تو اس نے اپنا ایمان کامل ومکمل کرلیا۔''

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرة: ١٦٥)

''بعض لوگ خدا کے سوا اوروں کو بھی خدا کا شریک بنا کر ان سے وہی محبت رکھتے ہیں جو انہیں خدا سے رکھنی چاہیے تھی۔ لیکن ایمانداروں کو تو سب سے بڑھ کر اپنے خدا سے محبت ہوتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو جس قدر دوسری چیزوں کی، بلکہ ہر محبّ کو اپنے محبوب کی محبت ہوسکتی ہے ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی محبت ہونی چاہیے۔

اس موضوع پر ہم (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) متعدد جگہ بالتفصیل بحث کر چکے ہیں جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

حلاوتِ ایمانی کا منبع:

یہاں صرف اتنا بیان کرنا مقصود ہے کہ ایمانداروں کو جو لذتِ ایمانی نصیب ہوتی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ محبتِ خدا اور رسول ﷺ سے حاصل ہوتی ہے، وہ بھی مقدارِ محبت کے تناسب سے۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس حلاوت کو مشروط بالمحبت ٹھہرا کر فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِيالْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ .))

(بخاری ومسلم)

"جس شخص میں تین چیزیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ پا لیا: (۱) خدا اور رسول ﷺ کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ (۲) کسی سے محض لوجہ اللہ محبت رکھے۔ (۳) قبول اسلام کے بعد ارتداد سے یوں نفرت رکھے جیسے آگ میں جلنے سے نفرت ہوتی ہے۔"

ثمرۂ توحید واخلاص وتوکل ودعا اور درجاتِ ثلاثہ:

توحید، اخلاص، توکل اور صرف خدائے واحد کو پکارنے میں جو فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں اس میں بھی لوگوں کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ:

وہ شخص جو اہلِ حال سے سن کر یا آثار وعلامات سے استدلال کر کے اس چیز کا علم حاصل کرے۔

دوسرا درجہ:

وہ شخص جو صاحبِ حال کے حاصل شدہ احوال کا مشاہدہ ومعائنہ کر چکا ہو۔

تیسرا درجہ:

وہ شخص جو اخلاص، توکل علی اللہ، اللہ سے التجا کرنے، اللہ سے نصرت وامداد چاہنے اور اس کے سوا تمام علائق سے قطعِ تعلق کر کے محض اسی کا ہو رہنے کی حقیقت کو پا چکا ہو۔ ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شخص کو خود اپنی ذات پر تجربہ ہو جاتا ہے کہ جب بھی اس نے مخلوقات سے رشتہ جوڑا، ان سے امید رکھی، حصولِ منفعت و دفعِ مضرت کے لیے ان سے کسی قسم کی امید رکھی، تو اس جانب سے ہمیشہ ذلیل وخوار ہوا اور کوئی مقصد حاصل نہ ہوا، بلکہ کتنی دفعہ ان کی خدمت کی، بعض دفعہ ان پر مال بھی خرچ کیا، کہ مشکل میں کام آئیں گے، مگر کوئی بھی اسے نفع نہ پہنچا سکا۔ خواہ وہ نفع پہنچانے سے خود عاجز وقاصر تھے یا بے اعتنائی و بے پروائی سے کام لیا۔

بہر صورت جب وہ صحیح صدقِ احتیاج کے ساتھ عزوجل کی جانب متوجہ ہوا اور پورے خلوص کے ساتھ اس کے ہاں فریادی ہوا، تو اس نے اس کی دعا قبول فرما کر تمام دکھ درد دور کر دیے اور اپنے وسیع خزانہ رحمت کے دروازے اس کے لیے کھول دیے۔

ایسا شخص توکل و اخلاص لدین اللہ کی حقیقت کا اس قدر مزہ پاتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس! جس شخص کو اطاعتِ الٰہی و رضا مندیٔ خدا کے اخلاص میں جو مزہ حاصل ہوتا ہے، وہ دوسروں کو نہیں ہوتا۔ اسے ایسے حالات محسوس ہوتے اور ایسے نتائج وفوائد حاصل ہوتے ہیں، جو بے اخلاص کو نہیں ہوتے۔

جھوٹی محبت اور اس کا انجام:

بلکہ جو شخص سرداری وتفوق کا طالب، خوبروؤں کا دلدادہ، جمعِ مال کا پرستار، اور دیگر ہر طرح کی ہوا وحرص اور خواہشاتِ نفسانیہ میں گرفتار ہو، وہ ان باتوں میں پڑ کر قسم قسم کے غم و فکر، طرح طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں، گوناگوں دلی تنگی اور دکھوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔

بسا اوقات پریشانیوں سے تنگ آ کر (اس) جھوٹی محبت وخواہشات سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، کہ قدرے آرام میسر ہو جائے، مگر آرام وخوشی کہاں؟ ہمیشہ رنج وغم اور خطرہ وخوف میں مبتلا رہتا ہے، حصولِ مطلب سے پہلے غمگین واندوہ گین اور حصول کے بعد اس کے زوال وانقطاع سے خائف رہتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سچی محبت اور اس کے فوائد و ثمرات:

مگر جو لوگ (اولیاء اللہ) اپنے خدا سے لو لگا لیتے ہیں، وہ ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ و مصئون رہتے ہیں۔ ایسا شخص یا اس مذاق کے دیگر لوگ جب خالص خدا کی اطاعت و عبادت کی شیرینی، ذکر و مناجاتِ الٰہی اور فہم قرآن کی حلاوت کا مزہ پاتے ہیں اور خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے ایسے نیکوکار بن جاتے ہیں کہ ان کا ہر عمل و فعل، صالح اور محض لوجہ اللہ ہوتا ہے تو انہیں وہ لذت و فرح و سرور حاصل ہوتا ہے جو ایک متوکل اور دعا کرنے والے شخص سے، جو اپنی دعا و توکل کے ذریعہ سے دنیاوی نفع کے حصول یا دفعِ ضرر سے بہرہ ور ہو چکا ہوتا ہے، بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا دنیا کا فائدہ و نقصان قلیل و ناپائدار ہے، ویسا ہی حصولِ فائدہ و دفعِ ضرر کی حلاوت بھی ناپائدار ہے اور جس کی خواہشات رضائے الٰہی میں جذب ہو جائیں تو جیسی وہ غیر فانی ہیں ویسے ہی اس کا سرور بھی دوامی و غیر فانی ہے۔ اور یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ دل کے لیے توحید اور عبادتِ الٰہی کے خلوص سے زیادہ نافع اور شرک سے زیادہ نقصان رساں کوئی چیز نہیں۔

لہٰذا جب اس نے اخلاص کی حقیقت کو جو فی الحقیقت ﴿اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کی حقیقت ہے، حاصل کر لیا تو گویا اس نے وہ چیز حاصل کر لی، جس کے حاصل کرنے سے وہ تمام لوگ قاصر رہے جنہوں نے معمولی معمولی چیزیں حاصل کر لیں، مگر اس اعلیٰ مقام تک نہ پہنچ سکے۔ واللہ اعلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ بنام

اِرْشَادُ الْوَرٰی اِلٰی ذَمِّ الْھَوٰی

یعنی

روضۃ الْمُحِبِّیْن باب ۲۹ کا ترجمہ

تالیف

الحافظ العلامہ ابنِ قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

تخلیقِ خواہشات کی ضرورت اور فوائد:

مرغوب و موافقِ طبع چیزوں کی طرف طبیعت کا میلان، خواہش و حرص (ہویٰ) کہلاتا ہے اور بقائے انسانی کے لیے یہ میلان حسبِ ضرورت انسان کو ودیعت کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کھانے پینے اور نکاح کی اسے خواہش و رغبت ہی نہ ہو تو وہ سب سے ہاتھ دھو بیٹھے، لہٰذا خواہش اس کو مرغوب و فائدہ مند چیزوں پر برانگیختہ کرتی رہتی ہے، جیسا کہ غضب و غصہ اسے نقصان رساں چیزوں سے دفاع کا موجب بنتے ہیں۔

خواہشات کی مذمت و مدح:

اس لیے نہ مطلقاً خواہش کی مذمت مناسب ہے نہ مطلقاً مدح و ستائش، جیسا کہ نہ مطلقاً غضب و غصہ کی مذمت مناسب ہے، نہ مطلقاً تعریف و ستائش۔ مذمت اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ دونوں حدِ اعتدال سے متجاوز ہو جائیں اور ان میں افراط پیدا ہو جائے۔ افراط یہ ہے کہ حصولِ نفع اور دفعِ مضرت کے لیے جس قدر خواہش کی ضرورت ہو، اس سے زیادہ استعمال کیا جائے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چونکہ عموماً خواہش پسند، شہوت پرست اور غصہ پرور لوگ حدود اللہ کو پھاند جاتے ہیں، اس لیے شہوت و خواہش اور غصہ کی مطلقاً مذمت کی گئی کیونکہ بسا اوقات اس کا ضرر و نقصان اس قدر عام ہو جاتا ہے کہ کوئی شہوت پرست اور غصہ پرور انسان بھی اس کی لپیٹ سے باہر نہیں رہ سکتا تھا۔

شہوات اور اختلافِ مزاج:

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس طرح مزاج مختلف ہوتے ہیں، ایک مزاج معتدل جو ہر طرح سے معتدل ہو، بہت قلیل و نادر ہوتا ہے، بلکہ ایک نہ ایک خلط و کیفیت اس پر ضرور غالب رہتی ہے، اسی طرح لوگ بھی مختلف نوعیت اور مختلف الاقسام ہوتے ہیں اور ایسے خوش قسمت انسان کم ہی ہوتے ہیں جو غصہ وخواہشِ نفس کے مقام پر پہنچ کر رک جائیں، یا عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں کو اپنی اپنی حدود میں صحیح طور پر استعمال کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

طبیب و ناصح کی مثال:

یہی وجہ ہے کہ جس طرح ایک طبیب کا یہ منشا ہوتا ہے کہ مزاج ہر طرح سے معتدل ہو جائے، اسی طرح ناصح و خیر خواہ کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ قوتِ شہوانیہ وقوتِ غضبیہ ہر طرح سے اعتدال پر آ جائیں، مگر یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جو تمام دنیا میں سے صرف چند افراد میں پایا جا سکتا ہے۔

خواہشات اور کتاب وسنت:

اسی لیے کتاب اللہ میں کوئی مقام ایسا نہیں ملے گا جہاں خواہشات کی مذمت نہ ہو، اور سنتِ رسول و حدیثِ رسول ﷺ میں کوئی جگہ ایسی نہ ملے گی جہاں اس کی برائی موجود نہ ہو، الا یہ کہ اتباعِ نبوی سے مشروط ومقید اور اس کے ماتحت ہو، جیسا کہ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ.))

''جب تک کسی کی تمام خواہشات میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں، وہ مومن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کامل نہیں ہو سکتا۔''

اہل دانش کا قول ہے کہ خواہش ایک خطرناک اور خفیہ دشمن ہے جس سے بے خوف ہونا نادانی ہے۔

ہویٰ کی وجہ تسمیہ:

امام شعبی رحمہ اللہ ''ہویٰ'' کی وجہ تسمیہ میں فرماتے ہیں کہ ''ہویٰ'' کے معنی ہیں گرنا۔ چونکہ خواہشات اہلِ خواہش کو لے گرتی ہیں، اس لیے اسے ہویٰ کہتے ہیں۔

خواہشات کے کرشمے:

خواہشاتِ مطلقہ تو انسان کو ہر وقت ابھارتی اور برانگیختہ کرتی رہتی ہیں، کہ انسان عاقبت اور نتیجہ وانجام کار سوچے سمجھے بغیر لذاتِ حاضرہ سے سرور وحظ اٹھائے اور جس قدر جلد ہو سکے دنیا کی تمام خواہشات سے فائدہ اٹھالے، اگرچہ اسے دنیا وآخرت، دونوں جہانوں میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔

خواہشِ نفسانی اور جرأت ودین وعقل:

خواہشِ نفسانی انسان کو اندھا کر دیتی ہے اور اس کی بصیرت زائل ہو جاتی ہے اور دنیا وآخرت کے انجام اور ان کی تکلیف کو ملاحظہ نہیں کر سکتا اور دین وعقل اور جرأت تینوں نفس کا راستہ روک لیتے ہیں اور جب وہ کسی لذت کا جس کے بعد رنج والم ہو، یا شہوت کا جس کے بعد ندامت وپریشانی ہو، ارادہ کرتا ہے تو اسے منع کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ ایسا مت کر، مگر اطاعت وفرمانبرداری اسی کی ہوتی ہے جو سب پر غالب آجائے۔

خواہش پرستی پر ضد:

دیکھ لیجیے ایک لڑکا وہی کرے گا جو اسے پسند آئے، خواہ وہ فعل کم عقلی کے باعث اسے ہلاک ہی کیوں نہ کر دے۔ ایک بے دین وہی کرے گا جسے وہ چاہتا ہو، خواہ وہ فعل اس کے ضعفِ دینی کے باعث اس کے لیے موجبِ ہلاکت ہی ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک بے مروت انسان اپنے حسب منشا کرے گا خواہ اس کی مروت معدوم اور ختم ہی کیوں نہ ہو جائے، تو کہاں یہ مروت اور کہاں وہ جس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ کی مروت:

اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹھنڈے پانی سے میری مروت خاک میں مل جائے گی تو میں اسے ہرگز نہ پیوں۔

خواہشات اور حاکمِ عقل و دین:

پھر چونکہ تمام بہائم کو نظر انداز کر کے جب ایک مکلفِ خواہشات یعنی انسان کو امتحانِ آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور ہر وقت اور ہر ساعت طرح طرح کے حوادث و مصائب بھی اس پر نازل ہو رہے تھے تو خود اس کے اندر دو حاکم تعینات کر دیے گئے: ایک حاکم عقل، دوم حاکم دین، اور اسے حکم دیا گیا کہ خواہش و ہوائے نفسانی کے تمام حوادث ہمیشہ مذکورہ بالا حکام کی عدالت میں پیش کرتا رہے اور ان کے احکام بجالائے، نیز جن خواہشات کا انجام بہتر اور خطرہ سے خالی ہو، تو اس کے دفاع کی مشق کرتے رہنا چاہیے تاکہ جن کا انجام مصائب و تکلیف سے بھرپور ہو، اس کے ترک واجتناب کی مشق ہو جائے۔

مداومتِ شہوات کا نتیجہ:

عقل مند انسان کو اس نکتہ سے ناواقف رہنا بھی نامناسب ہے کہ دائمی شہوت پرستوں پر آخر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے جس میں کچھ لذت و مزہ نہیں رہتا، اور شہوت رانی ایک پھیکا اور روکھا سا مشغلہ بن کر رہ جاتا ہے، اس کے باوجود ترک نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ ان کے لیے عیش و زندگی کا جز بن چکا ہے، جسے چھوڑنا محال ہے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ ہمیشہ کے شرابی کو اس لذت کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہ ہو گا جو گاہے گاہے پینے والے کو حاصل ہوتا ہے مگر طبیعت چونکہ اس کی عادی ہو چکی ہوتی ہے اس لیے وہ ہاتھ دھو کر اپنے مطالبات کے پیچھے پڑ جاتی ہے اور معتاد چیزوں کے حصول کے لیے جان دھڑ کی بازی تک لگانے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی گریز نہیں کرتی۔ لیکن اس کے دماغ سے اگر خواہشات کا زنگ دور ہو جائے اور شہوات کا حجاب اٹھ جائے تو فوراً اسے معلوم ہو جائے کہ جسے وہ سعادت و نیک بختی خیال کرتا تھا وہ شقاوت و بدبختی کی صورت میں ظاہر ہوئی، جسے فرح وسرور سمجھا تھا وہ مبدل بہ غم ہو گئی، اور جسے لذت تصور کرتا تھا وہ رنج والم بن کر چمٹ گئی۔

اسیر خواہشات کی مثال:

اس کی مثال تو اس پرند کی سی سمجھ لیجیے جو ایک دانے کے لالچ وفریب میں آ کر اسیر دام ہو کر رہ گیا۔ نہ دانہ حاصل ہوا، نہ دام سے رہائی (نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے)۔

کیا خواہشات سے رہائی ممکن ہے؟

ہاں! کوئی بے چارہ مصیبت زدہ انسان خواہشات سے نجات ومخلصی کی راہ دریافت کرے تو جواب دیجیے کہ ہاں! خدا کا فضل وکرم اور توفیق ونصرت شاملِ حال ہو تو مندرجہ ذیل امور کی تعمیل اور بجا آوری کرنے سے نجات ورہائی کی صورت ہو سکتی ہے۔ وَهِیَ هٰذِهٖ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل:

خواہشات سے مخلصی کے پچاس طریقے

۱۔ شریف وغیور انسان کا عزم واستقلال، جو حصولِ فوائد و دفعِ مضرات پر اسے ہر وقت آمادہ و برانگیختہ رکھے۔

۲۔ صبر کا ایک کڑوا گھونٹ، جسے حلق سے اتارتے وقت نفس کو قابو میں رکھا جائے۔

۳۔ طبیعت میں کڑوا گھونٹ پینے کی قوت وشجاعت جس سے پوری جرأت و بہادری کے ساتھ اس کو پی سکے، اور شجاعت تمام تر ایک ساعت کے صبر کا نام ہے۔ بہترین زندگی بھی وہی ہے جو انسان کو صبر سے حاصل ہو۔

۴۔ جرعۂ صبر سے جو شفا و نتیجہ بہتر برآمد ہوگا اس کا تصور۔

۵۔ پیرویِ خواہشات کی تھوڑی سی لذت پر کئی گنا عذاب و تکلیف کا خیال۔

۶۔ خدا و مخلوق کے ہاں اپنی گزشتہ عزت ومنزلت کے بقا اور قیام و دوام رکھنے کا تصور، اور یہ وہ اعلیٰ تصور ہے جو بدرجہا بہتر اور فائدہ مند ہے۔

۷۔ عفت وعصمت کی لذت وحلاوت وعظمت پر معصیت و گناہ کی لذات کو لذتِ عفت پر قربان کردینے کی پوری قوت وصلاحیت موجود ہو۔

۸۔ اپنے خطرناک دشمن پر غلبہ پانے اور اسے بے نیل مرام واپس ہوتے دیکھ کر فرح و سرور پانے کا مادّہ۔

اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے دشمن اور خواہشات کی تذلیل:

خدا تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے غلام و فرمانبردار، اور نیک بندے اس کے دشمنوں سے محبت ونرمی کے بجائے نہایت سختی سے پیش آئیں، ان سے بغض وعداوت رکھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ہر جگہ انہیں ذلیل و رسوا کر کے دم لیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے کتابِ عزیز میں اس حقیقت کو اکثر جگہ بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ (التوبة: ۱۲۰)

''مسلمانوں کے لیے ہر ایسے مقام کی راہ نوردی میں جو کفار کے لیے جل اٹھنے کا موجب ہو اور ہر ایسے مالِ غنیمت میں جو وہ دشمن سے چھین لائے ہوں، ان کے دفتر اعمالِ صالح میں درج کیے جاتے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح: ۲۹)

''تاکہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے سے کفار کو غصہ دلائے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾ (النساء: ۱۰۰)

''جو وطن چھوڑ کر راہِ خدا میں ہجرت کر جائے، خدا تعالیٰ اسے زمین میں بے شمار جاگیر، دولت اور فراخی و وسعت عطا فرمائے گا۔''

((مُرَاغَمًا)) سے مراد وہ مقام ہے جس میں دشمنانِ خدا تعالیٰ کو ذلیل و رسوا کیا جائے اور ان کی خوب خبر لی جائے، اور سچی محبت کی تو علامت یہی ہے کہ محب اپنے محبوب کے دشمنوں سے ہمیشہ بغض و عداوت رکھتا ہے اور انہیں ذلیل و رسوا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔

۹۔ اس بات میں گہرا غور و فکر کہ وہ خواہش پرستی کے لیے پیدا نہیں ہوا، بلکہ کارکنانِ قضا و قدر نے اسے ایک عظیم الشان کام کے لیے تیار کیا ہے، جس کا حصول انکارِ معصیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے سوا ناممکن ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا شعر ہے:

قَدْ هَيَّأُوكَ لِأَمْرٍ لَوْ فَطِنْتَ لَهُ
فَارْبَأْ بِنَفْسِكَ أَنْ تَرْعَىٰ مَعَ الْهَمَلِ

''اربابِ قضا و قدر نے تجھے عظیم الشان کاموں کے لیے پیدا کیا ہے۔ کاش تمہیں عقل ہو تو ردی کاموں اور ردی لوگوں سے اپنے نفس کو بچانے کی کوشش کرو۔''

انسان اور حیوان اور ان کا باہمی تفاوت:

۱۰۔ انسان کو ایسی عادت نہیں اختیار کرنی چاہیے جس کے باعث وہ مقامِ انسانیت سے گر جائے اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو جائے۔ کیونکہ اپنے نفع و نقصان اور مضار و منافع کی تو حیوانوں کو بھی کچھ نہ کچھ تمیز ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ کون سی چیز ہمارے لیے مفید و کار آمد ہے اور کون سی چیز ہمارے لیے غیر مفید و نقصان رساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک نافع اور فائدہ مند چیز کو غیر مفید اور نقصان دہ چیز پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی انسان کو عقل و شعور عطا فرمایا گیا، تو اگر وہ اتنا عقل مند و باشعور ہو کر بھی اپنے فائدہ و نقصان کی شناخت اور نافع و ضار کی تمیز نہ کر سکے، یا تمیز تو کر سکے مگر تمیز کے باوجود نقصان دہ چیز کو ہی پسند اور اختیار کرے تو یقیناً اس کی حالت حیوان سے بھی بدتر ہوگی۔

حیوان سے بدتر ہونے کی دلیل:

اس کی دلیل آپ اس بات سے سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کو انتہائی عیش و خوشی اور بے فکری و بے غمی کے باوجود وہ لذت اور سرور حاصل نہیں ہوتا جو ایک چوپائے اور حیوان کو کھانے پینے اور خواہشِ نفسانی کے پورا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مذبح کو جاتے ہوئے بھی اپنی خواہشات میں بدستور منہمک ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے انجام سے غافل اور اپنی عاقبت سے بے علم ہوتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک انسان کو دیکھیے، وہ اس قدر فوائد و منافع حاصل کر لیتا ہے جو حیوان کو میسر ہونا محال ہیں، کیونکہ انسان کی قوتِ فکریہ کو خواہشات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آلات وذرائع پر پورا پورا کنٹرول ہے۔ تو اگر خواہشاتِ نفسانیہ قابلِ فضیلت چیز ہوتیں تو ایک انسان کو جو تمام دنیا سے برگزیدہ خلاصہ عالم ہے اس میں سے کم حصہ کیوں ملتا اور حیوان وچوپائے کو جو سب سے اخس وکمینہ ہے کیونکر وافر حصہ دیا جاتا؟ حقیقت یہ ہے کہ قضا وقدر نے انسان کے لیے جس قدر خواہشات کا حصہ کم کیا ہے، اسی قدر اسے علم وعقل اور معرفت کا حصہ وافر دے کر خامی کو پورا کر دیا ہے۔

خواہشات پرستی کے بے شمار نقصانات:

۱۱۔ اپنے غور وفکر کو ذرا خواہشات کے عواقب وانجام اور نتیجہ بد کی سیر کروانی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ان کی اطاعت وپیروی کے باعث کس قدر فضائل اور خوبیوں سے ہاتھ دھونا پڑا اور کتنی ہی رذائل اور بد عادتوں میں مبتلا ہونا پڑا، کتنے ہی خسیس وحرام لقمے تھے جو حلال لقموں کے سدراہ ہوئے اور کتنی ہی فانی لذتیں تھیں جن کی بدولت ابدی وغیر فانی لذتوں سے محروم ہونا پڑا، کتنی ہی ایسی شہوتیں تھیں جنہوں نے عزت ووقار کو خاک میں ملا دیا، شان وشوکت برباد کر دی، سر اونچا کرنے کا نہ چھوڑا، تمام دنیا میں رسوا وذلیل کر دیا اور عمر بھر کے لیے بدنام کر دیا اور پھر ان تمام کے بعد ابد الآباد کے لیے ایسی شرم وعار پیچھے لگا دی، جسے برسوں ظاہری پانی سے دھوئیں تو نہ دھل سکے۔ مگر عبرت ونصیحت کہاں؟ خواہش پرست تو اندھا ہو چکا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بے نور اور بصیرت سلب ہو چکی ہوتی ہے۔

خواہشات سے مطلب برآری کے بعد کی حالت:

۱۲۔ عقل مند کو یہ چاہیے کہ یہ تو ایک ناپائدار وفانی چیز ہے، جب مطلب نکل آیا اور غرض پوری ہو گئی تو قصہ ختم، پھر وہ کیا کرے گا؟ علاوہ ازیں یہ بھی خیال کر لینا چاہیے کہ کتنے ہی فائدوں اور نیکیوں سے اسے ہاتھ دھونا پڑے گا اور کتنی مصیبتوں اور برائیوں سے دو چار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ:

www.KitaboSunnat.com

((فَاضِلُ النَّاسِ مَنْ لَّمْ یَرْتَکِبْ سَبَبًا حَتّٰی یَمِیْزَ لِمَا تَجْنِیْ عَوَاقِبُہٗ.))

"سب سے بہتر وہی شخص ہے جو کسی کام کو سوچے سمجھے بغیر اسے ہرگز نہ شروع کرے۔"

غیر کے عیب سے اپنے قصور کی اصلاح:

۱۳۔ پہلے یہی تصور پوری طرح کسی دوسرے کے متعلق کر کے دیکھیے، پھر دوسرے کو ہٹا کر اسی جگہ خود اپنی ذات کو رکھ کر اسے اپنا نشانہ و مطمح نظر بنائے اور اس کے مالہ وما علیہ اس کی ابتدا و انتہا، آغاز و انجام، فوائد و نقصانات کا تصور کر دیکھے، تو ہر چیز اسے شیشہ ہو جائے گی کیونکہ کسی چیز کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کی نظیر و ہم مثل کا ہوتا ہے۔

مطالباتِ نفس پر دین و عقلِ سلیم سے مشورہ:

۱۴۔ مطالباتِ نفس کا پہلے خود مطالعہ کرے پھر ان سب کو اپنے دین و عقلِ سلیم کے سامنے پیش کر کے ان سے رائے دریافت کرے تو دونوں یہی مشورہ دیں گے کہ یہ ردی و فضول اور بالکل بے فائدہ چیز ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انسان کو جب کوئی عورت بھا جائے اور خوبصورت اور پسند لگے، تو اس کی غلاظت و گندگی کے تصور سے اس کا خیال ترک کرے اور یہ قول احمد بن حسین (متنبی) کے اس قول:

((لَوْفَکَّرَ الْعَاشِقُ فِیْ مُنْتَہٰی حَسَبَ الَّذِیْ یَسْبِیْہِ لَمْ یَسْبِہٖ.))

"اسیرِ حسن کو انجامِ حسن کا پتہ چل جائے تو کبھی اس کے دام میں اسیر نہ رہے۔"

سے کئی درجہ بہتر ہے، کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر حالتِ حاضرہ پر ہے اور شاعر کی نگاہ امرِ متاخر پر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پرستارِ خواہشات اور انتہائی بزدلی و بدباطنی:

۱۵۔ خواہشات جیسی خسیس چیز کی اطاعت اور ان کی کفش برداری کی لعنت سے نفس کو ہمیشہ غیرت اور شرم و عار دلاتے رہنا چاہیے کیونکہ جو شخص بھی اپنے ناک میں خواہشاتِ نفس کی نکیل ڈال لے، وہ ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے، پھر خواہش پرست لوگوں کے صولت و دبدبہ، شان و شوکت اور کبر و نخوت کے بھرے میں بھی نہیں آنا چاہیے کیونکہ وہ ایسے بزدل و بدباطن ہوتے ہیں کہ کبر و نخوت کے باوجود ان میں ذلت جیسی متضاد صفت گھر کیے ہوئے موجود ہوتی ہے۔

خواہشات پرستی کے نقصانات کا فوائد سے موازنہ:

۱۶۔ انسان اپنے دین و مذہب، مال و دولت، جاہ و حشمت اور عزت و عظمت جیسے قیمتی جواہرات کی سلامتی کو خسیس سی لذتِ مطلوبہ کے حصول سے موازنہ کر کے دیکھے تو ان میں باہمی ادنیٰ سی نسبت بھی نہیں پائے گا۔ اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی کہ ٹھیکریوں کے عوض اس نے جواہرات جیسی قیمتی چیزوں کو فروخت کر کے کس قدر اپنی بے وقوفی کا ثبوت دیا۔

شیطان کو انسان پر کب امیدیں لگتی ہیں؟:

۱۷۔ شریف آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفس کو اپنے دشمن، خواہش کے ماتحت زندگی بسر کرنے اور اس کی سختیاں سہنے سے ہر دم شرم و عار دلاتا رہے، اور نفس کے اندر غیرت کی ایک آگ سی لگا دے۔ دشمن خواہش کے ماتحت غلامی و لعنت کی زندگی بسر کرنے سے تو زندہ درگور ہو جانا ہی بہتر ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ کبھی شیطان کے قابو میں نہیں آسکے گا۔ کیونکہ شیطان جب انسان کو کمزور ہمت، ضعیف العزیمت، اور مائل بہ خواہشات دیکھتا ہے تو اسے امیدیں لگنے لگتی ہیں اور وہ جھٹ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور لگام دے کر جدھر چاہے دوڑائے پھرتا ہے، مگر جب اس میں عزم و استقلال، قوتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارادہ، شرافتِ نفس اور علوِ ہمت محسوس کرتا ہے تو اس کی امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں اور سامنے نہیں آ سکتا، پھر اگر داؤ چلاتا بھی ہے تو قلیل اور وہ بھی چھپ کر۔

خواہشات کی تشریف آوری اور کل چیزوں کا بگاڑ:

۱۸۔ یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ خواہش جس چیز میں بھی داخل ہوگئی اسے خراب و برباد کر کے چھوڑے گی۔ علم میں داخل ہوئی تو عالم کو بدعتی و گمراہ بنائے گی، اور اسے علماء کی صف سے نکال کر خواہش پرستوں کی صف میں لا کھڑا کرے گی۔ زہد میں داخل ہوئی تو زاہد کو ریاکار و مخالفِ سنت بنائے گی۔ حکم میں داخل ہوئی تو حاکم کو ظالم اور حق و انصاف کا منکر بنائے گی۔ علی ہذا القیاس! تقسیم میں داخل ہوئی تو وہ تقسیم، تقسیمِ عادلانہ نہ ہوگی بلکہ مبنی بر جور ہوگی۔ اسی طرح محکمہ ولایت وعزل میں آ گھسی تو والی امیر کو خدا و رسولﷺ اور اہل اسلام کا غدار و خائن بنائے گی کیونکہ کسی کی معزولی و تقرر کا اسے اختیار ہوگا اور وہ اپنی خواہش کے مطابق جسے چاہے گا، عہدہ عطا کرے گا اور جسے چاہے گا معزول و معطل کر دے گا۔ اسی طرح عبادت کو لے لیجیے۔ جب اس میں خواہشاتِ نفسانی کا قدم رنجہ ہوگا تو وہ عبادت، قرب وطاعت کا موجب نہیں ہوگی بلکہ معصیت و نافرمانی کا باعث ہوگی۔ غرض کہ یہ منحوس جس چیز میں بھی داخل ہوگی، خرابی و فساد اور بربادی کا باعث ہو گی۔

خواہشات اور شیطان کا چور دروازہ:

۱۹۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا داؤ صرف خواہشات کے ذریعے ہی سے چلتا ہے کیونکہ وہ چاروں طرف پھر کر دیکھتا ہے کہ کسی ذریعہ سے اس کے دل پر قابو پا کر اس کے تمام اعمال خراب و برباد کر سکے، مگر وہ تمام دروازے مسدود پاتا ہے، آخر اسے یہی چور دروازہ ملتا ہے جس کے ذریعے سے وہ داخل ہو کر اس میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے بدن میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اتباعِ ہوا واتباعِ رسول ﷺ:

خدا تعالیٰ نے خواہشات کو کلام اللہ اور وحیِ الٰہی کی ضد اور اتباعِ ہویٰ و متابعتِ رسول ﷺ کو مدمقابل ٹھہرایا ہے۔ اس نے لوگوں کو دو قسموں میں منقسم فرما کر ایک فریق کو متبع وحی اور دوسرے کو متبع ہوا قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ تقسیم قرآن حکیم میں آپ کو جا بجا ملے گی، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ﴾

(القصص : ۵۰)

''اگر وہ آپ ﷺ کی اطاعت سے انکار کر دیں تو یقین کیجیے کہ وہ محض اپنی خواہشات ہی کی اتباع کرتے ہیں۔''

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ﴾ (البقرہ: ۱۲۰)

''علم الٰہی کے حصول کے بعد اگر آپ ان کی خواہشات کی جانب توجہ کریں گے تو اللہ کی طرف سے نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔''

علیٰ ہذا القیاس! ایک دو نہیں، ایسی بیسیوں آیات موجود ہیں۔

خسیس ترین حیوان:

۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے خواہش پرستوں کو صورۃً و معنیً خسیس ترین حیوانات سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ کبھی تو کتوں کے مشابہ ٹھہرایا جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَلٰکِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الۡکَلۡبِ﴾

(الاعراف: ۱۷۶)

''لیکن وہ دھرنا مار کر زمین پر بیٹھ رہا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گیا تو اس کی مثال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکتے کی سی ہے۔''

اور کبھی گدھا قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ﴾ (المدثر: ٥٠-٥١)

''وہ ان گدھوں جیسے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔''

حتیٰ کہ بعض دفعہ تو شکلیں تبدیل کر کے بندر و خنزیر اور سور بنا دیا (اعاذنا اللہ)۔

خواہش پرستی اور امامت واطاعت سے معزولی:

۲۲۔ خواہش پرست انسان نہ تو اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، اور نہ امام و پیشوا، اور متبوع بننے کا اہل ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کو عہدۂ امامت سے بھی معزول فرما دیا ہے اور اس کی اطاعت سے بھی منع کر دیا ہے۔ چنانچہ معزولی کا ذکر اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمایا کہ:

﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (البقرہ: ١٢٤)

''میں آپ (ابراہیم) کو لوگوں کا امام و مقتدا بنانا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا میری اولاد کو بھی؟ خدا نے جواب دیا اس عہد سے ظالم لوگ مستثنیٰ ہیں۔''

یعنی میرا یہ وعدۂ امامت ظالموں کے لیے نہیں ہوگا، اور ہر وہ شخص جو اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کا پیروکار ہو وہ ظالم ہے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ:

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الروم: ٢٩)

''بلکہ ظالم لوگ سوچے سمجھے بغیر اندھا دھند اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔''

رہی خواہش پرست کی اطاعت و فرمانبرداری سے نہی، اس کا تذکرہ آیت ذیل میں موجود ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مُرُطًا﴾ (الکھف: ۲۸)

''ایسے شخص کا مت کہا مانیے جس کا دل ذکرِ الٰہی سے غافل ہو چکا ہے اور وہ خواہشات کے پیچھے پڑ کر تمام معاملات میں حدودِ شریعت سے متجاوز ہو گیا ہے۔''

خواہش پرست و بت پرست:

۲۳۔ اللہ عزوجل نے خواہش پرست کو بت پرست کے قائم مقام رکھا ہے، چنانچہ کلام اللہ میں اس نے دو دفعہ یہ الفاظ دہرائے ہیں کہ:

﴿اَرَاءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (الفرقان: ۴۳)

''آپ نے دیکھا نہیں جس نے خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنالیا۔''

حسن رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے منافق شخص مراد ہے جو کسی خواہش کو دیکھ پاتا ہے تو جھٹ اس پر سوار ہوتا ہے۔

نیز آپ کا مقولہ ہے کہ منافق اپنی خواہشات کا غلام و عبد ہوتا ہے۔ جو خواہش بھی اس کے سامنے آئے اسے کر گزرتا ہے اور جب تک اس کا ارتکاب نہ کرے دم نہیں لیتا۔

۲۴۔ خواہشِ نفس، دوزخ کی چار دیواری ہے، جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا ارتکاب کرنا جہنم خریدنا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ .))

''جنت کے اردگرد مصائب و تکالیف اور دوزخ کے چاروں طرف شہوات کی چار دیواری کر دی گئی ہے۔''

نیز جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث آئی ہے کہ:

((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اَرْسَلَ اِلَيْهَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ انْظُرْ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا فَجَاءَ هَا فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لِاَهْلِهَا فِيْهَا فَرَجَعَ اِلَيْهِ وَقَالَ وَعِزَّتِكَ اِلَّا دَخَلَهَا مِنْ عِبَادِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ مِنْ عِبَادِكَ اِلَّا دَخَلَهَا فَاَمَرَبِهَا فَحُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ وَقَالَ اِرْجِعْ اِلَيْهَا فَرَجَعَ فَاِذَا اِرْتَدَ فَحُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ اَذْهَبْ اِلَى النَّارِ فَانْظُرْ اَلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا فَجَاءَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا فَاِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا فَاَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَقَالَ ارْجِعْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَرَجَعَ اِلَيْهَا فَاِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَرَجَعَ اِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَنْجُوْا مِنْهَا اَحَدٌ .))

''خدا نے جب جنت کو تخلیق فرمایا تو معائنہ کے لیے جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ جنت اور اہل جنت کے لیے تیار کردہ نعمتوں کو جا کر ملاحظہ کر آئیں۔ جبریل علیہ السلام گئے اور جنت اور جنت کی تمام چیزوں کو ملاحظہ فرمایا اور واپس تشریف لا کر فرمانے لگے: خدایا! تیرے عزت وجلال کی قسم! اسے تو جو بھی سن پائے گا ضرور داخل ہو کر رہے گا تو اللہ عزوجل نے اس کے چاروں طرف مصائب وتکالیف کی دیوار کھینچ دینے کا حکم صادر فرمایا جس کی فوراً تعمیل ہوئی اور دوبارہ جبریل علیہ السلام کو ملاحظہ کے لیے روانہ فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے دیکھا تو مصائب وتکالیف کی چار دیواری سے گھرا پایا تو آ کر کہنے لگے: خدایا! تیری عزت کی قسم! اب تو مجھے ڈر ہے کہ وہاں کسی ایک کا بھی گزر نہ ہو سکے۔ پھر باری تعالیٰ نے دوزخ اور دوزخیوں کے لیے وہاں کے تیار کردہ عذاب کو دیکھنے کا حکم دیا، تو جبریل علیہ السلام آ کر دیکھتے ہیں کہ آگ کے شعلے باہم لپٹ لپٹ کر ایک دوسرے کو کھائے جا رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واپس لوٹے اور کہنے لگے خدایا! تیری عزت و عظمت کی قسم! وہاں تو کوئی بھی داخل نہ ہوگا۔ تو خدا نے اس کے چاروں طرف شہوات کی چار دیواری کر دی اور فرمایا: دوبارہ ملاحظہ کرو۔ جبریل علیہ السلام گئے تو شہوات سے گھرا پایا۔ واپس تشریف لائے تو کہنے لگے خدایا! اب تو خطرہ ہے کہ اس سے کوئی بھی بچ کر نہ نکلے۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

خواہش پرستی خطرۂ ایمان:

۲۵۔ خواہش پرست کے متعلق سخت خطرہ ہے کہ وہ اپنی بے شعوری میں ایمان و اسلام سے خارج ہو کر کہیں دونوں سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ .))

(اربعین نووی وسندہ صحیح)

"جب تک انسان کی تمام خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں، کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا۔"

نیز صحیح حدیث میں ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ شَهَوَاتُ الْغَيِّ فِيْ بُطُوْنِكُمْ وَفُرُوْجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْهَوٰى .)) (امام احمد بروایت ابی برزۃ اسلمی رضی اللہ عنہ)

"سب سے بڑھ کر مجھے تمہاری اندرونی و بیرونی اور فروج کی شہوات اور خواہشات کے گمراہ کن اسباب و ذرائع کا خطرہ ہے کہ تمہیں کہیں لے نہ ڈوبیں۔"

مُنْجِيَات وَ مُهْلِكَات:

۲۶۔ مہلکات میں سے ایک اتباع ہوا اور خواہشات بھی ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَاءِ وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.))

(مسند وغیرہ بروایت انس و اوسط طبرانی وغیرہ)

''تین چیزیں موجب نجات ہیں: (۱) جلوت وخلوت میں خدا کا ڈر، (۲) غضب وغصہ اور خوشی کی حالتوں میں سچی بات، (۳) تونگری اور فقیری میں میانہ روی اور اعتدال پسندی۔ اور تین امر مہلک ہیں: (۱) آزاد خواہش پرستی، (۲) بخل کی غلامی، (۳) غرور وخود پسندی (ہچو ما دیگرے نیست)۔''

ترکِ خواہشات سے توانائی:

۲۷۔ مخالفتِ خواہشات سے بدن میں توانائی، دل میں طاقت اور زبان میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے: خواہشات کو مغلوب کر لینے والا انسان پورے شہر کو تنہا فتح کر لینے والے شخص سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

حقیقی پہلوان کون ہوتا ہے؟

صحیح ومرفوع حدیث میں ہے:

((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ وَلٰكِنَّ الشَّدِيْدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.)) (صحیحین و مسند احمد)

''پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑتا پھرے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو ضبط میں رکھے۔''

غرض کہ مخالفتِ خواہشات کی جتنی پریکٹس (مشق) کی جائے گی اتنا ہی قوت پر قوت حاصل ہوگی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بامروّت و بے مروّت:

۲۸۔ انسان جتنا بامروت ہو گا اتنا ہی خواہشات کا مخالف، اور جتنا بے مروت ہو گا اتنا ہی مخالفتِ ہوا میں کمزور ہو گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور مروت کی تعریف:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''ترکِ شہوات اور خواہشات کی نافرمانی کا نام مروت ہے لہٰذا اتباعِ خواہشات سے مروت سلب ہو جاتی ہے، اور ان کی مخالفت سے رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے۔''

عقل اور خواہشات کا دنگل:

۲۹۔ انسان کی عقل و خواہشات کا ہمیشہ تصادم ہوتا رہتا ہے اور کوئی دن خالی نہیں گزرتا جس میں دونوں کی باہمی جنگ نہ ہوتی ہو، تو جو طاقت مقابل طاقت پر غالب آتی ہے تو اسے شکست دے کر خود حکمران ہو جاتی ہے، اور اس کا سکہ چلتا ہے۔

خواہشات اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول:

ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''صبح ہوتے ہی انسان میں اس کی خواہشات اور اس کے اعمال آموجود ہوتے ہیں پھر اس کے اعمال اگر اس کی خواہشات کے تابع ہوں تو وہ دن سب سے برا دن ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر اس کی تمام خواہشات اس کے اعمال کے تابع ہوں تو وہ دن سب دنوں سے بہتر اور اچھا ہوتا ہے''۔

قرینین:

۳۰۔ اللہ عزوجل نے خطا اور اتباعِ خواہشات کو ایک دوسرے کا ساتھی و قرین اور صواب و مخالفتِ خواہشات کو ہمہ گیر قرین و دوست ٹھہرایا ہے۔

ارشد و اقبح کی عدم تمیز اور مقولہ عارف:

چنانچہ بعض سلف کا قول ہے ''دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ارشد و اقبح ہونے کا امتیاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو سکے تو اس امر کو ترک کر دیجیے جو خواہشاتِ نفسانیہ کے زیادہ قریب ہو، کیونکہ خطا کا امکان اسی میں زیادہ ہوگا جو خواہش سے قریب تر ہوگا۔

مرضِ خواہشات اور اس کی دوا:

۳۱۔ ہوا یعنی خواہشات سراسر بیماری ہیں اور ان کی مخالفت ہی ان کی دوا اور ان کا علاج ہے۔

مریضِ خواہشات اور مقولہ عارف:

کسی عارف کا قول ہے کہ ”برا نہ مانیں تو میں آپ کی بیماری اور ساتھ ہی اس کا علاج اور اس کی دوا بھی بتلا دوں۔ خواہشات آپ کی بیماری ہیں، اور مخالفتِ نفس و ترکِ خواہشات اس کی دوا اور اس کا علاج ہے۔“

بشر حافی کا مقولہ:

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تمام بیماریاں اور بلائیں خواہشات میں مرکوز اور تمام تر شفا و تندرستیاں مخالفتِ خواہشات میں موجود ہیں۔“

جہادِ اکبر:

۳۲۔ خواہشات سے جہاد اگر جہاد بالکفار سے اعلیٰ نہیں تو اس سے ادنیٰ بھی نہیں۔

جہادِ اکبر اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

کسی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے ابا سعید! کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا اپنی خواہشات سے جہاد۔

جہادِ نفس اور امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

میں (ابنِ قیم رحمہ اللہ) نے استاد (ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: نفس و خواہشات سے جہاد جہاد بالکفار والمنافقین کی اصل اور جڑ ہے کیونکہ انسان جب تک پہلے اپنے نفس اور اس کی خواہشات کے جہاد میں کامیاب نہ ہو لے اس وقت تک کفار و منافقین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سے جہاد نہیں کرسکتا۔

پرہیز و بدپرہیزی:

۳۳۔ بدپرہیزی ''ہویٰ'' کہلاتی ہے اور ہوا و خواہشات کی مخالفت کا نام پرہیز و احتیاط ہے اور جو شخص اپنے علاج میں پرہیز کو چھوڑ کر بدپرہیزی کو آلہ کار بنا رکھے تو اس کی دوا ہی اس کے لیے موجب ہلاکت ہوگی۔

عبدالملک اور غیرت مند جنگلی کا مکالمہ:

عبدالملک بن قریب فرماتے ہیں کہ ایک جنگلی کے ہاں میرا گزر ہوا، جسے سخت رمدِ چشم تھا، اور چہرے پر آنسو بہے جاتے تھے۔ میں نے اسے کہا کہ تو آنکھوں کو صاف کیوں نہیں کرلیتا؟ اس نے جواب دیا کہ حکیم صاحب منع کر چکے ہیں اور ایسا شخص خیر و برکت سے خالی ہے جسے منع کیا جائے تو نہ رکے، اور حکم ملے تو تعمیل نہ کرے۔ میں نے کہا کسی چیز کے لیے جی چاہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں جی تو چاہتا ہے مگر بدپرہیز انسان نہیں ہوں۔ دوزخیوں کے جہنم رسید ہونے کی آخر یہی وجہ تو ہے کہ خواہشات نے ان کی احتیاط و پرہیز کو مغلوب کرلیا تو وہ ہلاک و برباد ہوئے۔

خواہش پرستی اور ابوابِ توفیق و ابوابِ ذلت:

۳۴۔ اتباعِ خواہشات سے انسان پر توفیق خیر و نیکی کے دروازے بند اور ذلت و رسوائی کے دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں، اس لیے آپ اسے ہر وقت یہ خواہش کرتا پائیں گے کہ کاش خدا تعالیٰ اسے فلاں فلاں نیکی و بھلائی کی توفیق عنایت کرتا، مگر کہاں؟ وہ تو پیروی خواہشات کے باعث توفیقِ خیر کے ذرائع اور نیکی اور بھلائی کے راستے اپنے ہاتھوں خود مسدود کر چکا ہے۔

مقولہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا مقولہ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”جسے خواہشات اور طاعتِ شہوات مغلوب کر لیں اس پر خیر و برکت کے تمام ذرائع منقطع اور توفیق کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔“

سرچشمہ ہائے کفر:

بعض علماء کا قول ہے کہ کفر چار چیزوں میں ہے: غضب، شہوت، اور رغبت و رہبت میں۔ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کا مشاہدہ تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ ایک وہ آدمی جس نے غصہ میں آ کر اپنی ماں کو قتل کر دیا، دوم وہ شخص جو عشق میں مبتلا ہو کر عیسائی ہو گیا۔

ایک شخص کو عورت کا جواب:

کسی بزرگ کی نظر خوبصورت عورت پر جا پڑی تو اس کی طرف چل پڑا اور کہنے لگا:

((اَھْوِیَ ھَوَی الدِّیْنِ وَاللَّذَاتَ وَتَعْجِبُنِیْ فَکَیْفَ لِیْ ھَوی اللذّات وَالدِّیْنِ .))

”دین کے لیے بھی جی چاہتا ہے اور لذات بھی پسند لگتی ہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں۔“

تو عورت نے جواب دیا: ایک ترک کر دیجیے دوسری خود بخود حاصل ہو جائے گی۔

خائنِ خدا کے سب کام برباد:

۳۵۔ جو شخص اپنی خواہشات کی اعانت کرے تو اس کی عقل و رائے خراب و برباد ہو جاتی ہے کیونکہ عقل جیسی خدا کی دی ہوئی نعمت و امانت میں وہ اس کی خیانت کرتا ہے اس لیے وہ اسے خراب و برباد کر دیتا ہے اور ہر شخص کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے کہ جو کسی کام میں بھی اس کی خیانت و خلاف ورزی کرے گا وہ اسے خراب و برباد کر کے رکھ دے گا۔

خلیفہ معتصم کا مقولہ:

خلیفہ معتصم نے ایک دن کسی دوست سے کہا: ”اے فلاں! جب خواہشات کی نصرت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(امداد) کی جائے تو عقل خود بخود چلی جاتی ہے''۔

میں (ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) نے کسی کو اپنے استاد (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) سے کہتے سنا کہ ''آدمی جب نقد دراہم میں خیانت کرنے لگ جاوے تو خدا تعالیٰ اس سے نقد یعنی کھرے کھوٹے کی تمیز و شناخت سلب کر لیتا ہے''۔

مقولہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو مسائل علم میں خدا اور رسول کی خیانت کرنے لگ جائے''۔

قبر و قیامت میں تنگی و کشادگی کے اسباب:

۳۶۔ جو شخص اپنے نفس کے لیے یہاں (دنیا کے اندر) اتباع ہوا و خواہشات میں وسعت و کشادگی کرے گا اس پر قبر و قیامت اور آخرت میں تنگی کی جائے گی اور جو خواہشات کی مخالفت کرے اور اسے دنیا میں تنگ کر دے گا، اس پر قبر و قیامت میں کشادگی اور وسعتیں ہی وسعتیں ہو جائیں گی۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے آیت ذیل میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا﴾ (الدھر: ۱۲)

''دنیا میں صبر کرنے کے عوض خدا مومنوں کو آخرت میں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا''۔

خواہشات پر صبر کا بہتر معاوضہ:

چونکہ صبر میں، جو خواہشات سے نفس کو حبس اور بند کرنے کا نام ہے، خشونت و سختی اور ضیق و تنگی ہوتی ہے، اس لیے آخرت میں اللہ عزوجل اس کے عوض ریشم کے نرم نرم لباس اور جنت کی وسعت و کشادگی اور فراخی عطا فرمائے گا۔

ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں ''صَبَرُوْا'' میں صبر سے مراد

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شہوات سے صبر کرنا ہے۔

صحبتِ اولیاء سے وحشت:

۳۷۔ خواہش پرست انسان جس طرح دنیا میں اہلِ تقویٰ وفرقہ ناجیہ سے گریز کرتا ہے اور ان کی صحبت ومجلس سے اس کے دل پر دہشت و بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے، بعینہٖ اسی طرح آخرت میں بھی اس کے دل پر اتباعِ خواہشات کے باعث قبر سے اٹھتے ہوئے دہشت اور بے ہوشی چھائی ہوگی اور ناجی لوگوں کے ساتھ چلنے سے معذور ہوگا۔

بدمستیِ شہوات سے قیامت کو بے ہوشی:

محمد بن الورد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک دن ایسا مقرر کر رکھا ہے جس کے شر اور مصیبت سے خواہش پرست انسان کی نجات مشکل سے ہی ہوسکے گی اور قبروں سے اٹھنے کے باعث قیامت کو دیر تک وہی لوگ بدحواس و بے ہوش رہیں گے جو دنیا کے اندر شہوات میں ہمیشہ منہمک و بدمست رہا کرتے تھے اور میدانِ طلب میں عقل جب کود پڑتی ہے تو مطلوبات کا بیشتر حصہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کے ساتھ عقل کا توازن قائم رکھے۔ عقل تو ایک معدن ہے اور فکر اس کا معتمد ومعاون ہے۔

خواہش پرستی اور عزائم کی کمزوری:

۳۸۔ خواہش پرستی سے ہی انسان کے عزائم سست وکمزور اور اس کی مخالفت سے قوی ومضبوط ہوتے ہیں، عزائم ہی ایک ایسی سواری ہے جس پر سوار ہوکر انسان اپنے خدا اور دارالآخرۃ تک پہنچ سکتا ہے، اور جب سواری ہی بے کار ہوگئی، تو مسافر کا منزلِ مقصود تک پہنچنا معلوم؟

زیادہ صحیح العزائم کون ہے؟

یحییٰ بن معاذ سے دریافت کیا گیا: کون شخص زیادہ صحیح العزم ہوتا ہے؟ فرمایا، جسے خواہشات پر پورا کنٹرول ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلیمان بن حبیب کا مغالبہ خواہشات اور ''بدر'' نامی کنیز کا واقعہ:

خلف ابن خلیفہ کو سلیمان بن حبیب ابن مہلب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا، اس کی ''بدر'' نامی ایک خوبصورت و نوجوان لونڈی پر نظر پڑی جو حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی کے باعث بدر کے نام سے مشہور جہاں ہو چکی تھی۔ سلیمان نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خلف سے دریافت فرمایا کہ آپ اسے کیسا خیال کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! میری آنکھوں نے آج تک ایسی خوبصورت و حسین لونڈی نہیں دیکھی سلیمان نے کہا اس کا ہاتھ پکڑ لیجیے اور لے جائیے، یہ آپ کی ہو چکی۔ خلف نے جواب دیا میں نہیں چاہتا کہ بادشاہ سلامت کی محبوبہ کو لے جا کر ان کو خواہ مخواہ گھبراہٹ میں ڈال دوں کیونکہ میں انہیں اس پر شیفتہ و فریفتہ دیکھ چکا ہوں۔ سلیمان نے کہا افسوس! میری محبت و شیفتگی کے باوجود آپ اسے لے جایئے تاکہ آپ کو میرے عزم و استقلال کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ مجھے اپنی خواہشات پر کس قدر غلبہ و کنٹرول اور قبضہ حاصل ہے۔ خلف نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور شعر کہتے ہوئے چل دیا کہ:

((لَقَدْ حَبَانِيْ وَأَعْطَانِيْ وَفَضَّلَنِيْ عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ مِنْهُ سُلَيْمَانُ
عَنْ أَعْطَانِيَ الْبَدرَ خُوْدًا فِيْ مَحَاسِنِهَا وَالْبَدْرُ لَمْ يُعْطَهُ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ وَلَسْتُ يَوْمًا بِنَاسٍ فَضْلَهُ يَوْمًا حَتّٰى يُغَيِّبَنِيْ لَحْدٌ وَأَكْفَانٌ .))

''سلیمان نے بن مانگے مجھے انعام دیا اور عام لوگوں سے زیادہ اعزاز و اکرام کرتے ہوئے ممتاز فرمایا۔ اس نے بدر نامی جوان و حسین لونڈی جو اپنے محاسن میں یکتا تھی مجھے عطا فرمائی حالانکہ بدر (چاند) نہ آج تک کسی جن کو انعام ملا نہ کسی انسان ہی کو ملا اور میں ابد الآباد، حتیٰ کہ لحد و کفن میں چھپتے دم تک اس کا فضل و انعام و اعزاز و اکرام نہیں بھولوں گا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سوارِ خواہشات کی مثال:

۳۹۔ خواہش پرست کی مثال اس سوار کی سی ہے جو سخت زور آور، مضبوط و بدلگام گھوڑے پر سوار ہو، جس کی باگیں ٹوٹ چکی ہوں اور وہ بالکل بے لگام ہو چکا ہو، تو یقیناً وہ اسے یا تو زمین پر ٹپک دے گا، یا کسی مہلک مقام میں لے گھسے گا۔

جنت و دوزخ کی سواریاں:

جنت میں پہنچانے والی سب سے تیز رفتار سواری ''زھد فی الدنیا'' (دنیا سے بے رغبتی) ہے اور جہنم میں سب سے جلدی پہنچانے والی سواری ''حب الشھوات'' (محبتِ خواہشات) ہے اور جو آدمی خواہشات پر سوار ہو جائے، وہ جلد از جلد اسے ہلاکت خیز جنگل میں جا پھینکیں گی۔

اشرف العلما کون ہے؟:

اشرف العلماء وہ ہے جو اپنے دین کو دنیا سے صحیح سالم لے نکلے اور خواہشات کو سخت بیڑیوں میں جکڑ دے۔

خواہشات و مقولہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے: ''جس کی خواہشات اس کی عقل پر اور اس کی جزع فزع اور گھبراہٹ اس کے صبر پر غالب آ جائیں تو وہ ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔''

خواہشات کا بت:

۴۰۔ ''توحید'' و ''خواہش پرستی'' دونوں باہم متضاد اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں، کیونکہ خواہش ایک بت ہے اور ہر شخص کے اندر اس کی خواہش کے مطابق ایک بت موجود ہے۔ جتنی خواہش زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ بت بڑا ہوگا اور جس قدر خواہش کم ہوگی اسی قدر وہ بت چھوٹا ہوگا، اور انہیں بتوں کو توڑنے اور خالص اپنی پرستش کروانے کے لیے ہی اللہ عزوجل نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ بت شکنی و کسرِ اصنام سے خدا کی یہ مراد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ مجسم بت توڑ دیے جائیں اور دل کے اندرونی بتوں کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اللہ عزوجل کا مقصد تو یہ ہے کہ سب سے پہلے اندرونی بتوں کا ستیاناس کیا جائے اور دل کے اندر چھپے ہوئے بتوں کی بیخ کنی واستیصال کیا جائے۔

مجسم بت اور خیالی بت:

حسن ابن علی مطوعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر آدمی کا بت اس کی اپنی خواہشات ہیں، جو شخص انہیں اپنی مخالفتِ خواہشات کے ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ وہی جوانمردی و بہادری کے خطاب کا مستحق ہے۔

آپ غور تو کیجیے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول پر:

﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ﴾ (الانبیاء: ٥٢)

''یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم بیٹھ رہے ہو۔''

تو ان تماثیل پر کیسے چسپاں کریں گے جو دل کے اندر ہوتی ہیں، جنہیں وہ چاہتا ہے، جن کا اعتکاف کرتا ہے، جن کا مجاور بنا رہتا ہے اور خدا کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: ٤٣۔٤٤)

''کیا کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور بھی کیا جس نے ہوائے نفس کو اپنا معبود قرار دے رکھا ہے؟ کیا تم اس شخص کے وکیل ہو اور کیا تمہارا خیال ہے کہ اکثر ان میں سے سمجھ سکتے ہیں؟ یہ لوگ تو یقیناً چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔''

امراضِ قلبی وبدنی کا اصل سبب:

۴۱۔ خواہشات کی مخالفت، امراضِ قلبی و بدنی کے ازالہ کا موجب اور ان کی اطاعت و

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

متابعت ان امراض کے لاحق ہونے کا باعث ہوتی ،تو معلوم ہوا کہ امراضِ قلب تمام تر اتباع خواہشات سے پیدا ہوتی ہیں اور خواہش پرستی ہی تمام بیماریوں اور برائیوں کا منبع و سرچشمہ ہے۔

امراضِ بدنی کا آپ سراغ لگائیں اور تفتیش کر دیکھیں تو اکثر بیماریاں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جن کا اصلی سبب ہو گا بدپرہیزی اور مناسب خواہشات پر نامناسب کی ترجیح و تفوق۔

خواہش پرستی حسد و عداوت اور شرارت کا منبع ہے:

۴۲۔ لوگوں کی باہمی عداوت، شرارت اور حسد کی جڑ اتباعِ خواہشات ہے۔جس نے خواہشات کی تعمیل سے انکار کیا، اس نے اپنے دل، بدن اور اعضا و جوارح سب کو بآرام کر دیا، خود بھی راحت پائی اور دوسروں کو بھی رنج و بلا سے بآرام کر دیا۔

غلبہ شہوات کی خرابیاں:

ابوبکر الورّاق رحمہ اللہ کا قول ہے: غلبہ خواہشات سے سیاہ قلبی، سیاہ قلبی سے سینہ تنگی اور سینہ تنگی سے بدخلقی پیدا ہوتی ہے۔جب خواہشات کا غلبہ ہو جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے، سیاہی قلب سے سینہ تنگ ہو جاتا ہے، سینہ تنگی سے بدخلقی پیدا ہوتی ہے۔ جب اخلاق بد ہو جائیں تو وہ لوگوں کی نظروں میں مبغوض اور لوگ اس کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتے ہیں۔تو غور کیجیے کہ باہمی بغض و عداوت سے کتنی شرارتیں، کس قدر عداوتیں، کتنی حق تلفیاں اور کتنے ہی دیگر نقصانات ومصائب پیدا ہوتے ہیں۔

غلبہ خواہشات سے عقل رُوپوش ہو جاتی ہے:

۴۳۔ اللہ عزوجل نے انسان میں عقل و خواہش دونوں پیدا کر دی ہیں تو دونوں میں سے جس قوت کا غلبہ ہو گا، دوسری طاقت رُوپوش ہو جائے گی۔ چنانچہ ابوعلی بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس پر خواہشاتِ نفسانیہ غالب آ جائیں، اس کی عقل رُوپوش ہو جاتی ہے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص کے انجام وعاقبت کو ملاحظہ فرمایئے جس کی عقل پر پردے پڑ جائیں اور خلافِ عقل باتوں کا ظہور ہونے لگے۔

خواہشات وعقل کی جنگ:

علی بن سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عقل وخواہشات کا ہر وقت باہمی تنازع اور جنگ وجدال رہتا ہے، توفیق عقل کا ساتھ دیتی ہے، اور ذلت وناکامی خواہشات کا ساتھ دیتی ہے، اور نفس چونکہ دونوں کے عین درمیان کھڑا ہوتا ہے، اس لیے فریقین میں سے جو فریق غالب آ جائے وہ اسی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

اعضاو جوارح کے بادشاہ دل کی آزمائش:

۴۴۔ اللہ عزوجل دل کو اعضاء وجوارح کا بادشاہ اور اپنی معرفت ومحبت اور عبودیت کا معدن بنا کر دو بادشاہوں، دو لشکروں، دو مددگاروں اور دو قسم کے رسد وسامانِ حرب کے ذریعہ سے اس کا امتحان لیتا ہے۔ حق وزہد اور ہدایت ایک بادشاہ ہے، جس کے اعوان و مددگار ملائکہ ہیں اور صدق واخلاص اور اجتنابِ خواہشات اس کا لشکر ہے۔ دوسرے بادشاہ کا اِسم گرامی باطل ہے جس کے اعوان وانصار شیاطین وجنود الشیاطین ہیں اور سامان حرب، اتباعِ خواہشات ہے اور نفس دونوں لشکروں اور فوجوں کے عین وسط میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتا ہے اور باطل کا لشکر سب سے پہلے نفسانی سرحدات ونواحِ نفس کی جانب سے ہی دل پر حملہ آور ہوتا ہے، تو نفس اپنے بادشاہ (دل) کے خلاف سازش کرتے ہوئے دشمن سے مل کر خفیہ معاہدہ وسمجھوتہ کر لیتا ہے، اور دل کو محض زبانی امداد کا چکمہ دے کر بے پرواو بدمست کیے رکھتا ہے، پھر اندر ہی اندر دشمن کو خود سامان مہیا کرتا اور رسد پہنچاتا رہتا ہے اور بالآخر خود ہی دشمن پر شہر کے دروازے کھول دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمنِ شہر میں گھس کر اس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور دل کو شکستِ فاش اور ذلت ورسوائی نصیب ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا دشمن شیطان اور خواہش:

۴۵۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان اور اس کی خواہشات ہوتی ہیں اور سب سے بڑا دوست اس کی اپنی عقل اور وہ فرشتہ ہوتا ہے جو اس کا ناصح ہوتا ہے، مگر جب وہ خواہشات کے سامنے سپر ڈال دیتا ہے تو گویا خود اپنا ہاتھ دشمن کے ہاتھ میں دے کر اس کا اسیر بن جاتا ہے اور اپنی شکست سے ہی دشمن کو خوش کر کے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے برائی و خیانت کرتا ہے، غداری کرتا ہے اور یہ بعینہٖ وہی ''﴿جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشِّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ شِمَاتَةَ الْاَعْدَاءِ﴾ ہے جس سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشِّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ﴾

''خدایا! میں سختی و تکلیف، لازمی بدبختی، تقدیر بد اور دشمنوں کی ہنسی مخول سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

انسان کی ابتدا و انتہا اور انجام:

۴۶۔ ہر شخص کی ابتدا و انتہا ہوتی ہے جس کی ابتدا اتباعِ خواہشات ہو، اس کی انتہا ذلت و رسوائی، محرومی اور مصیبت دائمی بقدر اتباعِ خواہشات ہوتی ہے۔ بلکہ مصیبتِ دوامی تو آخر میں اس کے لیے دائمی عذاب بنتی ہے کہ ہر وقت اس کا دل مبتلائے عذاب رہتا ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

((مَارِبُ كَانَتْ فِی الشَّبَابِ لِاَهْلِهَا عَذَابًا فَصَارَتْ فِی الْمُشِيْبِ عَذَابًا .))

''جوانی میں نوجوان کی خواہشات ''عذاب'' (شربت) تھیں جو بڑھاپے میں عذاب بن گئیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترجیحِ خواہشات پر عقل کے نتائج:

اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اب اگر آپ غور و تامل سے ایک بدحال وبدعادت شخص کی حالت ملاحظہ فرمائیں تو آپ دیکھ لیں گے کہ اس کی ابتدا دو چیزیں تھیں، ایک انہماک بہ خواہشات، دوم عقل و فکر پر خواہشات کو ترجیح۔ جس کی ابتدا مخالفتِ خواہشات و داعیِ رشد کی اطاعت ہوگی، اس کی انتہا عزوشرف، غناوتونگری اور خداومخلوقِ خدا کے ہاں قدرومنزلت ہوگی۔

شباب میں ترکِ خواہشات کا نتیجہ حسنہ:

ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص شباب میں خواہشات وشہوات پر قابو رکھے خدا تعالیٰ اسے کہولت و بڑھاپے میں عزت و وقار عنایت فرمائے گا۔''

ضبط و دانشمندی:

مہلب بن ابی صفرہ سے دریافت کیا گیا، آپ کو یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوا؟ انہوں نے جواب دیا ضبط و دانشمندی کی اطاعت اور خواہشات کی نافرمانی وانکار کی بدولت۔

یہ تو تھا دنیا کا آغاز وانجام۔ رہی آخرت، تو اس میں اللہ عزوجل نے منکر و مخالف خواہشات کا انجام وانتہا جنت، اور خواہش پرست کی انتہا نارِ جہنم مقرر فرمائی ہے۔

خواہشات اور غلامی و آزادی:

۴۷۔ خواہش و ہوائے نفس دل کے لیے غلامی، گردن کا طوق اور پاؤں کی بیڑی ہے اور اس کا پیرو ہر بدخصلت و بدعادت کا اسیر ہوتا ہے تو جو شخص اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اس کی اطاعت سے انکار کر دے وہ اس کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور گردن سے طوق اور پاؤں سے بیڑی اتر جاتی ہے اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پہلے رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ یعنی بہت سے لوگوں کا مشترکہ غلام تھا اور اب سَلَمًا لِّرَجُلٍ یعنی محض ایک کا غلام ہو گیا:

((رُبَّ مَسْتُوْرٍ سَبَتْهُ شَهْوَةٌ فَتَعَرّٰى سِتْرُهُ فَانْهَتَكَا صَاحِبُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلشَّهْوَةِ عَبْدٌ فَإِذَا غَلَبَ الشَّهْوَةَ أَضْحَى مَلِكًا .))

''اکثر مستور الحال ایسے تھے جو در پردہ اسیرِ شہوات تھے، اس لیے محترم رہے مگر جب پردہ اٹھا تو وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ مغلوب الشہوات غلام و مملوک ہوتا ہے لیکن شہوات پر جب غالب آ جائے تو وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔''

عَبْدُ الشَّهَوَات:

ابنِ مبارک کا شعر ہے:

((وَمِنَ الْبَلَاءِ وَلِلْبَلَاءِ عَلَامَةٌ أَنْ لَا يُرَى لَكَ عَنْ هَوَاكَ نُزُوْعُ

اَلْعَبْدُ عَبْدُ النَّفْسِ فِيْ شَهَوَاتِهَا وَالْحُرُّ يُشْبَعُ تَارَةً وَيَجُوْعُ .))

''یہ بھی ایک بلا ہے اور بلا کی علامت یہ ہے کہ ترکِ خواہشات کی امیدیں بھی تجھ سے منقطع ہو جائیں۔ غلام وہ ہے جو شہوات میں نفس کا غلام ہو جائے لیکن آزاد کبھی سیر شکم ہوتا ہے اور کبھی بھوکا رہتا ہے۔''

تارکِ خواہشات کا مقام و مرتبہ اور انجام:

۴۸۔ مخالفتِ خواہشات انسان کو ایسے مقام پر پہنچاتی ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کو بھی کسی کام کی قسم دے تو اللہ عزوجل اسے پورا کر دے، پھر اللہ عزوجل اس کی فوت شدہ خواہشات سے بھی اس قدر زیادہ حاجتیں پوری کرتا ہے جو ان خواہشات سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتی ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی کو مینگنی پھینک دینے کے صلہ میں بیش قیمت موتی انعام میں مل جائیں۔ مگر اس کے برعکس خواہش پرست سے اس کی پرکیف زندگی اور اس قدر بے شمار دنیوی و اخروی فوائد فوت ہو جاتے ہیں جن سے اس کی عمر بھر کی مظفر و کامیاب خواہشوں کو یقیناً ادنیٰ سی نسبت بھی نہیں۔

ترکِ شہوات اور یوسف علیہ السلام:

یوسف صدیق علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق غور کر دیکھئے، آپ نے جب حرام کاری سے اپنے نفس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو کامیابی کے ساتھ بچا لیا تو جیل کی بند کوٹھڑیوں سے رہائی پاتے ہی آپ کے ہاتھ، پاؤں، زبان اور نفس کس قدر کشادہ ہوئے اور انہیں کس قدر وسعت و فراخی نصیب ہوئی۔

ترکِ خواہشات اور ایک خواب:

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''میں نے خواب میں سفیان ثوری کو دیکھ کر دریافت کیا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا؟ کہنے لگے کہ قبر میں پہنچتے ہی مجھے عزوجل کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اللہ عزوجل نے معمولی وسہل سا حساب لے کر جنت میں چلے جانے کا حکم صادر فرمایا، اور میں وہاں چلا گیا۔ اتفاقاً میں ایک دن بہشتی باغوں اور نہروں میں پھر رہا تھا، نہ وہاں کوئی آواز تھی اور نہ حس و حرکت کی آہٹ کہ اچانک کان میں آواز پڑی، کوئی بلا رہا ہے: ''سفیان بن سعید!'' میں نے کہا کہ جناب سفیان حاضر ہے۔ اس نے کہا آپ کو یاد ہے؟ ایک دن آپ نے خواہشِ نفسانی پر خدا تعالیٰ کو ترجیح دیتے ہوئے خواہش کو ترک کر دیا تھا، میں نے کہا یقیناً بخدا میرا یہ کہنا ہی تھا کہ ہر طرف سے مجھ پر سب چیزیں قربان ہونے لگیں۔

ترکِ خواہشات قبولیت کا سبب:

(خلیفہ) ابو جعفر (منصور عباسی) نے مکہ شریف کی طرف چلتے وقت خشابین (جلادان و صلیب افسران) کو یہ کہتے ہوئے روانہ کیا کہ سفیان (شاید ثوری) جہاں ملے سولی چڑھا دو تو انہوں نے مکہ شریف پہنچ کر سولی نصب کر دی اور تلاش و تفتیش شروع کر دی۔ سفیان چونکہ اس وقت فضیل (بن عیاض) کی پناہ میں تھے، اس لیے اس کے ساتھیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ خدا سے خوف کیجیے اور دشمنوں کو خندہ زنی کا موقع مت دیجیے۔ فضیل اٹھے اور بیت اللہ میں آ کر غلافِ کعبہ کو پکڑ لیا اور دعا کی خدایا! ابو جعفر مکہ میں آ پہنچے تو میں سفیان کی حفاظت سے بری الذمہ ہوں، تو مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ابو جعفر کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا۔ مخالفتِ خواہشات کا نتیجہ دیکھیے، اس نے فضیل کو کس درجہ و مقام پر پہنچا دیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ترکِ خواہشات کے ثمرات و برکات:

۴۹۔ خواہشات کی مخالفت سے دنیا وآخرت کا شرف اور ظاہر و باطن کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر ان کی اتباع واطاعت سے انسان کو دنیا وآخرت میں رسوائی اور ظاہر و باطن میں ذلت نصیب ہوتی ہے۔ اور جب تمام لوگ میدانِ محشر میں جمع ہوں گے تو فرشتہ یہ منادی کرے گا۔ آج سب کو پتہ چل جائے گا کہ آج کے روز اہلِ کرم کون ہیں؟ خبردار! متقی پرہیزگاروں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اٹھیں اور اپنے عزو شرف کے مقام میں تشریف لے جائیں تو وہ اٹھ کر اپنے اپنے مقامات پر چلے جائیں گے لیکن پرستارانِ خواہشات خواہشاتِ نفسانیہ کی بدولت اوندھے منہ کیے ہوئے وہیں اپنی مصیبت اور خواہشات کے پسینہ و گرمی اور دھوپ میں کھڑے ہوں گے اور ادھر وہ عرشِ الٰہی کے سایہ میں عیش و خوشی اور پورے سکون و صبر اور آرام واطمینان سے بیٹھے ہوں گے۔

عرشِ الٰہی کے سایہ میں:

۵۰۔ آخرت میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے گی، غور و تامل سے دیکھا جائے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جو مخالفتِ خواہشات کی بدولت اس مرتبہ پر فائز المرام ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ طاقت ور اور غالب و مسلط بادشاہ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر ہی عدل و انصاف کر سکتا ہے۔ اسی طرح جوانی کی امنگوں پر عباداتِ الٰہی کو ترجیح دینے والے نوجوان میں ترک خواہشات کا مادہ نہ ہو تو وہ کبھی اس پر قادر نہ ہو سکے۔ جس کا دل خانہ خدا اور مسجد سے لگ چکا ہے وہ لذات اور خواہشات کے سب مقامات پر لات مار کر ہی مسجدوں میں بیٹھ سکتا ہے ورنہ ہر طرف منہ اٹھائے پھرے۔ اسی طرح جو شخص صدقہ دیتے ہوئے اس قدر اخفا کرتا ہے کہ دوسرے ہاتھ تک کو خبر نہیں لگنے دیتا، آخر وہ کون سی چیز ہے جو اسے اس قدر اخفا پر مجبور کرتی ہے۔ جسے ایک اعلیٰ خاندان کی جمیل و خوبصورت عورت خواہشِ نفسانی کے لیے بن بلائے خود دعوت دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہی ہو اور وہ خوفِ خدا سے کانپ اٹھے تو یہ بھی مخالفتِ خواہشات ہی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح جو شخص تنہا خالی مقام پر بیٹھ کر اپنے پروردگار کو یاد کر رہا ہے اور اس کے خوف سے ڈرتے ہوئے زار و قطار رو رہا اور آنسو بہا رہا ہے، آخر اس حالت تک پہنچانے کے لیے وہ کون سا ہاتھ ہے جو پس پردہ کام کر رہا ہے۔

خواہشات پرست اور میدانِ محشر کی سختیاں:

۵۱۔ یہی وہ برگزیدہ اوصاف ہیں جن کے ہوتے ہوئے میدانِ محشر کی شدت و سختی، دھوپ اور پسینہ کو ایسے بہترین لوگوں سے کچھ واسطہ نہیں ہو گا۔ مگر اس کے برعکس خواہش پرستوں کا یہ حال ہو گا کہ دھوپ سے پگھل رہے ہوں گے اور پاؤں سے سر تک پسینہ میں غرق اور ڈوبے ہوئے ہوں گے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اس حالت کے بعد قید خانہ خواہشات کے داخلہ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اللہ عزوجل سے درخواست ہے کہ ہمیں نفسِ امارہ کی خواہشات سے پناہ دے اور ہماری تمام خواہشات کو محض اپنی رضا و محبت کی اطاعت کے لیے وقف فرمالے وہ سب کاموں پر قادر اور اجابتِ دعا کا اہل ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

آج کل مسلمانوں میں جس فتنہ عقائد نے سر اٹھایا ہے

اور بحکم: "بل قالو مثل ما قال الاولون"

وہ تمام فتنے اکھٹے ہو کر پلٹ آئے ہیں اور جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے آج معارف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز مطلوب و مقصود وقت نہیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ

دار الکتب السلفیۃ

DARUL-KUTUB-AL-SALAFIYYAH

+92 42 373 61 505, +92 372 44 404

+92 333 43 34 804, +92 324 43 36 123

بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

dk.salafiyyah@gmail.com